قولہ تعالیٰ

انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ و جعلناکم شعوباً و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

تمہیں پیدا کیا گیا ایک مرد اور ایک عورت سے اور قبیلے اور کنبے بنائے گئے اسلئے کہ تم پہچانے جاؤ اللہ کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے

سادات قریش کا قومی اصلاحی اور تاریخی

رسالہ

القریش امرتسر

بفرمان عالی شان سلطان العلوم ہز اگزالٹیڈ ہائی نس تاجدار دکن ادام اللہ اقبالہ جملہ مدارس محروسہ سرکار عالی کے نام جاری ہے

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۰ء — جلد ۱۶ - نمبر ۶ — صفر المظفر سنہ ۱۳۴۹ھ

وزیر ہند پریس امرتسر میں محمد علی رونق پرنٹر پبلشر و ایڈیٹر نے اہتمام سے چھپا کر شائع کیا

القریش کیا چاہتا ہے

یہ کہ مسلمان خصوصاً قریشی زبانی دعووں سے نہیں بلکہ اخلاق و اعمال اور کردار و اطوار کے لحاظ سے اسلاف و متقدمین کے صحیح جانشین بن جائیں، یہ کہ قریش کا شیرازہ منظم و مجتمع ہو، اور اندرونی اصلاح کے بعد وہ قرآن کریم کی صحیح تعلیم پیش کرنے کا فرض ادا کرنے کے قابل ہو جائیں، اسلام کی رسی مضبوط تھام کر دنیاوی ترقی حاصل کرنے میں پس و پیش نہ کریں، تعصب اور کورانہ تقلید سے پاک رہیں، دولت وقت اور قوت ایسی بیش بہا نعمتوں کو بیدردی سے نہ لٹائیں، اپنے شکستہ قومی قلعہ کو اتفاق و اتحاد، ہمدردی اور خلوص کے آہنی حصار سے مستحکم کریں، محنتی، جفاکش، اولوالعزم، مآل اندیش، مستقل مزاج اور کفائت شعار بن جائیں، اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈالیں، قومیت کی بنیادوں کو متزلزل نہ کریں، آپ اگر ان زریں اصولوں کے حامی ہیں تو القریش کی معاونت قبول کریں،

القریش کی مدد آپ کن طریقوں سے کر سکتے ہیں

۱۔ رسالہ خود خرید کر، ۲۔ اعزا و احباب اور متوسلین کو خریدار بنا کر، ۳۔ غیر مستطیع اصحاب کے نام جاری کرا کر، ۴۔ قلمی امداد فرما کر، ۵۔ متعلقہ کتب خانہ کی کتابیں خرید کر، ۶۔ رسالہ کی صوری و معنوی نقائص کی اصلاح کے متعلق مشورہ دیکر، ۷۔ القریش کی آواز پر توجہ اور دریافت طلب امور کا جواب دے کر،

نوٹ کر لیجیے

اگر آپ کو کسی وجہ سے ۲۴ تاریخ تک رسالہ نہ ملے تو دفتر کو مطلع کر دیں، اگر آپ کا ایڈریس مستقل طور پر بدل جائے، تو نئے پتہ سے دفتر کو اطلاع دیدیں، اگر کوئی پرچہ ڈاک کی غلطی سے موصول نہ ہو تو مہینہ کی آخری تاریخ تک مکرر طلب کر لیں، خط و کتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیں، دریافت طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ایک آنہ کا ٹکٹ ضرور بھیجیں،

نیازمند

منیجر،

جولائی سنہ ۱۹۳۰ء — صفر المظفر سنہ ۱۳۴۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش امرتسر

جلد ۱۶ نمبر ۶

صلّو علیہ و آلہ

ترا وصف ہے بہ کمالہٖ — تری شان ہے بجمالہٖ
تو بنا تو سارا جہاں بنا — ترا مرتبہ ہمیشہ لہٖ
ہے ہر ایک دل سے فدا ترا — تری ذات حسنِ خصالہٖ
ترا وصف کیا میں بیاں کروں — بلغ العلیٰ بکمالہٖ
ترے حسن کا ہو جو تذکرہ — کشف الدجیٰ بجمالہٖ
تری ذات مجمعِ فضل ہے — حسنت جمیع خصالہٖ
تجھے دیکھتے ہی پڑھیگا دل — صلّو علیہ و آلہٖ
تو غضب میں لطف کا کام لے — تری شان جلّ جلالہٖ
ترے ہجر میں میں ہوں غمزدہ — ہے طلب مرا ہو وصالہٖ
ترے در پہ میں بھی ہوں بینوا — بخدا زِ عشقم نوالہٖ

ترا ایک نامیؔ خستہ ہے
کہ ہو اک نظر بہ کمالہٖ

نامیؔ، کوہ سوار نظام

اَلقریش کی خدمات کا عملی اعتراف

زرِ نقد کی تھیلی کی پیشکش

صوبۂ دہلی، یوپی اور صوبۂ پنجاب کے ۱۲ اضلاع کے قریشی نمائندگان کی موجودگی میں ۲۹ جون ۱۹۳۰ء کو "ندوۃ القریش" کے افتتاحی اجلاس میں ذیل کا رزولیوشن متفقہ طور پر منظور ہوا اور "القریش" کی خدمات کے صلہ میں قوم کیطرف سے زر نقد کی تھیلی پیش کیگئی :-

"ندوۃ القریش" کا یہ اجلاس مولانا محمد علی صاحب زرِ دوق مالک و مدیر القریش کی ۱۶ سالہ مساعی کو عموماً اور گذشتہ اڑھائی سالہ خدمات جلیلہ کو جو انہوں نے مراسیت کے ادعائے قرشیت کی بطلان و تکذیب سے متعلقہ مواد تاریخی کی اشاعت میں بوجہ احسن انجام دی ہیں خصوصاً قدر و منزلت اور عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوا تجویز کرتا ہے۔ کہ اظہارِ تشکر کے طور پر آپ کی خدمت میں قوم کی طرف سے کم از کم ایک سو ایک (۱۰۱) اور زیادہ سے زیادہ پانسو (۵۰۰) روپیہ کی تھیلی پیش کی جائے، و نیز یہ اجلاس برادرانِ قریش سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اَلقریش ایسے مفید ترین قومی آرگن کی امداد و اعانت کے علاوہ اس کی توسیع اشاعت میں پوری سعی و کوشش سے حصہ لیں "

محرک - حافظ نسب رسولؐ قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی قلات، آنریری جنرل سیکرٹری انجمن قریشیان پنجاب، گوجرانوالہ،

موید - ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لدھیانوی، پیر غلام غوث صاحب صدیقی گورنمنٹ پنشنر، سابق پریذیڈنٹ انجمن قریش گوجرانوالہ،

تائید مزید - جناب صدر و حاضرین جلسہ بالاتفاق،

ندوہ کی تاریخی حقیقت

اور اس کے اجرا کی موجودہ ضرورت

تاریخ عرب اس بات کی مظہر ہے۔ کہ اہل حجاز میں سب سے زیادہ ممتاز قبیلہ قریش ہی کا تھا جو فہر الملقب بہ قریش کی نسل سے تھا۔ فہر تیسری صدی عیسوی میں ہوا۔

پانچویں صدی عیسوی میں فہر کی اولاد میں سے قصی بن کلاب قریش کا ایک بڑا مدبر سردار تھا۔ اسی کے دم سے قریش کو قوت شوکت اور سطوت حاصل ہوئی، اس نے مکہ پر اقتدار حاصل کرکے بتدریج سارے حجاز کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اس کے عہد سے پہلے مکہ چھوٹی چھوٹی بستیوں کا مجموعہ تھا۔ جن میں عام طور پر جھونپڑی اور خیمے ہوتے تھے۔ قصی نے کعبہ کو از سر نو تعمیر کیا اور اپنے لئے ایک محل بنوایا۔ جس کا ایک بڑا کمرہ پبلک کاموں کی انجام دہی کے لئے لوگوں کی کونسل کے کام آتا تھا۔

اس نے کعبہ کے ارد گرد قریش کو پتھر کے بنے ہوئے مکانات میں رہنے پر مجبور کیا اور لوگوں پر مناسب طور سے حکومت کرنے کے لئے لگان کی وصولی اور عرب کے بہت سے حصص سے کعبہ کی زیارت کو آنیوالے جاتریوں کے کھانے اور پینے کا انتظام کرنے کیلئے قوانین بنائے اس نے اپنے دورانِ حیات میں خانہ کعبہ کے قریب ایک دار المشورۃ قائم کیا۔ جس کا نام "دار الندوہ" رکھا۔ اس میں وہ قوم کے مقدمات فیصل کیا کرتا،

یہی نہیں بلکہ قریش جب کبھی کسی جلسہ یا جنگ کی طیاری کرتے تو اسی عمارت میں کرتے۔ قافلے باہر جاتے تو یہیں سے طیار ہو کر جاتے۔ نکاح اور دیگر تقاریب کے مراسم بھی یہیں ادا ہوا کرتے،

قصی نے سنہ ۴۴۰ء میں مکہ میں جمہوری حکومت کی بنیاد رکھی، آپ کا سن ولادت تو نہیں مل سکا۔ مگر سن وفات سنہ ۴۸۰ء ہے آپ کے بعد عبد مناف پھر ہاشم پھر عبد المطلب (المولود سنہ ۴۹۷ء) اور پھر ابو طالب اپنے اپنے زمانے میں مکہ کے محترم سردار ہوا کئے، اسی دودمان عالی میں جو اباً عن جدٍ معزز اور ممتاز چلا آتا تھا۔ فخر کونین جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موسم بہار میں دو شنبہ کے دن ۹ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل سنہ ۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ سمت ۶۲۸ بکرمی کو بعد از صبح صادق و قبل از طلوع آفتاب مکہ معظمہ میں ضیا پاشِ عالم ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ مبارک کے بعد بعہدِ اسلام سنہ ۱۳ نبوت میں کفار قریش نے جب یہ دیکھا کہ مسلمان مدینہ میں جا کر طاقت اور قوت پکڑتے جاتے ہیں اور وہاں اسلام پھیلتا جاتا ہے تو اسلام کی اس بڑھتی ہوئی

سے قریش کے سینوں میں آگ لگ گئی، اس بنا پر کفار مذکو رنے "دار الندوہ" میں جو دار المشورہ تھا۔ ایک آخری فیصلہ کے لئے اجلاس عام کیا جس میں بڑے بڑے قبائل کے رؤسا شریک ہوئے مختلف رائیں پیش ہوئیں، ایک نے کہا کہ محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) کو پکڑ کر قید کر دیا جائے۔ ایک رائے تھی کہ آپؐ کے ہاتھ پاؤں میں زنجیریں ڈالکر مکان میں بند کر دیا جائے، ایک نے کہ آپ کو جلا وطن کر دیا جائے مگر یہ رائیں جلسہ کو پسند نہ آئیں، آخر ابوجہل نے کہا کہ جب تک محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) زندہ ہیں، خواہ کہیں ہوں اسلام ضرور پھیلے گا۔ اگر اسلام مٹانا چاہتے ہو تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام کر دینا ضروری ہے، ابوجہل کی رائے یہ بھی تھی کہ اس مقصد کی تکمیل کیلئے ہر قبیلہ سے ایک ایک شخص کا انتخاب ہو اور یہ مجمع ایک ساتھ ملکر تلواروں سے اُن کا خاتمہ کر دے اس صورت میں اُن کا خون تمام قبائل میں بٹ جائیگا۔ اور آل ہاشم تمام قبائل کا مقابلہ نہ کر سکیں گے، اس اخیر رائے پر اتفاق عام ہوگیا اور جھٹ پٹے سے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ مبارک کا محاصرہ کر لیا گیا۔ تاکہ آنحضرت صلعم جب باہر نکلیں تو یہ فرض ادا کیا جائے،

ادھر کفار نے یہ فیصلہ کیا تو اُدھر خدا تعالےٰ کیطرف سے حضور صلعم کو حکم ہوا کہ مدینہ کیطرف ہجرت کر جائے، چنانچہ اسی بنا پر ۲۲ جولائی سنہ ۶۲۲ء کو بروز جمعہ آپؐ رونق افروز مدینہ ہوئے، اس واقعہ کو ہجرت کہتے ہیں اور یہی وہ ہجرت ہے جو فتح اسلام کا باعث ہوئی، دشمن ناکام و نامراد رہے اور حضور صلعم مظفر و منصور،

کعبہ کی تعمیر مختلف زمانوں میں ہوتی رہی۔ چنانچہ ابتداء سے لیکر آج تک نو مرتبہ تعمیر کعبہ ہو چکی ہے، معتضد باللہ عباسی کا عہد خلافت ۲۷۹ھ سے لیکر ۲۸۹ھ تک رہا۔ اس دوران میں جب اس نے صحن حرم کو بڑھایا تو سنہ ۲۸۱ھ میں دار الندوہ کو جو قصیٰ کے زمانہ سے چلا آتا تھا مسمار کر کے داخل حدود حرم کر دیا۔ اور حد امتیازی پر ایک دروازہ تعمیر کیا جس کا نام باب الزیادہ رکھا،

پس یہ ہے اس اوّلینہ ندوہ قریش" کی مختصر تاریخی کیفیت، زمانۂ حال میں چودھویں صدی ہجری کے ربع ثانی میں بزرگ قوم مولانا حکیم فرید احمد صاحب عباسی پرنسپل طبیہ کالج دہلی نے مقتضیات زمانہ کی رو سے قوم کی نبض شناسی کرتے ہوئے شدت کے ساتھ اس امر کی ضرورت کو محسوس کیا، کہ تنظیم قریشیت اور قومی شیرازہ بندی کے لئے ایک منضبط مرکز قائم کیا جائے، چنانچہ آپ نے قریشیان ہند کے نامور قومی آرگن "القریش" امرتسر" کے ذریعہ سے ستمبر سنہ ۱۹۲۵ء میں یہ تجویز پیش کی کہ سادات قریش کا ایک ندوہ ہونا چاہیئے جس کا نام "ندوۃ القریش" ہو اور یہ نام اس لئے موزوں سمجھا، کہ قریش کے جد اعلیٰ حضرت سید قصی بن کلاب کا مقرر کردہ ہے۔ جنہوں نے اطراف و جوانب سے تمام سادات قریش کو مکہ میں جمع کیا تھا اس لئے اس نام کی برکت جاذب قلوب ہوگی،

یہ مفید تجویز کسی ایسی ساعت سعید میں آپ نے قوم کے سامنے پیش کی تھی جو اندر ہی اندر اپنا اثر اور کام کرتی رہی اور درحقیقت جاذب قلوب بھی ثابت ہوئی،

چنانچہ ۲۹ جون سنہ ۱۹۳۰ء کی تاریخ ایک نہایت مبارک تاریخ ہے۔ جبکہ حکیم صاحب موصوف کی تحریک سے پونے پانچ سال بعد امرتسر کی تاریخی سرزمین میں حکیم صاحب ممدوح ہی کی زیر صدارت ایک اجتماع میں "ندوۃ القریش" کے افتتاح کی کارروائی پوری کامیابی

کے ساتھ عمل میں آئی ،

تاریخی لحاظ سے اگر ازمنۂ ماضیہ کا وہ اولینہ ندوہ پانچویں صدی عیسوی میں ملک عرب کے اندر قریش کے منتشر اجزائے قومی کو مجتمع کرنے کے لئے تھا تو بیسویں صدی عیسوی کا یہ حالیہ ندوہ ہندوستان میں سادات و قریش کو جو بحیثیت مجموعی یہاں سترہ لاکھ ستائیس ہزار چار سو چالیس نفوس پر مشتمل ہیں ایک ہی سلک میں منسلک کرنے کے لئے ہے۔ اگر وہ ندوہ بایام ابوجہل اسلام کے مٹانے کے لئے تھا تو عہد اسلام کا یہ ندوہ اسلام کے پھیلانے کے لئے ہے، اگر وہ "ندوہ" ۱۳ سنہ نبوت میں جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس کی مخالفت کے لئے تھا تو محرم ۱۳۴۹ھ کا یہ "ندوہ" ہمارے آقا و مولا جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و محبت کے لئے ہے ،

پس قریش والو! اٹھو، سنبھلو! اور بڑھو، اس لئے کہ اگر چاہتے ہو کہ عظمتِ رفتہ کا رونا ختم ہو جائے، بخت خفتہ جاگے اور عزت کی زندگی نصیب ہو تو سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں جوق در جوق "ندوۃ القریش" میں شامل ہو جاؤ اور فلاح پاؤ،

حال و استقبال ہر دو حاصلِ تدبیر تست
ہاں بجہد آمادہ شو در دست تو تقدیر تست

گوجرانوالہ ، یکم جولائی سنہ ۱۹۳۰ء ، قاضی نظیر حسین فاروقی ، ریٹائرڈ مستوفی

القریش

(رشحۂ قلم جواہر رقم جناب ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لدھیانوی)

جس قوم کا ہے قافلہ سالار القریش — کرتا ہے اس کو آج کل بیدار القریش
کرتا ہے سولہ سال سے خدمات قوم کی — بن جائیں اب تو آپ خریدارِ القریش
عظمت قریش کی ہوئی ہے جس سے سربلند — ہے ہند میں وہ ایک ہی اخبار القریش
اس نے بچایا ہند میں ناموس قوم کو — قومی حقوق کا ہے طلب گار القریش
رونق ہیں بزم قوم کی رونق بنے ہوئے — جب سے لگایا ہند میں گلزار القریش
اعدائے قوم کو ہٹا کیا جس نے لاجواب — قوم قریش کی ہے وہ تلوار القریش

رہبر ہے اس کو قوم نے تسلیم کر لیا
محبوب تم بھی مان لو سردار القریش

ندوۃ القریش کا قیامِ استقلال

افتتاحی اجلاس کی مختصر روئیداد

قوم کی شدید ضروریات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے تنظیم قرشیت کے لئے رئیس الاطبا حضرت مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی الہاشمی ثم الدہلوی طبیب خاص طبیہ کالج دہلی نے ستمبر ۱۹۲۵ء میں ندوۃ القریش کی ایک پرزور تحریک پیش کی۔ جس کا لائحہ عمل "حقیقۃ السیادۃ" کتابچہ تفصیلی طور پر شائع کرکے ایک ہزار کی تعداد میں آپ نے تقسیم بھی کر دیا، "ندوۃ القریش" کے مقاصد اور قواعد ضوابط بھی قوم کے سامنے پیش کر دیئے گئے۔ لیکن قوم میں اس قدر احساس ہی نہ تھا کہ وہ قومی ضروریات کا لحاظ کرتی ہوئی اس مفید تحریک پر لبیک کہتی، ہندوستان بھر کے کم و بیش ۱۸ لاکھ سادات قریش میں سے کوئی ایک آواز بھی تائید میں بلند نہ ہوئی اور قبلہ حکیم صاحب موصوف مایوسی کے ساتھ خاموش ہو گئے، ہندوستان میں تو نہیں البتہ پنجاب کے بعض اضلاع میں "القریش" کی پیہم صداؤں سے قومی جمود میں ایک تلاطم پیدا ہو چکا تھا اور اس وجہ سے پنجاب کے بعض مقامات پر قومی انجمنیں موجود بھی تھیں لیکن کمال افسوس انتہائی رنج اور بعید ملال کا مقام ہے کہ ان انجمنوں میں سے کسی ایک نے بھی حکیم صاحب ممدوح کی اس مفید ترین تحریک کی تائید نہ کی قوم کی یہ بے اعتنائی اور بے سرد مہری بدرجہ اتم حوصلہ شکن تھی اور شک نہیں کہ مولانا حکیم فرید احمد صاحب عباسی کی جگہ کوئی دوسرا شخص ہوتا تو زندگی کے آخری لمحوں تک قوم کا نام تک نہ لیتا۔ لیکن آپ مستقل مزاج، پختہ کار اور سرد و گرم چشیدہ تجربہ کار تھے، اس لئے قوم کی اس بے پرواہی پر آپ کی جبیں پر بل تک نہ آیا۔ اور اپنی تحریک کو عملی جامہ پہنانے کے لئے موقع کی تلاش میں لگے رہے۔ القریش پانچ سال تک برابر قوم کو ہم آہنگ کرنے کے لئے ساعی رہا۔ کسی کی محنت رائگاں نہیں جاتی، خدا کا فضل و کرم شاملِ حال ہوا۔ قوم نے پہلو بدلا آنکھ کھولی، اور القریش کی آواز سنی تو بجائے خود ہر شخص "ندوہ" کی حمایت و اعانت کیلئے تیار تھا سرزمین امرتسر کو قدرتاً یہ شرف حاصل ہے کہ وہ ہر مفید تحریک میں پیش پیش ہوتی ہے، مراسیت کے ادعائے باطلہ کے خلاف آواز اٹھانے اور اس کی سرزنش کے بعد "ندوۃ القریش" کے اجرا کی صدائے تائید بھی یہیں سے بلند ہوئی، اور چند دردمندان کی جمیعت نے متفقہ طور پر باطل شکن، "حافظ نسب رسولؐ" قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی گوجرانوالہ کے مشورہ سے پیہم مخالفتوں کے باوجود اللہ کا نام لیکر ندوہ کا سنگ بنیاد رکھدیا۔ اوائل مارچ میں پہلا اجلاس منعقد ہوا اور دفتری ضروریات کیلئے گیارہ روپیہ کی نقد رقم تبرکاً جمع ہو گئی، حکیم شہاب الدین صاحب سکرٹری اور بابو محمد طفیل صاحب حلیم فاروقی جوائنٹ سکرٹری مقرر ہوئے، اور کام شروع کر دیا گیا۔ چند دردمندان قوم کی خدمت میں مراسلات لکھے گئے اور قاضی نظیر حسین صاحب

فاروقی موصوف، حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی محرک اول، حکیم فضل حسین صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی وکیل، قاضی فضل حسین صاحب رئیس امین آباد، ڈاکٹر احمد علی صاحب سب اسسٹنٹ سرجن، ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لدھیانوی پیر غلام غوث صاحب صدیقی پنشنر، مولوی محمد سعید عالم صاحب فاروقی بی۔او۔ایل، پیر علی احمد صاحب فریدی قریشی، قاضی الطاف حسین صاحب پنشنر، بابو احمد دین صاحب پنشنر۔ حکیم طالب علی صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر، قریشی محمد عظیم صاحب اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ قانونگو، رونق صاحب مدیر القریش اور سید شہاب الدین سکرٹری کے دستخطوں سے ایک مطبوعہ اعلان قوم کے سامنے پیش کیا گیا۔ کم وبیش پانچ سو مراسلات جاری ہوئے، قوم بیدار ہو چکی تھی اسے اپنی ضروریات کا احساس ہو چکا تھا۔ ہر طرف سے لبیک لبیک کی صدائیں بلند ہوئیں فارم ممبری اور چندے موصول ہونے لگے اور ایک ہی مہینہ میں ایک سو سے زائد مستقل ممبر بن گئے (اور ۲۹ جون تک اس میں بیش قدر اضافہ ہو گیا) اب استقبال ندوہ کی تجویز پیش ہوئی، اور "حافظ نسب رسول" قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی، حکیم فضل حسین صاحب ای۔اے۔سی، قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی، ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لدھیانوی اور مقامی ممبران کی رائے سے قرار پایا۔ کہ ۲۸۔ ۲۹ اور ۳۰ جون ۱۹۳۰ء کو افتتاحی اجلاس کر دیا جائے، چند روزہ حوصلہ افزا کارروائی سے کارکنان اور مقامی ممبران کے حوصلے بلند و بالا ہو چکے تھے، ان کے عزائم میں بیش از بیش پختگی آ چکی تھی، اس لئے انہوں نے اخراجات اور تکالیف کی پروا نہ کرتے ہوئے افتتاحی اجلاس کا اعلان کر دیا۔ اور صوبہ دہلی و یوپی اور پنجاب کے نمائندگان قریش کو شرکت اجلاس کی دعوت دیدی، عزم راسخ کامیاب ہوا کرتا ہے اور صداقت فتحیاب، مہمانوں کی آمد کا تواتر ۲۸ صبح سے شروع ہوا، ریلوے سٹیشن پر مہمانوں کے استقبال اور قیام گاہ پر انکی خاطر و مدارات کیلئے ۱۲ گریجوایٹ انڈر گریجوایٹ نوجوان بطور والنٹیر خدمات انجام دے رہے تھے، ۲۹ صبح تک صوبہ دہلی اور یوپی کے علاوہ صوبہ پنجاب کے ۱۲ اضلاع کے نمائندگان تشریف لا چکے تھے، پہلا اجلاس ۲۹ تاریخ کی صبح کو ۹ بجے مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی اور دوسرا بعد نماز ظہر مولانا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کی صدارت میں ہونا تجویز ہو چکا تھا۔ لیکن صبح ترشح شروع ہوا اور رحمت باراں نے ندوہ کا استقبال کیا۔ اس لئے پہلے وقت کا اجلاس ملتوی رہا اور دوسرا ٹھیک ۲ بجے اضلاع کرنال، لدھیانہ، جالندھر گورداسپور، گوجرانوالہ، فیروزپور، سیالکوٹ، لاہور، شیخوپورہ، لائل پور، جہلم اور امرتسر، اور صوبہ دہلی و یوپی کے نمائندگان کی موجودگی میں شروع ہوا۔ قرآن خوانی کے بعد حکیم طالب علی صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر پنجاب نے تجویز صدارت پیش کی، جس کی تائید قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی، جناب رونق اور حاضرین جلسہ نے کی، جناب صدر نے کرسی صدارت کو زینت دیتے ہوئے خطبہ صدارت پڑھنا شروع کیا۔ حاضرین لطف اندوز ہو رہے تھے اور جھومتے تھے، اس کے بعد ضرورت و عدم ضرورت ندوہ پر مختلف خیالات کا اظہار شروع ہوا۔ ایک مقرر نے اپنی طویل تقریر میں قیام ندوہ کی مخالفت کی، جس کے جواب میں باطل شکن، "حافظ نسب رسول" نے خداداد قابلیت سے ایک فاضلانہ لیکچر میں بدلائل قاطع و براہین ساطع ثابت کر دیا کہ قیام و استقلال ندوہ کی قوم کو شدید ضرورت ہے اور ہونا چاہیئے، اس موضوع پر چند تقریریں ہوئیں لیکن باطل شکن موصوف کے دلائل

ثابتہ کی کوئی تردید نہ ہو سکی اور بالآخر جناب صدر نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ کہ میں قومی ضروریات اور تنظیم ملت کے لئے ندوہ کو قائم کرتا ہوں اور میں نے ندوہ قائم کر دیا ہے" آپ کے اس ارشاد سے بحث ختم ہو گئی اور ندوہ کی ضرورت تسلیم کرتے ہوئے ندوہ کو قوم کی نمائندہ جماعت مان لیا گیا۔ چون و چرا کی گنجائش نہ رہی اور کارکنان ندوہ کی محنت ٹھکانے لگی، الحمد للہ علی احسانہ،

اب کارروائی شروع ہوئی اور پہلی قرارداد بالفاظ ذیل صدارت کی طرف سے پیش ہو کر باتفاق رائے منظور ہوئی،

صوبۂ پنجاب، دہلی اور یوپی کے قریشی نمائندگان کا یہ اجلاس اصلاح و تنظیم قرشیت کے لئے قومی مرکز کی شدید ضرورت محسوس کرتا ہوا متفقہ طور پر "ندوۃ القریش" کو اپنا قومی مرکز تسلیم کرتا ہے اور برادران قریش کا فرض قرار دیتا ہے کہ وہ قومی تنظیم کیلئے ندوۃ القریش کے ماتحت ہندوستان بھر میں صوبہ وار اور ضلعوار کمیٹیاں قائم کرنے کی انتہائی کوشش کریں۔ اس کے مقاصد کی اشاعت کریں، اور اپنے اقارب و اعزا کو اس کی رکنیت قبول کرنے کی ترغیب دلا کر عند اللہ ماجور ہوں،

دوسری قرارداد

"ندوۃ القریش" کا یہ اجلاس اس امر کی شدید ضرورت محسوس کرتا ہے، کہ حکومت پنجاب کی توجہ اس فروگذاشت کی جانب مبذول کرائی جائے۔ جو تشخیص اقوام زراعت پیشہ کیوقت قوم قریش کے متعلق وقوع میں آئی، اور جس میں بذریعہ پنجاب گورنمنٹ گزٹ مورخہ ۹ راگست مجریہ ۱۱ اگست ۱۹۱۱ء اور بذریعہ سٹینڈنگ آرڈر نمبر ۱ مورخہ ۹۔فروری ۱۹۱۹ء اور ازاں بعد بھی ترمیم و تصحیح ہو چکی ہے، سادات و قریش میں نسبی حیثیت سے کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے جس طرح سادات کو بلا استثنیٰ زراعت پیشہ تسلیم کیا گیا ہے اسی طرح قریش بھی زراعت پیشہ تسلیم کئے جانے کا حق رکھتی ہے، اضلاع پنجاب میں وہ بڑی بڑی جاگیروں اور اراضیات کی مالک ہیں اور ماسوائے کرنال، رہتک، لدھیانہ، فیروزپور، امرتسر اور گورداسپور باقی تمام اضلاع میں نوٹیفائڈ ہو چکی ہے، چونکہ متذکرہ چھ اضلاع کے قریشیوں کو نوٹیفائڈ نہ ہونیکی وجہ سے تعلیمی و معاشری نقصان پہونچتا اور انکی شدید حق تلفی ہوتی ہے لہذا یہ اجلاس مناسب سمجھتا ہے کہ حکومت پنجاب کی خدمت میں التماس کیجائے کہ وہ ان اضلاع کے قریشیوں کو بھی زراعت پیشہ تسلیم کرلے،

۳

"ندوۃ القریش" کا یہ اجلاس مولانا محمد علی صاحب ترونق مالک و مدیر القریش کی ۲۱ سالہ مساعی کو عموماً اور گذشتہ اڑھائی سالہ خدمات جلیلہ کو جو انہوں نے مراسیت کے ادعائے قرشیت کے بطلان و تکذیب سے متعلقہ مواد تاریخی کی اشاعت میں بوجہ احسن انجام دی ہیں خصوصاً قدر و منزلت اور عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوا تجویز کرتا ہے کہ اظہار تشکر کے طور پر آپ کی خدمت میں کم از کم ایک سو ایک اور زیادہ سے زیادہ پانسو روپیہ کی تھیلی پیش کیجائے، نیز یہ اجلاس برادران قریش سے اپیل کرتا ہے کہ وہ القریش ایسے مفید ترین قومی آرگن کی امداد و اعانت کے علاوہ اس کی توسیع اشاعت میں پوری سعی و کوشش سے حصہ لیں"،

دردمند قوم "حافظ نسب رسولؐ" حضرت مولانا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی نے ایک ولولہ انگیز، پُرمغز فاضلانہ تقریر کے ساتھ اس رزولیوشن کو پیش کیا جس پر ہر طرف سے تائید تائید کی صدائیں بلند ہوئیں، اور متفقہ طور پر قرارداد منظور ہو جانے پر قاضی صاحب موصوف نے

اپنی جیب سے پانچ روپے اس فنڈ میں پیش کئے، ساتھ ہی بہی خواہ قوم حکیم فضل حسین صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر نے دس روپے پیش کر دیئے اور چندہ ہونا شروع ہوا۔ بعض احباب نے وعدہ لکھانے کو کہا۔ لیکن صدر صاحب نے وعدے قبول نہ کئے اور کہا کہ جو کچھ ہو نقد وصول ہونا چاہیئے، چنانچہ ایک معقول رقم اسی وقت بصورت نقد وصول ہوگئی۔

زرِ نقد صاحب نے قوم کی اس حوصلہ افزائی اور قدردانی کا مختصر الفاظ میں شکریہ ادا کرتے ہوئے اس عطیہ کو بطیب خاطر "ندوہ" کے فنڈ میں منتقل کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس پر ہر طرف سے جزاک اللہ کی صدائیں بلند ہوئیں چنانچہ آپ کی اس ہدیہ کو نہایت خوشی کے ساتھ ندوہ کے لئے قبول کیا گیا۔

۴

یہ اجلاس "ندوۃ القریش" کی اگزیکٹو کمیٹی منعقدہ ۱۴ مارچ ۱۹۳۰ء کے منظور کردہ رزولیوشن کی تائید مزید کرتا ہوا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی کی ان خدمات جلیلہ کو جو انہوں نے مراسیت کے ادعائے قرشیت کی دھجیاں بکھیرنے میں قلمی جہاد کی صورت میں مستند تاریخی ریکارڈ کے حوالوں سے انجام دی ہیں قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتے ہوئے تجویز کرتا ہے کہ اظہار تشکر کے طور پر آپ کی خدمت میں "ندوہ" کی طرف سے سنہری تمغہ جس پر "حافظ نسب رسولؐ قاضی نظیر حسین فاروقی" کے الفاظ کندہ ہوں پیش کیا جائے، اور قاضی صاحب سے خواہش کرتا ہے کہ وہ قوم کے اصلاحی امور میں بیش از بیش حصہ لیتے ہوئے "ندوۃ القریش" کے مقاصد علمی کی اشاعت و تکمیل میں کارکنان ندوہ کی زیادہ سرگرمی کے ساتھ امداد و اعانت کریں۔

یہ رزولیوشن ایک مختصر تقریر کے بعد جناب رونق مدیر القریش نے پیش کیا، پیر غلام غوث صاحب گورنمنٹ پنشنر اور حاضرین نے احترام و عزت کے ساتھ تائید کرتے ہوئے اس کو شرف قبولیت بخشا، مخدومی حکیم فضل حسین صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کی طرف سے اس کیلئے بھی دس روپے پیش کئے اور چندہ شروع ہوا، اور ایک معقول رقم اس کے لئے بھی فراہم ہوگئی، اس موقع پر کچھ عدے بھی ہوئے تفصیل علیحدہ شائع کیجائیگی۔

محترم قاضی صاحب نے فرمایا کہ میں اس خدمت کا جو میں نے خوشنودی خدا و رسولؐ کے لئے انجام دی ہے اجر خدائے برتر و اکبر سے چاہتا ہوں، اس لئے میں تمغہ کی رقم ندوہ فنڈ کی نذر کرتا ہوں، اس پر جناب صدر نے کہا کہ تمغہ میں اپنی گرہ سے بنوا کر بھیجدونگا۔ کیونکہ قاضی صاحب اس اعزاز کے واقعی مستحق ہیں، اس لئے فراہم شدہ اور موعودہ رقوم جو اس فنڈ میں موصول ہوں "ندوہ فنڈ" میں منتقل کر دیجائیں، اس پر جناب صدر، اور جناب قاضی صاحب کا حاضرین کیطرف سے شکریہ ادا کیا گیا۔

۵

ندوۃ القریش کا یہ اجلاس مراسم مروجہ بیجہ کو شریعت حقہ اسلامیہ کے سراسر خلاف اور عروج و ارتقائے قومی کے از بس منافی خیال کرتا ہوا برادران قریش کا فرض قرار دیتا ہے کہ آئندہ وہ اپنی شادی غمی وغیرہ تقاریب پر ان خرافات سے قطعی اجتناب کریں، جو گمراہی و تباہی کیساتھ ساتھ مفلسی و قلاشی کا موجب و خدائے برتر و اکبر کی ناراضی کا باعث ہو رہے ہیں، یہ اجلاس مناسب سمجھتا ہے کہ تکلفات پر زر نقد ضائع کرنیکے بجائے ان مواقع پر اپنے قومی مرکز "ندوۃ القریش" کی فراخدلی کے ساتھ امداد کیجائے۔

۶

"ندوۃ القریش" کا یہ اجلاس سلطان ابن سلطان ہز اگزالٹیڈ ہائی نس اعلحضرت سر میر عثمان علی خان فرمانفرمائے دکن اداماللہ برکاتہ کے ان تفقدات و تلطفات شاہانہ کا بصد قدر سپاس گزار ہے جو جہاں پناہ کیطرف سے قوم قریش کے جریدہ زریدہ "القریش" پر جاری و ساری ہیں۔ نیز حضور کی علم پروری و معارف نوازی سے اپیل کرتا ہے کہ خسروز سجادہ اپنے بذل جاریہ بخشش سابقہ کی اپنی نوازشات کریمانہ کو جاری رکھتے ہوئے قریش کے نمائندہ مرکز "ندوۃ القریش" کو اپنے مقاصد خصوصی میں کامیاب ہونیکے لئے اسکی دستگیری فرمائیں،

یہ رزولیوشن منجانب صدر پیش ہوا۔ اور محترم قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی (حافظ نسب رسول ؐ) کی تحریک پر ادب و احترام کو ملحوظ رکھنے کے لئے سروقد کھڑے ہو کر منظور کیا گیا۔

۷

"ندوۃ القریش" کا یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ رزولیوشن نمبر ۳ و ۶ کی نقول زریں حروف میں شاہانہ اداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے سلطان علوم شہریار دکن حرسہا اللہ عن الشر والفتن کی بارگاہ قدسی اساس میں مناسب طریق پر پیش کرنیکی عزت حاصل کیجائے"۔

یہ رزولیوشن قریشی محمد عظیم صاحب کی تحریک ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لدھیانوی کی تائید اور حاضرین کی تائید مزید سے بالاتفاق منظور ہوا۔

۸

"ندوۃ القریش" کا یہ جلسہ علیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال کی وفات حسرت آیات پر دلی تاسف کا اظہار کرتا ہے، مرحومہ حقیقی معنوں میں مسلمانوں کی مادر مہربان تھیں، اس لئے ندوہ کی رائے میں ان کا انتقال قوم و ملک کیلئے ایک ناقابل تلافی صدمہ ہے، اللہ تعالیٰ مرحومہ کو غریق رحمت کرے،

یہ رزولیوشن جناب صدر حکیم فرید احمد صاحب عباسی کے فرزند علی عثمان صاحب بی۔ اے نے پیش کیا اور حاضرین نے عزت و احترام کے خیال سے کھڑے ہو کر منظور کیا۔

۹

"ندوۃ القریش کا یہ جلسہ ہز ہائی نس نواب صاحب رامپور کے انتقال پر ملال پر اندوہ و الم کا اظہار کرتا ہے، مرحوم اسلام کا سچا درد اپنے دل میں رکھتے تھے اور آپ کی وفات ندوہ کی رائے میں اس قحط الرجال کے زمانہ میں قوم و ملک کیلئے ایک صدمہ عظیم ہے، خدائے برتر و اکبر مغفرت کرے۔ آمین۔"

یہ رزولیوشن ایک دہلوی بھائی کیطرف سے پیش کیا گیا اور اسے بھی مودبانہ طریق پر کھڑے ہو کر بالاتفاق منظور کیا گیا۔

۱۰

"ندوۃ القریش کا یہ اجلاس حکومت پنجاب کی توجہ اس امر کی جانب معطوف کرانا اپنا فرض جانتا ہے۔ کہ چونکہ عیدین کا تعین ہلال کی امد پر

مبنی ہے اور چونکہ رویت ہلال کا قبل از وقت معلوم ہونا ممکن نہیں جسکی وجہ سے مسلمان سرکاری ملازموں کو جو اپنی ملازمت کے مقاموں سے دور اپنے گھروں میں جاکر عید منانا چاہتے ہیں اور نیز اس لحاظ سے کہ ان اہم ترین اسلامی تیوہاروں پر بہت سی مذہبی رسوم ادا کرنی ہوتی ہیں۔ اس لئے یہ از بس ضروری ہے کہ عیدین کی تعطیلات بجائے ایک کے آئندہ دو ہوا کریں۔ تاکہ سرکاری ملازمانِ مذکور کو بسہولیت اور باطمینان ادائے فرائض مذہبی کا موقع ملے۔

۱۱

"ندوۃ القریش" کا یہ اجلاس قریشیان ہند سے خواہش کرتا ہے۔ کہ وہ زکوٰۃ کا تمام روپیہ "ندوۃ القریش" فنڈ میں داخل کیا کریں تاکہ قوم کے بچوں کی تعلیم و تربیت ندوہ کیطرف سے کی جاسکے،

اس کے بعد کارکنان ندوہ کا انتخاب عمل میں آیا، مولانا قاضی نظر حسین صاحب فاروقی کی تحریک اور حاضرین کی تائید سے مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب صدر جلسہ ایک سال کیلئے "ندوہ" کے مستقل صدر قرار پائے، اور جناب ذاکر مدیر القریش نائب صدر منتخب ہوئے، سکرٹری، جوائنٹ سکرٹری کے عہدوں پر حکیم شہاب الدین اور بابو محمد طفیل حلیم فاروقی مستقل کئے گئے۔ علیٰ ہذا خزانچی اور آڈیٹر آف اکاؤنٹس کے عہدوں پر "علم الدین محمد حفیظ قریشی اینڈ کو" اور قریشی محمد عظیم صاحب مستقل ہوئے، اور تجویز ہوا کہ ندوہ کے صوبہ وار سرپرست مقرر کئے جائیں، چنانچہ جناب صدر کی تحریک پر جناب حکیم محمد جمیل خان صاحب رئیس اعظم سکرٹری طبیہ کالج صوبہ دہلی کی طرف سے اور "حافظ نسب رسولؐ" کی تحریک پر جناب حکیم فضل حسین صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کرنال صوبہ پنجاب کی طرف سے سرپرست منتخب کئے گئے،

اس کے بعد نیازمند نائب صدر کو صدر صاحب نے تحریری اجازت دیدی کہ مقامی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مقامی ممبران کے مشورے سے مجلس عاملہ کے اراکین منتخب کرلئے جائیں اور کام کو بطریق احسن جاری رکھنے، مقاصد کی تکمیل و اشاعت اور ندوہ کو صحیح معنوں میں قریش کی ہمہ گیر پارٹی بنانے کے لئے مناسب ذرائع عمل میں لائیں، جلسہ مہمانوں کے شکریہ اور دعائے خیر کے بعد بخیر وخوبی برخاست ہوا، فللّٰہ الحمد،

نامناسب ہوگا اگر اس موقع پر فداکارانِ قوم جو مختلف شعبوں میں جلسہ کے انتظام میں حصہ لے رہے تھے شکریہ ادا نہ کیا جائے مسٹر محمد طفیل صاحب حلیم فاروقی جوائنٹ سکرٹری بذاتِ خاص ہیڈ والنیٹر کی خدمات پر مامور ہوئے اور آپ نے جس شغف و انہماک اور شوق سے تمام کاموں کو انجام دیا وہ تحسین و آفرین کی حد سے بلند و بالا ہیں، مسٹر بشیر احمد صاحب شبلی بی۔ اے متعلم ایم۔ اے کلاس عزیزان عبدالمجید، عبدالرشید طالب علمان ایف۔ اے، محمد خورشید، عبدالواحد طالب علمان انٹرنس کلاس، منشی احمد علی، منشی محمد حفیظ ٹیچران اور منشی احمد دتا کلرک وغیرہم نوجوانوں نے اپنی پوزیشن کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس موقع پر نہایت مسرت کے ساتھ چپراسیوں کی خدمات انجام دیں اور مہمانوں کی خاطر و مدارات اور جلسہ سے متعلقہ انتظامی امور میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیا۔ قوم کے ان نونہالوں کا یہ جذبۂ قومی اور یہ ولولہ ترقی بہرنوع قابل ستائش ہے، خداوند کریم اس ینگ پارٹی کے عزائم

کے قیام پر مسرت و شادکامی کا اظہار اور دلی تپاک کے ساتھ اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس کی رکنیت قبول کی اور آئندہ اجلاس میں شریک ہونے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ چند مراسلات کے اقتباسات حسب ذیل ہیں ؛

ڈاکٹر عبدالکریم صاحب سب اسسٹنٹ سرجن تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "قریش کی قومی بازی "ندوۃ القریش" کے قیام سے بعید مسرت و اطمینان ہوا۔ دلی خواہش تھی کہ افتتاحی اجلاس میں شامل ہو کر لطف اٹھاؤں۔ لیکن ملازمت میں کثرت کار نے افسوس کہ محروم رکھا۔"

قریشی غلام حسن صاحب رئیس ہزیرہ! "دلی تمنا تھی۔ کہ افتتاحی اجلاس اٹنڈ کرکے "ندوہ" کی کارروائی میں حصہ لوں۔ مسودہ سرمہ کے لوگ شاہد ہیں کہ میں قومی کاموں کا فدائی ہوں۔ افسوس کہ اس وقت حاضری سے معذور رہوں۔ یار زندہ صحبت باقی!

قریشی محمد ایزد بخش صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر، کراچی! ندوہ کا قیام قوم کے لئے موجب ترقی اور فخر ہے۔ کوشش ہونی چاہئیے کہ تعلیم قوم کے بعد پہلا کام ترک رسوم ہو، میں پانچ روپے سالانہ چندہ رکنیت ادا کرتا ہونگا۔ میں خود حاضر ہو کر تجاویز پیش کرتا۔ مگر افسوس کہ بہت دور ہوں، میری طرف سے حسب ذیل تجاویز جلسہ میں پیش کر دیجئے،

ایس غلام نصیر صاحب سیالکوٹ! قیام "ندوہ" کی مبارکباد پیش کرتا ہوں، اس خفتہ قوم کو بیدار کرنے کی بس یہی ایک تجویز ہے۔ میں اس کی کامیابی کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ دن دونی اور رات چوگنی ترقی بخشے۔ تاکہ قوم اپنا کھویا ہوا اقبال حاصل کرے۔ فی الحال اپنا اور اپنے بھائی کا نام ممبری میں بھیجتا ہوں اور باقی برادری کے فارم بھیجنے کی کوشش کرونگا۔

پیر عبدالرشید صاحب سوداگر، کئی روز سے سفر میں تھا۔ واپسی پر آپ کا خط ملا تو وقت گذر چکا تھا افسوس کہ حاضری سے معذور رہا۔ چندہ داخلہ ممبری ارسال ہے، وصولی پر رسید بھیجدیں،

بابو عبدالغنی صاحب سلہ :۔ ندوہ کے قیام نے دل کو خوش کر دیا۔ دعا ہے کہ خدا اسے کامیاب کرے۔ سرکاری کام کی کثرت میری اس مسرت میں حارج ہوئی ہے جو مجھے شمولیت جلسہ سے حاصل ہو سکتی تھی، فارم ممبری ارسال خدمت ہے،

پیر علی اصغر صاحب ڈپٹی کلکٹر :۔ خواہش تو یہ تھی کہ حاضر ہو کر فخر حاصل کرتا۔ مگر اتفاقیہ سرکاری کام کی وجہ سے یہ تمنا پوری نہ ہو سکی، پھر کسی وقت حاضر ہونگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ،

قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی وکیل، قیام ندوہ نے مدت کی آرزو پوری کردی، امید ہے کہ ندوہ قریش کے جمود کو توڑیگا۔ ۲۸ تاریخ کا دن انتظار کی گھڑیاں گن گن کر گذار رہا تھا۔ ڈر تھا کہ بعید انتظار کوئی رنگ نہ لائے مگر وہی ہوا۔ ۲۷ کو تپ ہو گیا۔ اگر کل اس سے مخلصی ہو گئی تو اشتیاق پورا کرونگا۔ اگر نہ پہونچ سکا تو مجھے شامل ہی سمجھئے، دعا کرتا ہوں کہ اجلاس کامیاب ہو،

مولوی محمدالدین صاحب جہلم، باوجود سخت کوشش کے میں حاضر نہ ہو سکا۔ قوم کے اخلاقی، تمدنی، معاشرتی حالات کی درستی۔ بچوں کی تعلیم و تربیت پر زور دیجئے۔ اور رسومات بد کے انسداد کی عملی کوشش کیجئے۔ صنعت و حرفت کا قوم میں رواج دیجئے، اور اپنی آواز کو بلند کرنے کے لئے القریش کو ہفتہ وار کرنیکی انتہائی سعی فرمائیے،

قریشی عبدالقادر صاحب ہیڈ ماسٹر لاہور، شمولیت اجلاس کا جو اشتیاق تھا، جو بوجوہ پورا نہ ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ عزائم میں برکت

دے اور ہمارے کاموں میں سہولیت پیدا کرے، آمین!

قریشی محمد عطاء اللہ صاحب والبنڈین:۔ ندوہ کے افتتاحی اجلاس کا خط والبنڈین سے غیر حاضری کی وجہ سے آج ملا۔ مجھے افسوس ہے کہ جلسہ میں حاضر نہ ہو سکا۔ خادم روانہ کرتا ہوں، چندہ بھیجونگا۔ خدا تعالےٰ ہمارے ارادوں میں استقامت اور کامیابی عطا کرے،

قریشی فقیر محمد صاحب منشیر:۔ قومی مرکز کی شدید ضرورت تہی، ندوہ کا قیام قوم کی اس ضرورت کو پورا کردیگا۔ میں افتتاحی اجلاس پر اپنی تمام برادری کو لیکر حاضر ہونیوالا تہا۔ کہ حادثہ پیش آگیا، از گونہ رنج ہوا۔ خدا آپ کے ارادوں میں برکت دے اور ندوہ کے اجلاس کو کامیاب کرے، آمین!

قریشی محمد منیر صاحب ہیڈ کنسٹبل:۔ ان دنوں سخت عدیم الفرصتی ہے، کثرت کار کی وجہ سے رخصت نہیں مل سکی، ندوہ کے قیام سے مسرت ہوئی، افسوس کہ میں جلسہ میں شریک نہ ہو سکا، میں آپ کے ساتھ ہوں، خدا آپ کا حامی و مددگار ہو!

بعد کی کارروائی

۳ جولائی سنہ ۱۹۳۰ء

دفتر "القریش" میں اخراجات جلسہ کی تفہیم اور رجسٹر آمد وخرچ کی تکمیل کے لئے تنقیح حساب کی کمیٹی منعقد ہوئی، ذمہ داران خرچ جلسہ نے اپنے اپنے متعلقہ اخراجات کی رسیدات اور بل پیش کئے۔ جن کی غور وخوض کے بعد تصدیق کیگئی اور آڈیٹر صاحب ندوہ نے گوشوارہ مرتب کیا اور جملہ رجسٹروں میں اندراجات کرکے تکمیل کردی، گوشوارہ الگ شائع کیا جائیگا،

۱۳ جولائی سنہ ۱۹۳۰ء

قریشی محمد علی صاحب رونق مدیر "القریش" کی صدارت میں دفتر القریش میں اگزیکٹو کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا۔ ۳ تاریخ کی کمیٹی کا مرتبہ گوشوارہ تصدیق ہونے کے بعد سالانہ اجلاس کی رپورٹ پڑہی گئی اور تجویز ہوا کہ اسے شائع کردیا جائے، زاں بعد اگزیکٹو کمیٹی کی تجدید ہوئی جس کی تفصیل آئندہ شائع کیجائیگی، بابو محمد طفیل صاحب حلیم فاروقی جوائنٹ سکرٹری نے تجویز پیش کی کہ "ندوہ" نواح ہند کے علاوہ بلاد عرب وعجم کے قریشیوں کی صحیح معنوں میں ہمہ گیر باڈی بنانے کے علاوہ تبلیغ واشاعت اسلام اور تنظیم قوائے ملیہ کا فرض بہی انجام دیگا اور اس کی بنیاد وسیع پیمانہ پر رکہی گئی ہے، اس لئے کام کی نوعیت کا لحاظ کرتے ہوئے ضرورت ہے کہ "جنرل سکرٹری" کا عہدہ ایزاد کیا جائے، اس تجویز پر نہایت متانت وسنجیدگی اور تدبر وتفکر کے ساتھ غور کیا گیا اور بالآخر باتفاق رائے جنرل سکرٹری کا عہدہ ایزاد کرنا منظور ہوا۔ اس پر قریشی محمد عظیم صاحب آڈیٹر نے ایک مختصر تقریر کے بعد جنرل سکرٹری کے لئے مسٹر بشیر احمد صاحب شبلی بی اے کا نام پیش کیا، شبلی صاحب نے اگرچہ معذرت پیش کی، لیکن یہ قبول نہ کیگئی اور حاضرین نے نہایت مسرت کے ساتھ بالاتفاق آپ کا تقرر منظور کرتے ہوئے پراپیگنڈا ورک آپ کے سپرد کیا، شبلی صاحب کا شکریہ ادا کیا گیا کہ آپ نے اگزیکٹو کمیٹی کے اس فیصلہ کو بہ طیب خاطر قبول کرتے ہوئے دریا دلی کے ساتھ انتظامی امور کے لئے اپنی خدمات پیش کیں، اس کے بعد بعض اہم ضروریات اور خادم کے

ممبری کی جانچ پڑتال اور تصدیق و سفارش کے لئے سپیشل کمیٹی کا انتخاب عمل میں آیا جس کی تفصیل بشرط ضرورت علیحدہ شائع کیجائیگی۔ اس کے بعد انتظام دفتر اور تقسیم کار کا مناسب التزام کیا گیا، مقامی ممبران سے وصولئے چندہ کا فرض مولوی محمد علی صاحب نے اپنے ذمہ لیا، اور جوائنٹ سکرٹری کو ہدایت کیگئی کہ وہ جلد اسناد کو ترتیب دیکر رجسٹر مثل بند کی تکمیل کرکے آئندہ کمیٹی میں پیش کریں، مقامی تعمیلات کا کام مسٹر محمد حفیظ صاحب کو تفویض ہوا جسے انہوں نے بخوشی منظور کیا۔

"انجمن قریشیان پنجاب" گوجرانوالہ کے الحاق کا مسئلہ پیش ہوکر تجویز ہوا کہ خط وکتابت کیجائے اور قرار پایا کہ جن مقامات سے "ندوہ" کا تقیب بلایا گیا ہے امروز فردا میں وہاں ایک نمائندہ بھیج دیا جائے، اس کے لئے منشی علم الدین صاحب منیجر "علم الدین محمد حفیظ قریشی اینڈ کو" نے اپنی خدمات پیش کیں، آپ کے اس ایثار کا دلی شکریہ ادا کیا گیا۔

اس کے بعد شیخ عبد الحمید صاحب امیدوار نائب تحصیلدار کا خط جس میں انہوں نے مبلغ ۲۵ روپے ندوہ کے لئے ارسال کرنے کا ذکر کیا ہے پیش ہوا، اس سے قبل آپ ۳۵ روپے کی یکمشت رقم عطا کرچکے ہیں، اس پر آپ کی حمیت قومی کی تحسین اور سعی وجہد کی ستائش کیگئی اور تجویز ہوا کہ آپ کو شکریہ کا خط لکھتے ہوئے خواہش کیجائے کہ ندوہ کو چونکہ مالی امداد کی بیحد ضرورت ہے لہذا آپ اس کی امداد واعانت کے لئے بیش از بیش توجہ فرمائیں، تجویز ہوا کہ جن ممبران کے نام منظور ہو چکے ہیں لیکن چندے ہنوز موصول نہیں ہوئے انہیں خطوط لکھے جائیں کہ ندوہ کی ضروریات کا احساس کرتے ہوئے بواپسی ڈاک اپنا اپنا زرچندہ بھجوا کر مشکور کریں،

قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کا ایک گرامی نامہ جس میں انہوں نے اپنے عزیز اور القریش کے معاون قاضی محمد خورشید عالم صاحب اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر کی تقریب سگائی پر دو روپے "ندوہ" فنڈ میں عطا کرنے کا ذکر کیا ہے پڑھا گیا۔ قاضی صاحب کی اس نیک تحریک کو جو انہوں نے اس طریق سے ایسی تقاریب پر ندوہ کی امداد واعانت کے لئے قوم کے سامنے عملی طور پر پیش کی ہے قدر وعزت کی نظر سے دیکھا اور تجویز ہوا کہ مبارک باد کے ساتھ ندوہ کی طرف سے آپ کی خدمت میں ہدیۂ تشکر بھی پیش کیا جائے، ½ ۱۱ بجے کارروائی بخیر وخوبی ختم ہوئی، اور جلسہ برخاست ہوا: الحمد للہ،

خطبہ صدارت انشاء اللہ تعالے عنقریب شائع ہوگا:۔

بشیر احمد تشبلی بی اے، جنرل سکرٹری

و شہاب الدین، سکرٹری، ندوۃ القریش، امرتسر

نوٹ:۔ فارم ممبری، دستور العمل و اغراض و مقاصد، قواعد و ضوابط دفتر سے مفت طلب فرمایئے اور ممبر بنے اور بنانے کی کوشش کیجئے

آپ کا قومی فرض

ہے کہ آپ کی توسیع اشاعت کے لئے پوری پوری کوشش عمل میں لائیں، اگر آپ اسے نمونۃً دیکھ رہے ہیں تو خریداری کا آرڈر دیجئے، زرچندہ اگر بذریعہ منی آرڈر بھجوادیں تو وی پی کے اجرا کی زحمت اور زائد خرچ کی زیرباری نہ ہوگی، منیجر،

نوائے ظفر

عنوان بالا سے ذیل کی نظم جناب ظفر ہاشمی کے ذہن رسا کا نتیجہ ہے۔ آپ قریش کے ایک ایسے خاندان کے چشم و چراغ ہیں جس کا دل قومی درد سے لبریز اور جو سرچشمہ علم و عمل ہے۔ مولانا محمد یوسف صاحب ایم۔اے، مولانا محمد ابراہیم صاحب ہیڈ ماسٹر، پیر علی اصغر صاحب ڈپٹی کلکٹر، پیر علی اکبر صاحب نائب تحصیلدار (مرحوم)، سے ہمیں دیرینہ تعارف حاصل ہے۔ ان کی اصلاحی دلچسپیوں اور قومی امور کے شغف و انہماک کے ہم ہمیشہ مداح رہے اور فی الحقیقت وہ اس قابل ہیں کہ قوم ان پر فخر کرے۔

حضرت ظفر قوم کے اصلاحی امور اور علمی و ادبی دلچسپیوں میں بہرہ وافر اور دستگاہ کامل رکھتے ہیں۔ ماشاءاللہ آپ امرتسر کے معروف رسالہ "چمنستان" کے مدیر معاون ہیں۔ اور یہ گلشن آپ ہی کے ہاتھوں سرسبز و شاداب ہو رہا ہے۔ آپ کا علمی ذوق اور ادبی شوق ایک بسیط تبصرہ کا مقتضی ہے، مگر افسوس کہ وقت کی قلت مانع ہوئی۔ انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ کسی صحبت میں قارئین کرام سے آپ کا ذرا وضاحت کے ساتھ تعارف کرایا جائے گا۔

ضبط کی تاب، نہ ہے صبر سے کچھ کام ابھی　　قوم سے کہنے کو ہوں زیست کا پیغام ابھی
دلِ خمیازہ کش دید ہے مسرور مگر　　آنکھ ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی
صبر سے کام لے کچھ ہمتِ مردانہ اگر　　رو کشِ نورِ سحر ہونے لگے شام ابھی
غیر کیوں درپئے آزار ہیں کیا سمجھے ہیں　　پست اتنی تو نہیں ہمتِ اسلام ابھی
بن تو جائیں ہمہ تن شیوۂ عجز و تسلیم　　ہے یہ اندیشۂ بے مہریٔ اصنام ابھی
بگڑا نمائیگی ہے دو بکفِ ظرفِ نئے دھر　　ہے یہ اچھا ہے کہ میں دُردِ تہِ جام ابھی

پائے اصنامِ خیالی پہ ہے معروفِ نیاز
شامِ ناموس ظفر کرے گا بدنام ابھی

اسلام اور امن و امان

(از جناب مولنا حمید احمد صاحب دکنی)

سورۂ فاتحہ کے بعد قرآن مجید کی عبارت یوں شروع ہوتی ہے "بسم اللہ الرحمن الرحیم، الٓمٓ ۝ ذالک الکتاب لاریب فیہ ہدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ھم یوقنون، اولٰئک علی ھدی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون"

یہ ابتدائی تین آیتیں ہیں۔ انپر غور کرنے سے فوراً معلوم ہو سکتا ہے کہ اسلام کے نزدیک دنیا میں امن و امان قائم کرنے اور نوع انسانی کو جنگ و جدال سے بچانے کا کیا طریقہ ہے۔ اس عبارت کا ترجمہ یوں ہوگا "اس خدا کے نام سے جو مہربان اور رحیم ہے۔ الٓمٓ (ا۔ل۔م' الاسلام اور اسلام دونوں کا مخفف ہو سکتا ہے۔ اس مقطع لفظ کے حقیقی مرادی معنی تو خدا ہی جانتا ہے) اس کتاب میں بے شک متقیوں کیلئے ہدایت کا سامان ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں جو تمپر اتاری گئی اور اسپر بھی جو تم سے پہلے اتاری گئی اور وہ قیامت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ منجانب اللہ ہدایت یافتہ ہیں اور یہی لوگ فلاح یاب ہیں۔"

ابتدا رحمت اور مہربانی کی خدائی تجلی سے ہوتی ہے، اس لئے اس کے بعد کا پورا حصہ اسی کا پرتو اور سایہ ہوگا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حق و باطل میں فرق کرنیوالی کتاب میں ہدایت کا جو سامان ہدایت چاہنے والوں کیلئے موجود ہے وہ یہ ہے کہ

(۱) سب لوگ اپنا ایک خاص مطمح نظر قرار دیں، اور یہ ایسی چیز ہو جو حاصل نہ ہو۔ (یؤمنون بالغیب)

(۲) سب لوگ اتحاد عمل کریں (۳) اپنے سے مفلس بھائیوں کی مدد کریں (ومما رزقنٰھم ینفقون) (۴) اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے دوسرے مذہبوں کا احترام کریں (یؤمنون ۔۔۔۔ من قبلک) (۵) انجام کا ابتدا ہی سے لحاظ رکھیں (بالاٰخرۃ ھم یوقنون)

سب سے پہلی بات ہر شخص کا اپنے لئے ایک مطمح نظر قرار دینا ہے۔ اس کی اہمیت بالکل واضح ہے۔ یہ بات اب تسلیم شدہ ہے کہ "بیکاری سو بیماری" ہے اور جب ہر شخص مصروف عمل رہیگا۔ اور اپنے مطلوب کو حاصل کرنیمیں تن من دھن سے مشغول رہیگا۔ تو وہ تصادم کبھی رونما نہیں ہوگا، جو بیکاری کے باعث رونما ہوتا ہے جبکہ بیکار شخص دوسروں کا سد راہ ہو کر انکے کام میں ہرج پیدا کرتا ہے۔

دوسری بات نماز پڑھنی تھی، نماز میں یہی ہوتا ہے کہ سب مل کر پیچھے امام کے اشاروں پر اس کا یکساں ساتھ دیتے ہیں۔ اس اتحاد عمل کا وہ اثر ہوتا ہے کہ انفرادی طور پر الگ الگ، اسی کام کے کرنیمیں کبھی نہیں ہوتا۔ امداد باہمی اور اتحاد عمل امن و امان کی اہم ترین شرائط ہیں۔ کیونکہ اس طرح قومی مفاد کو تمام شخصی اور انفرادی فائدوں پر ترجیح دینی پڑتی ہے۔ موجودہ زمانہ کی سب سے بڑی مصیبت "اشتراکیت" کمیونزم سمجھی جاتی ہے جسمیں مالداروں اور سرمایہ داروں کے خلاف انتہائی جد و جہد کیجاتی ہے۔ لیکن سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں انتہا پسندی کے اصول ہیں، قابل عمل ہمیشہ ان کا درمیانی اور معتدل اصول ہوگا۔ اور وہ یہ قرار دیا گیا ہے کہ اپنے سے مفلس لوگوں کی مالی امداد فرض سمجھی جائے،

اس بارے میں اپنے سے مالدار کیجانب نظر نہ رکھی جائے ، اس خیرات کی قرآن مجید میں دو قسمیں قرار دیگئی ہیں ، ایک زکوٰۃ کہلاتی ہے اور دوسری نفقہ خیر ، زکات میں سالانہ پانچ فیصدی رقم اور تجارتی سامان ، مثلاً جانور وغیرہ پر بھی ایک قلیل سا ٹکس حکومت کیجانب سے وصول کیا جائے اور وہ فقیر و مسکین کی اعانت ، تالیف قلوب ، آزادی کے متمنی کی امداد ، قرضداروں کی مدد ، خدا کی راہ میں صرف کیا جائے (انما الصدقات للفقرا والمساکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغارمین فی سبیل اللہ وابن السبیل الآیہ) یہ تو حکومت کیجانب سے انتظام ہوگا ۔ دوسرے ذاتی طور پر ہر شخص کو حکم ہے کہ نفقہ خیر کرے اسمیں محتاج اعزہ و اقارب ، یتیم ، مسکین اور مسافروں کو دینے کا حکم ہے (دیکھو ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل ۔ الآیہ) یہ وہ معتدل ترین راہ ہے جس سے انسان سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں کے مصائب سے بچ سکتے ہیں ،

چوتھی بات " آنچہ بر خود نپسندی بر دیگراں ہم مپسند " ہے ۔ ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ دوسرے کے جذبات کا احترام کرے ، اور اس کے بزرگوں کا ادب کرے ۔ اس کی اہمیت ان دنوں بالکل عیاں ہے کسی تفصیل کی ضرورت نہیں ،

پانچویں اور اہم ترین شرط یہ ہے کہ جو کچھ کرتے ہو اس کا انجام سوچ لو ، اچھے کام کا انجام سینکڑوں مصائب سے دوچار ہونے کے باوجود بھی اچھا ہوگا ۔ اور برے کام کا لاتعداد کامیابیوں کے بعد بھی برا ہوگا ۔ کسی بات کے اچھے اور برے ہونےمیں امتیاز کرنے کے لئے خدا نے انسان کو عقل اور اس سے بڑھ کر " ضمیر " عطا فرمایا ہے ، ان دونوں کو جو کوئی بھی رہنما بنائیگا ۔ وہ کبھی راہِ راست سے نہیں بھٹکیگا ۔ اور ہر لغزش پر قدرت اسے متنبہ کردیگی ۔ اگر صرف اسی ایک بات پر انسان عمل کرنے لگیں ، تو دنیا میں کوئی برا نہ رہے ۔ مگر آہ ! کیا یہ ممکن ہے ؟

آخر میں ایک بہت بڑی ضرورت پر جسے عام طور سے نظر انداز کردیا جاتا ہے روشنی ڈالنی نامناسب نہ ہوگی ۔ اور وہ یہ کہ ہر کام کی خود ابتدا کرنی چاہیئے ، صرف دوسروں کو نصیحت کردینا اور خود اسی نصیحت میں مبتلا رہنا کبھی موثر نہیں ہوسکتا ۔ اس کے ساتھ ہی یہ خیال دل سے نکالدینا چاہیئے کہ میرے اکیلے کرنے سے کیا ہوتا ہے ، دنیا کی دنیا اس کے خلاف ہے ، جب تک دنیا کا اس بارے میں ساتھ دوگے ترقی نہیں کرسکتے خود ایک اصول کے تحت دنیا سے بالکل الگ ایک کام شروع کردو اور اس پر جمے رہو ، تو دنیا خود بخود اس طرف کھنچ آئیگی ۔

اقوالِ سقراط

۱ ۔ اپنی اصلیت پر غور کرو ۔ ۲ ۔ نیچرل فلاسفر بالکل بیوقوفوں کی طرح ہیں کیونکہ خدا ایسے لوگوں سے خوش نہیں ہوتا ۔ جو جس بات کو وہ پردۂ راز میں رکھنا چاہتا ہے ظاہر کردیتے ہیں ، بس یہی وقت اگر دوسرے کاموں میں خرچ کرتے تو خلق خدا کو بہت فائدہ پہنچ سکتے ۔ ۳ ۔ قانون اور انصاف کیوقعہ پر خطرہ کا مقابلہ کرنا ہی ہمارا فرض ہے ۔ ۴ ۔ موت سے ڈرنا بزدلوں کا کام ہے اصل زندگی تو موت ہی کا نام ہے ۔ ۵ ۔ بلا جانچ پڑتال کے کسی چیز کا درست مان لینا مناسب نہیں ۔ ۶ ۔ جس کام پر خدا نے ہمیں مقرر کیا ہے اس سے پہرا اس کی مخالفت ہے ۔ ۷ ۔ اگر تم خود کسی چیز کو نہیں جانتے تو کبھی نہ کہو کہ تم جانتے ہو ۔ کیونکہ اس طرح تمہارا اعتبار نہیں رہتا ، و [illegible] میں پڑجاتی ہے

ہرن منارہ شیخوپورہ

بھائی رونق امسالکہ نظم "تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را، گاہے گاہے بازخواں آں دفترِ پارینہ را" کے تحت اوراق الفرقان کے لئے ارسال کرتا ہوں، مدت ہوئی یہ نظم لائل پور سے لاہور آتے ہوئے جہانگیری عہد کی یادگار قلعہ شیخوپورہ کے قریب دیکھنے پر اشک بنکر میری آنکھوں سے بہ نکلی؛

شیخوپورہ کے قریب بہت بڑا جنگل تھا اور جیسا کہ کہا جاتا ہے یہی جنگل جہانگیری صیدگاہ تھی۔ جنگل گنجان ہونیکی وجہ سے شکار کو دیکھنے کے لئے یہ مینار تعمیر کیا گیا تھا۔ جسے آج کل عوام "ہرن منارہ" کہتے ہیں۔ مینار کی بلندی اپنے قرب و جوار کے شکار حالت کیلئے آئینہ تھی، اس پر سے شکار دیکھکر شکار بارہ دری کیطرف جہاں بادشاہ سلامت معہ ملکہ رونق افروز ہوتے تھے ہانک کر لایا جاتا تھا اور پھر اس کا وہ حشر ہوتا تھا جو شکار کا ہوا کرتا ہے۔

شیخوپورہ بھی "شیخو بابا" کی نسبت سے شیخوپورہ کہلاتا ہے، آہ آج کل یہ مکانات عبرت کا مرقع ہیں اور ایک حساس کو وہاں جاکر خراج اشک پیش کرنے کے سوا چارہ نہیں،

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ — آثار پدید است صنادید عجم را

شاکر صدیقی

اے منارِ عبرت افزا، شانِ چغتائی کی یاد — تیری ہر اک خشت پر ہیں یاس کے نقش و نگار
شرحِ نادر ہے کتابِ غم کی تیری روئداد — جس کے ہر اک لفظ میں پوشیدہ ہیں نشتر ہزار

داستانِ شانِ پیشیں تو لبِ خاموش سے
کہہ رہا صحرا میں ہے ہر ایک اہلِ گوش سے

کس مپرسی سے ہے کیسی کر رہا سرگوشیاں — کہہ رہا ہے اس سے تو کیا حالِ ایامِ کہن
خون رو رو کر جہاں کو کر دکھائے گلستاں — بیکسی دیکھے اگر تیری جہانگیرِ زماں

چھا رہی تجھ پر گھٹا ہے نکبت و ادبار کی
اشکباری کا بہانہ ہے تری اُفتادگی

تیرے پہلو میں مکاں ہے اور جو حسرت فزا — دامنِ صحرا پہ تھا اک روز وہ رشکِ ارم
بیٹھ کر لی تھی شعاعِ مہر بھی نذر فدا — اس میں آکر بیٹھتے تھے جب شہِ والا حشم

تجھ کو جب تاکا زمیں پر چرخِ نافرجام نے
لوٹ لی رونق تری سب گردشِ ایام نے

رو لے اپنی بیکسی پر اشکِ خوں دل کھول کر — مل چکے ہیں خاک میں جن سے تری توقیر تھی
اب کہاں تو، وہ کہاں، ان کا کہاں وہ کرّوفر — تیری بربادی نوائے محفلِ تقدیر تھی

وحشتِ تنہائی میں اب یہ ماجرائے بیکسی
حشر تک کہتی رہے تیری زبانِ خامشی

داستانِ باستاں ہو کس طرح مجھ سے رقم — تابِ گویائی دفورِ درد سے مسلوب ہے
جن کی سلطانی کے پردوں میں چھپے دارا و جم — ہر ادا ان کی فلک کو آج تک مرغوب ہے

موجزن یوں اُن کے جود و فیض کا قلزم رہا
گوہرِ مقصد بداماں اس سے اک عالم رہا

خاکِ باغِ دہر میں آمیزشِ تغیر ہے، — ایک ہی صورت یہاں قائم نہیں رہتی مدام
ذرّے ذرّے پر ازل سے یہ جلی تحریر ہے، — اور ہوتا ہے بدل جانے سے عالم کا نظام

جن کے دم سے تھی صبا گلشن میں گل نغمہ بدوش
آج ان کی یاد ویرانوں میں ہے حسرت فروش،

گونجتے تھے جن کے ڈنکے سے زمین و آسماں — آج ہے گورِ غریباں ان کی عظمت کا مآل
مرمریں قبریں ہیں باقی ان کی حشمت کا نشاں، — خیمہ زن ہے پاس ان کے ایک دنیائے ملال

مل گئے خاک میں وہ انتخابِ روزگار
زندگی ان کی ہے شرحِ انقلابِ روزگار

شان و شوکت جن کی تھی کل تک کنیزِ خانہ زاد — پھر رہے معمورۂ ہستی میں ہیں ناکام دیکھ
آج ہیں بزمِ جہاں میں خوار وہ عالی نژاد — دیکھ اے تماشا گر یہ رنگِ گردشِ ایام، دیکھ

پردہ داری میکند بر کاخِ کسریٰ عنکبوت
چند نوبت مے زند بر گنبدِ افراسیاب

اعتذار پہلے پریس میں رسالہ بروقت نہیں چھپ سکتا تھا اور نہ چھپائی حسبِ دلخواہ ہو سکتی تھی۔ اس لئے پریس تبدیل کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ یہی وجہ ہے کہ اشاعت میں دو تین دن کی تاخیر ہو گئی ہے۔ احباب معذور سمجھیں۔ (منیجر)

قطعِ رحمی کی بیدردانہ مثال

(از مولانا ابوالمحامد حامد صاحب)

جس دن سے دنیا کی نشو نما شروع ہوئی، اور انسانی نسل کی افزائش سے فضائے عالم پر ہونے لگی، اسی دن سے باہمی حسد اور قطع رحم، جبر و ظلم اور صبر و تحمل کی نمائش کا بھی آغاز ہوگیا۔ آدم کے بیٹے قابیل کو اپنے بھائی ہابیل کی قربانی قبول ہوجانے اور اپنی قربانی قبول نہ ہونے سے بھائی کے مرتبہ قرب پر حسد ہوا اور دنیا میں انتہائے حسد اور قطع رحم اور منتہائے جبر و ظلم کی عبرت انگیز و حیرت خیز مثال اسطرح قائم ہوئی کہ قابیل نے ہابیل کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچلدیا۔ اور تعلیم غراب ہابیل کی لاش زمین میں دفن کردی، درد رسیدہ باپ بیٹے کو جنگل جنگل ڈھونڈتا پھرا اور بالآخر صورت واقعہ سے مطلع ہوکر صبر کی سل چھاتی پر رکھ لی (سورہ مائدہ آیت ۲۸ تا ۳۲) اور یہ اثر اولاد آدم میں اس طرح سرایت کرگیا۔ کہ امم سابقہ کی تاریخ اسی حسد اور جبر و ظلم اور مظلومی کی بیشمار مثالوں سے مملو نظر آرہی ہے لیکن جو مثالیں اس منحوس اور کمینہ خصلت کی جناب خاتم الانبیا اور آپ کی اولاد امجاد میں آپ ہی کے اعزا و اقارب اور اہل خاندان کے ہاتھوں قائم ہوئیں وہ آپ ہی اپنی نظیر ہیں۔ خود آنحضرت کو اپنے خاندان والوں سے جو ایذائیں پہونچیں، وہ ما و ذی بنی مثل ما اوذیت سے واضح و آشکار ہیں، اور جو ایذائیں آپ کی اولاد امجاد کو پہونچیں، وہ ان حضرات کی مظلومانہ شہادتوں سے مخفی نہیں ہیں، دا بزرگوار علی ابن ابیطالب اور حسین ابن علی انتہائے ظلم و ستم کے ساتھ تلواروں سے شہید ہوئے، اور نو معصوموں کو زہر ہلاہل کے تلخ و ناگوار گھونٹ پینا پڑے، اور یہ سب نتیجہ صرف ان حضرات کے مراتب قرب اور علوم و کمالات اور استحقاق سلطنت اسلامیہ پر حسد کیوجہ سے پیدا ہوئے اور قریب ترین اقربا اور عزیز ترین اعزا جن کے ساتھ مافوق التصور صلہ رحم کیا جاتا تھا وہی اس کے محرک یا موید ہوئے، محمد بن اسمٰعیل حضرت موسیٰ بن جعفر الکاظم علیہما السلام کا بھتیجا تھا جس نے باپ کے انتقال کے بعد دادا اور چچا کی آغوش شفقت میں پرورش پائی اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے بعد بھی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اس کے ساتھ بہت مراعات فرماتے رہے، اور وہ حضرت کا محرم راز اور محل اعتماد رہا، مگر آخر میں وہی "الاقارب کالعقارب" کا مصداق ثابت ہوا اور بطلب ہارون الرشید عازم بغداد ہوکر حضرت سے رخصت ہونے آیا اور وجہ اس ارادہ کی اپنی مقروضی ظاہر کی، حضرت نے ادائے قرض اور خرچ کے تکفل کا بھی وعدہ کیا مگر اس نے نہ مانا اور کہا کہ مجھے رخصت فرمائیے، اور کچھ وصیت کیجئے، فقال اوصیک ان تتقی اسری دمی، فرمایا کہ بس وصیت میری یہی ہے کہ خدا کا خوف کرکے میرے خون میں شریک نہ ہونا اور سو دینار زاد راہ کیلئے دیئے، پھر سو درہم اور عنایت فرمائے، پھر تین ہزار درہم کی ایک ھتیلی اور مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ بخدا یہ میرے خون میں شریک ہوگا۔ اور میری فرزندوں کو یتیم کریگا۔ علی بن جعفر نے عرض کی کہ پھر آپ اس کے ساتھ اس قدر سلوک کیوں کرتے ہیں۔ فرمایا کہ جب میں اس سے صلہ رحم کرونگا۔ اور یہ مجھ سے قطع رحم کریگا۔ تو خدا اس سے قطع رحم کریگا۔ یعنے دنیا و آخرت میں مبتلائے عذاب کریگا۔ بہرحال امام اپنے حسن سلوک سے باز نہ آئے اور اس نے اپنی

بد اعمالی سے ہاتھ نہ اٹھایا۔ ہارون کے دربار میں پہونچکر کہنے لگا۔ کہ میں تو یہ سمجھتا تھا۔ کہ ایک زمانہ میں دو خلیفہ نہیں ہوسکتے۔ اگر میرے چچا موسیٰ بن جعفر کو لوگ خلیفہ کہکر سلام کرتے ہیں۔ اور اطراف بلاد سے ان کو خراج بھیجتے ہیں۔ اور انہوں نے خزانہ وافر اور سلاح بھی بہت سے جمع کر لئے ہیں۔ یہ سنکر ہارون نے اس کو بیس ہزار درہم دیکر رخصت کیا۔ مگر وہ اپنے مکان پر آتے ہی درد حلق میں مبتلا ہوکر جاں بحق تسلیم ہوگیا اور وہ درہم پھر ہارون کے خزانہ میں واپس ہوگئے۔ مگر چونکہ اس کا یہ کلام ہارون کے دل پر اثر کر گیا تھا لہٰذا وہ ۱۷۹ھ میں حج کے بہانہ سے مدینہ منورہ داخل ہوا اور عین حالتِ نماز میں حضرت کو گرفتار کرکے بصرہ بھجوا دیا۔ سال بھر تک وہ جناب عیسیٰ بن جعفر والئے بصرہ کی نگرانی میں قید رہے بعد اس کے ہارون نے عیسیٰ کو امام علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا۔ مگر جب عیسیٰ اس حکم کی تعمیل سے معافی کا خواہاں ہوا۔ تو ہارون نے حضرت کو بصرہ سے بغداد بلاکر فضل بن ربیع کے پاس قید کیا۔ ایک مدت تک حضرت اس کی نگرانی میں بھی مقید رہے اور جب اس نے بھی ہارون کی تعمیل حکم میں حضرت کے قتل سے انکار کیا۔ تو فضل بن یحییٰ برمکی کے پاس قید کیا جس نے پہلے تو حضرت پر بہت سختی کی۔ لیکن بالآخر حضرت کے صوم وصلوٰۃ اور دعا ومناجات سے متاثر ہوکر حضرت کی تعظیم وتکریم میں اہتمام بلیغ کرنے لگا۔ جب یہ خبر ہارون کو پہونچی تو وہ امام کو سندی بن شاہک کے پاس قید کرکے شام کیطرف چلا گیا۔ اور فضل بن یحییٰ کو سو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ یحییٰ نے بیٹے کی جانب سے عذر خواہی کی اور ہارون کی رضامندی حاصل کرنیکے لئے خود اس کفر نواز ارادہ کے پورا کرنے کا وعدہ کیا اور سندی کے پاس پہونچکر اپنے مافی الضمیر سے اس مطلع کیا۔ پھر ان دونو کو جو کچھ کرنا تھا وہ کر گذرے۔ اور انہیں دونو میں سے ایک نے حضرت کا کام زہر ہلاہل سے تمام کیا۔ یہ واقعہ ۲۵ رجب ۱۸۳ھ کا ہے۔ جس کے بعد قید خانہ کا دروازہ کھلنا، چار مزدوروں کا بلایا جانا ایک تختہ پر اس مقدس لاش کا اٹھنا ہذا امام الرافضہ کی ندا کے ساتھ تشہیر ہونا تین دن تک بغداد کے پل پر پڑا رہنا، پھر سلیمان بن ابوجعفر کا اس نورِ خدا کو زیر زمین پنہاں کرنا یہ وہ دلدوز حکایات ہیں کہ قلم کا سینہ چاک ہوا جاتا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فریاد

کر دیا چرخ نے ویران، رسولِ عربی ساری امت ہے پریشان، رسولِ عربی

کل جو دنیا میں تھے سلطان، رسولِ عربی آج ہیں بے سر وسامان، رسولِ عربی

نہ رہی پہلی سی وہ شان، رسولِ عربی لٹ گئی دولتِ ایمان، رسولِ عربی

ہوئے گمراہ، مسلمان، رسولِ عربی گم ہوئی شمع قرآن، رسولِ عربی

چھا گیا غلبۂ شیطان، رسولِ عربی حق پہ غالب ہوا بطلان، رسولِ عربی

آپ ہیں اس کے نگہبان، رسولِ عربی کیجیئے مشکلیں آسان، رسولِ عربی

ہو رواں فیض کا طوفان رسولِ عربی کھول دے پھر در احسان رسولِ عربی

فیض لدھیانوی

اُستاد کی عظمت

پانچویں صدی ہجری کے آخر میں سلطان تاج الدین یلدوز غزنی کا حکمران تھا۔ اس زمانہ میں سلطان قطب الدین ایبک کے سپرد پنجاب ہندوستان کی حکومت تھی جو سلطان تاج الدین کا داماد بھی تھا۔ سلطان تاج الدین یلدوز کے دو فرزند تھے، بڑا لڑکا فارغ التحصیل تھا۔ چھوٹے لڑکے کو معلم کے سپرد کیا گیا۔ ایک دن شہزادے نے سبق یاد نہ کیا۔ استاد کے پاس ایک کوڑا تھا اس نے اس کے سر پر زور سے مارا۔ شہزادہ ضرب کی تاب نہ لا سکا اور اسی وقت جاں بحق تسلیم ہوا۔ اس اندوہناک حادثہ کی خبر بادشاہ کو پہونچی تو اس کے ہوش بجا نہ رہے، سنبھلنے کے بعد حکم دیا کہ معلم کو زاد راہ دیکر رخصت کر دو اور تاکید کر دو کہ شہزادے کی ماں کو خبر ہونے سے پیشتر جس طرح ہو سکے میری مملکت سے باہر چلا جائے۔ بادشاہ جانتا تھا کہ استاد نے عمداً شہزادے کو ہلاک نہیں کیا۔ لڑکے نے آموختہ نہیں سنایا اسے طیش آگیا اور لڑکے کو مار بیٹھا۔ اس کی اجل اس طرح تھی، وہ برداشت نہ کر سکا، مر گیا۔

فاضل استاد اپنی عمر درس و تدریس میں صرف کرتے تھے، باہر جاتے تو شاگردوں کی ایک جماعت ساتھ ہوتی، جس وقت دیکھو بڑے بڑے مسائل مشکلہ حل ہو رہے ہیں۔ بحث کا سلسلہ جاری ہے، اکثر استاد تو شاہی دربار میں جانا ہی پسند نہ کرتے تھے، اور اعلیٰ عہدوں کے لینے سے انکار کر دیا کرتے تھے کہ اس میں منسلک ہو کر علمی دلچسپیوں سے بے بہرہ نہ ہو جائیں، شاگردوں کی یہ حالت کہ استادوں کے قدموں کے نیچے آنکھیں بچھاتے تھے، والدین اور بادشاہ کے بعد سب سے زیادہ حق استاد کا سمجھتے تھے، شاگرد امیر ہو یا غریب، فقیر ہو یا بادشاہ ہر ایک استاد کو واجب العزت سمجھتا تھا۔

تاریخ بغداد کا ایک واقعہ ہے کہ خلیفہ مامون الرشید نے جب یحییٰ بن زیاد نحوی کو اپنے دونوں بیٹوں کا استاد مقرر کیا۔ تو شہزادے ادب کی وجہ سے استاد کے برابر نہیں بیٹھتے تھے، ایک دن ایسا ہوا کہ یحییٰ بن زیاد نحوی کسی کام کے لئے مسند سے اٹھے تو دونوں شہزادے ان کی جوتیاں سیدھی کرنے کے لئے دوڑے، اور آپس میں الجھ پڑے، ان کو لڑتا ہوا دیکھ کر آخر استاد نے فیصلہ کیا کہ دونوں ایک ایک جوتی لب فرش رکھ دیں، مامون الرشید کو اس واقعہ کی خبر ہوئی۔ تو اس نے یحییٰ کو بلوایا اور دریافت کیا، آج دنیا میں سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ یحییٰ نے کہا، خلیفہ اسلام سے بڑھ کر آج دنیا میں کون معزز ہو سکتا ہے، مامون نے کہا، خلیفہ سے بڑھ کر اس کی عزت زیادہ ہے جس کی جوتیاں اٹھانے کے لئے خلیفہ کے دونوں بیٹے آپس میں لڑیں اور ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش کریں،

مامون رشید نے کہا اس کفش برداری سے شہزادوں کی عزت اور بھی دوبالا ہو گئی ہے، انہوں نے اپنی فراست اور سعادت کا نمایاں ثبوت دیا ہے اور آپ کی تعلیم و تربیت نے انہیں آداب و اخلاق کا مخزن بنا دیا ہے، پھر یحییٰ کو دس ہزار اور بیٹوں کو بیس ہزار درہم انعام دئے، افسوس آج یہ باتیں کہاں، (دعجلی)

جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے، ورنہ جواب نہ دیا جائے گا۔ مینجر،

جذباتِ امجد

تھوڑی سی رہگئی ہے اسے بھی گذار دے

راہِ خدا میں زندگیِ مستعار دے — چھننے سے پہلے جامۂ ہستی اتار دے
بہرِ فناہِ خستہ دلاں اشتہار دے — غم دیدہ دل کے کان میں امجد پکار دے

تھوڑی سی رہگئی ہے اسے بھی گذار دے

آئے زمیں پہ خاک اڑانیکے واسطے — آنکھیں نہیں ہیں اشک بہانیکے واسطے،
یہ زندگی ہے رنج اٹھانے کیواسطے — ہر سانس تن میں آتی ہے جانیکے واسطے،

تھوڑی سی رہ گئی ہے اسے بھی گذار دے،

مانا کہ تو شکستہ دل و خستہ حال ہے — مانا کہ مثلِ نقشِ قدم پائمال ہے
مانا کہ ہجرِ یار میں جینا محال ہے — دو دن فراق کے ہیں پھر آخر وصال ہے

تھوڑی سی رہ گئی ہے اسے بھی گذار دے

اے جان، جان رنج میں کھوتی ہے کس لیئے — بے چین ضبطِ درد سے ہوتی ہے کس لیئے
گرداب غم میں ناؤ ڈبوتی ہے کس لیئے — اے شمع صبح ہوتی ہے روتی ہے کس لیئے

تھوڑی سی رہ گئی ہے اسے بھی گذار دے

یہ قدِ راست بارِ مصائب سے خم سہی — آفت پہ آفت اور ستم پر ستم سہی
پاؤں میں چھالے دل میں خلش لب پہ دم سہی — اے چلنے والے اور ذرا دو قدم سہی

تھوڑی سی رہ گئی ہے اسے بھی گذار دے

پیوند خاک کا ہے یہاں نیک ہو کہ بد — اے سونیوالے عہد کا انجام ہے لحد
اے جینے والے مردوں پہ کرتا ہے کیوں حسد — شاید میں نقش نقشِ وا پسیں بود

تھوڑی سی رہ گئی ہے اسے بھی گذار دے

امجد

میری سرگذشت

نمبر ۴

قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کے ذاتی حالات تاریخی رنگ میں

چند ضروریات کی بنا پر سردار یوسف خاں کو قلات جانا پڑا، اس لئے ۲۶ مئی ۱۹۴۹ء کو براہ نچارہ ہم قلات پہونچے، یہ سب سے پہلا موقع تھا۔ جبکہ میں نے شہر قلات کو دیکھا، قلات بلوچستان کا دارالخلافہ ہے اور مذکور ہے کہ بلوچستان از ولایات شاہنشاہی قدیم ایران است کہ قدما او را جدروشیہ یا جدروشیہ میگفتند، حد غربی او سلطنت ایران و جنوبی او محیط ہندوستان و شرقی او سندھ و شمالی او سیستان و افغانستان است و ایں مملکت برچند ولایت: ست کوہستان و مکران و سراوان و جلوان (جہالاوان) و غندوہ (گنداوہ) است، طول سواحل دریائے ایں مملکت تخمیناً شش صد میل است و ایں مملکت طوائف بیشمار دارد، و ہر طائفہ رئیسے و بزرگے از خود دارند و آنچہ کہ معروف است چہار است، بلوچ، ہندو، افغان و دہوار است و ہمہ ایں طوائف او را یک ملیان و پانصد ہزار تخمین کردہ اند، و ایں ولایت مرتفع و کوہسار است و صحرائے بے آب و علف بسیار دارد، و در کوہستان آنجا زمستان سخت و سرد میگذرد، و در دیگر مملکت بجز کلات قصبہ آبادی نیست،

اب چوبیس پشت سے خانی قلات بہ خاندان احمدزئی (براہوی) چلی آتی ہے جس کے چوبیسویں خان قلات میر محمود خاں موجودہ والئے قلات ہیں، شہر قلات ۹ درجہ ۲ دقیقہ شمالاً اور ۶۶ درجہ ۳۵ دقیقہ شرقاً، کوئٹہ کی جنوبی طرف ۸۸½ میل کے فاصلہ پر ہے، سطح سمندر سے ۶۷۸۳ فٹ بلند، قلات جس کو قلعات بھی لکھا جاتا ہے۔ اصلی باشندوں میں قلات بلوچی اور قلات سیوا کے نام سے مشہور ہے اور یہ اس لئے کہ قلات غلزئی سے جو افغانستان میں ہے اپنے روائتی بانی کیوجہ سے تمیز کیا جا سکے،

شہر قلات وادی قلات کے مغرب کیطرف کوہ شاہ مردان کی چوٹی پر کابل سے ۴۲۵ میل کے فاصلہ پر بطرف گوشۂ مغرب و جنوب واقعہ ہے اور بلحاظ آبادی سالہائے ماسبق کے مقابلہ میں ویرانی کیطرف قدم اٹھا رہا ہے، ۱۸۶۱ء میں شہر پناہ خام اور اس کے گرد و نواح کی مجموعی آبادی بارہ ۱۲ ہزار کے قریب تھی۔ مگر اب بہت کم ہو چکی ہے جو چار ہزار سے زائد نہ ہوگی، بلوچستان پر تصرف انگریزی سے پیشتر یہ تجارت کا مشہور مرکز تھا۔ اور افغانستان سے ہندوستان کو جانیوالے قافلے یہاں سے گذرتے تھے۔ جو جوہریوں کا کام کیا کرتے تھے، شہر کے اردگرد ایک خام دیوار ہے جسمیں دس برج ہیں اور ہر ایک برج کا نام قوم دہوار کے فرقوں کے نام پر علیحدہ علیحدہ ہے، دہوار ہی انکی مرمت بھی کرتے ہیں، تین دروازے ہیں، شمالی، جنوبی اور شرقی، بالترتیب مستنگی، گلکند، اور دلدار کے نام سے موسوم ہیں، شہر پناہ کی بیرونی جانب تین مضافات ہیں (۱) پس شہر (۲) روئے شہر (۳) اور خیل یا بابی خیل، بالائے شہر "MiriM" میری (میر کے رہنے کی جگہ، محل یا قلعہ یا گڑھی) ہے جو پرانی وضع کی ایک شاندار عمارت ہے اس میں خانان قلات رہتے چلے آئے ہیں،

اور موجودہ خان قلات بھی اسی میں رہتے ہیں، اس کی پانچ منزلیں ہیں اور کوہ ہربوئی کا نظارہ وہاں سے خوب دکھائی دیتا ہے، ”میری“ کے عین نیچے ”کالی“ ایک ہندو مندر ہے جو ممکن ہے کہ اسلامی زمانہ سے پیشتر کا ہو، اس میں روشنی کے لئے تیل حکومت کی طرف سے ملتا ہے۔ دروازہ دلدار کے گارد روم کے بالمقابل ایک بڑے پتھر پر ”شیو“ کی مورت ہے، ہندو اپنی مذہبی رسوم پوری آزادی کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور تجارت پر قابض و متصرف ہیں،

قوم دہوار کا ایک فرقہ سیوازئی کے نام سے مشہور ہے مگر مسلمان ہے، شہر کا بانی اگر سیوا ہندو تھا تو اس کے متعلق اور کچھ معلوم نہیں ہو سکتا۔

تاریخی لحاظ سے قلات ایک ضروری مقام ہے جس نے تغیر حکومت اور نیرنگیٔ زمانہ کے بہت سے انقلابات دیکھے، چنانچہ مذکور ہے کہ ”کلات اول از سیوا ہندو بودہ است و بعد از سیوا مذبور مغل بودہ است، چونکہ مغل را در ولایت خود جنگ و مناقشہ در خراسان برخاست، پس میردانی گرفت، تا کہ میر عمر میردانی در کلات حاکم بود، و چونکہ چاکر بلوچ سردار رندہا و گہرام لاشاری از ملک مکران رو بہ کلات آوردند۔ پس از میردانی و شہک پدر چاکر بلوچ جنگ واقعہ شد، لشکر بلوچ غالب آمد و عمر کشتہ شد، قبر عمر میردانی تا حال در کلات موجود است، کلات را از میردانی گرفت، بعد ازاں بلوچ دو سال در کلات نشست، بعدہ موسم زمستان بملک کچھی و سیوی برائے مال چرانی خود میرفتند، و بموسم تابستاں باز بہ کلات مے آمدند، بعد ازاں شہک و چاکر رند و گہرام لاشاری باہم مشورت نمودہ برائے گرفتن ملک کچھی رفتند، چنانچہ چاکر رند و شہک کہ پدر چاکر است، از راہ بولان بہ ملک ڈاڈھر پائیں شدند، و گہرام سردار لاشاری ہا از راہ مورہ (درہ مولہ) بہ گنجابہ (گنداوہ) پائیں شدند، و مندو بلوچ را کہ از قوم رند پھڑی می نامند، در کلات حاکم کردہ رفتند“

سن پندرہ سو صدی عیسوی میں شہک نے بمعیت اپنے فرزند چاکر خان کے قلات کو اقوام براہوی سے فتح کیا اور پھر تھوڑی ہی عرصہ میں گنداوہ، سبی اور علاقہ کچھی کو اپنا مطیع کر لیا۔ اب مکران، سراوان، جہالاوان، لسبیلہ، کچھی اور کچھ حصہ افغانستان کے مجموعے کو بلوچستان کہتے ہیں۔ جو قبل ازیں ملک سندھ کی حدود میں شامل تھے اور بلوچستان کے نام سے اس سے قبل کوئی ملک نہ تھا۔

پندرہویں صدی عیسوی میں جب قلات میرواڑیوں کے ہاتھ آیا تو اس وقت سے لیکر خانانِ احمد زئی کا دار الحکومۃ چلا آتا ہے، مندو (مغل گورنر) کی قبر جس سے میرواڑیوں نے قلات کے دہواریوں کی مدد سے تخت چھینا تھا، مستونگی دروازہ کے قریب واقعہ ہے، بعض مندو کو بلوچ بیان کرتے ہیں، آئین اکبری میں قلات اور نیچارہ ”قلاتِ نیچارہ“ کے نام سے ایک ہی علاقہ یا ضلع بیان کئے گئے ہیں میں نے ۲۵ مئی ۱۹۵۸ء کو نیچارہ دیکھا۔ یہ جہالاوان کے علاقہ میں ایک بہت ہی بڑا مستقل گاؤں ہے جو سلسلہ ہربوئی کے بڑے کوہ مرغ کے جنوبی دامن کے نیچے واقعہ ہے۔ اسمیں چار سو کے قریب مکانات ہونگے، یہ اس لئے بھی متمیز ہے کہ ہندوستان کے دیہاتی طرز سے بہت مشابہ ہے، زیادہ تر مکانات دو منزلہ ہیں۔ جن کے باعث کچھ خوبصورت سا معلوم ہوتا ہے۔

افغانستان کی پہلی جنگ کے دوران میں سعادت قندھار کے موقعہ پر اس شک پر کہ میر محراب خاں (خان قلات) امیر افغانستان کا طرفدار ہے، ۱۳ نومبر ۱۸۳۹ء کو انگریزوں نے شہر قلات پر حملہ بولدیا۔ چنانچہ مذکور ہے کہ فوج انگریزی در ماہ رمضان ۱۲۵۵ھ بہ قلات آمد، آتش کارزار اشتعال یافت، از وقت طلوع آفتاب الے نصف روز جنگ توپ وتفنگ قائم بود، انگریزاں توپ ہا را مقابل دروازہ مستونگ گذاشتہ بر چند گولہ دروازہ قلعہ قلعہ را زدہ شکستہ، درون شہر حملہ آوردند، میر محراب خاں معہ چند نفر شربت شہادت چشید ، مستونگی دروازہ پر اب تک برطانیہ کی ان توپوں کے گولوں کی ضربات کے نشانات موجود ہیں، اس محاربہ کے متعلق کرنیل میلیسن نے یوں لکھا ہے۔کہ "بلوچستان میں برٹش افسروں کی بڑی غلطی جس کو جرم کہنا چاہیئے یہ تھی کہ شریف طینت خان قلات پر حملہ کرکے اس کو قتل کر دیا گیا تھا اور اس کے بیٹے کو وراثت سے محروم کرنے پر شورشس کے خیالات پختہ ہو رہے تھے جس کا نتیجہ برٹش کے حق میں بہت نامبارک نکلا۔ ان کو اپنے جرم کا کفارہ یہ دینا پڑا۔ کہ جو کچھہ انہوں نے انتظام کیا تھا وہ بالکل درہم برہم ہوگیا اور مقتول خان قلات کے بیٹے کو اس کی جگہ بحال کرنا پڑا۔"[1]

قلات میں باغات بکثرت ہیں اور آب رواں وافر لیکن شہر میں صفائی کا انتظام نہیں چشمہ پر خانان ماضی کے مقابر ہیں شہر سے باہر کچھہ فاصلہ پر برٹش گورمنٹ کا مقرر کردہ ایک ہسپتال ہے جس کا انچارج اسسٹنٹ سرجن ہے، شہر سے شمال کیطرف قریباً دو میل کے فاصلہ پر پولیٹکل ایجنٹ اور ملٹری ایڈ وائزر کے بنگلے ہیں اور انگریزی فوج کا ایک دستہ بھی یہاں رہتا ہے، ڈاکخانہ اور تارگھر بھی ہے، ملکی باشندے اس کو چھاونی کے نام سے نامزد کرتے ہیں،

یہ بات قدرت ہی کے علم اور ارادہ میں تھی کہ سنہ ۱۹۰۷ء سے سولہ سال بعد میرے سب سے چھوٹے بھائی عزیز قاضی طالب حسین[2] صاحب یہاں پر "جانشین" (بمنزلہ نائب تحصیلدار) مقرر کئے جائیں گے اور مجھے مختلف اوقات اور مختلف حیثیتوں میں پھر کئی بار قلات کو دیکھنے کا اتفاق ہوگا۔

ہمارا قیام چھاونی سے متصل میر عبد الکریم زرک زہی کی بستی میں ہوا، شہر قلات میں عام طور پر براہوی، بلوچی، فارسی، پشتو اور سندھی زبانیں بولی جاتی ہیں، اردو بھی سمجھی جاتی ہے۔ مگر عام خط وکتابت کے لئے فارسی ہی مستعمل ہے۔ لیکن ریاست کیطرف ریاست بھر میں تعلیم کے لئے مدارس کا کوئی انتظام نہیں،

گوجرانوالہ
یکم جون سنہ ۱۹۳۰ء

قاضی نذیر حسین فاروقی
ریٹائرڈ مستوفی،

---

[1] تاریخ افغانستان، مصنفہ کرنیل جی بی میلیسن، سی، آئی، اے،

[2] المعروف قاضی طالب مہدی، آپ قریباً تین سال تک قلات میں "جانشین" رہے، مگر جون ۱۹۱۳ء میں آپنے سیٹ سروس پر لات ماردی، اب آپ ایک لمبے عرصہ سے کوئٹہ میں سب انسپکٹر پولیس ہیں۔

اسلام سے پہلے

قیامت کفر قہر عالم میں کروٹیں جب بدل رہی تھی — چراغِ توحید بجھ رہا تھا ہوائے تکفیر چل رہی تھی
غلام و آقا کے امتیاز الم فزا کی تھی بادشاہی — کہ گرمیٔ آتشِ جہالت سے آدمیت پگھل رہی تھی
جفا پسندوں سے ذرّہ ذرّہ جہان کا تھا محشرِ تشدد — کرم کا ارماں کا خون ہوا تھا ستم کی حسرت نکل رہی تھی
عناد و بغض و نفاق و کینہ کی بجلیاں کوندتی تھیں ہر سُو — جہاں الم سے تڑپ رہا تھا متاعِ الفت کی جل رہی تھی
چمن چمن مقتلِ تمنّا روش روش کربلائے حسرت — خزاں کی تلوار چل رہی تھی ہوائے گلشن بدل رہی تھی
فساد آرائیوں کی دُنیا، نفاق انگیزیوں کا عالم — فلک سے فتنے برس رہے تھے زمیں بلائیں اگل رہی تھی

فضا کی گہرائیوں میں رقصاں کچھ اس طرح شورِ آدمی تھا
کہ گویا تہذیب و آدمیت کا نالۂ وقتِ جان کنی تھا

اظہر، راولپنڈی

برادرانِ قریش کی فوری توجہ کے قابل

تنظیم و ترتیب کے لئے "ندوۃ القریش" کی آواز ہر فرد قوم تک پہونچانے کے لئے قریشی بھائیوں کے مکمل پتوں کی فہرستیں مطلوب ہیں لہذا جمیع ناظرین القریش کا قومی فرض ہے کہ وہ اپنی اپنی واقفیت اور تعلقات کے مطابق ایسی فہرستیں بہت جلد مکمل کر کے بواپسی ڈاک دفتر میں بھیج کر ہم خادمان قوم کی اشاعتِ مقاصد میں امداد فرمائیں۔ امید ہے کہ برادرانِ گرامی معمولی سی تکلیف سے ہمیں رہین منت کریں گے،

آپکا مخلص بھائی، **بشیر احمد شبلی بی اے** جنرل سکرٹری ندوۃ القریش امرتسر

سیرۃ الاولیاء

حضرت حبیب عجمی کا حجرہ بصرہ کے بازار میں چوراہہ پر تھا اور آپ کے پاس ایک پوستین تھا جس کو سردی گرمی میں برابر استعمال کرتے تھے ایک روز وضو کرنیکے لئے گئے اور پوستین وہیں چھوڑ گئے، اتنے میں حضرت حسن بصری آنکلے۔ دیکھا کہ پوستین پڑا ہے پہچان لیا اور فرمایا کہ حبیب ایک عجمی شخص ہیں، یہ نہیں سمجھتے کہ پوستین کوئی لیجائیگا۔ اور خود وہیں ٹھہر گئے، حتیٰ کہ حبیب واپس آگئے، سلام کیا اور پوچھا کہ اے امام المسلمین آپ یہاں کیسے ٹھہرے ہیں۔ حسن بصری نے جواب دیا کہ تمہاری پوستین کی حفاظت کر رہا ہوں، تم حجرہ اور پوستین کس پر چھوڑ گئے تھے؟ کہنے لگے اس ذات پر جس نے آپکو میرے پوستین کی حفاظت کیلئے بھیجا ہے،

امام عالیمقام حضرت زین العابدین کے ایک کمسن صاجزادے تھے اور صغیرسن صاجزادی، ایک روز آپ نے صاجزادے کو گود میں بٹھا رکھا تھا۔ اور پیار کر رہے تھے، صاجزادی برابر کھڑی ہوئی تھی، بولی ابا جان آپ بھائی سے محبت کرتے ہیں؟ فرمایا، ہاں! وہ یہ سنکر رونے لگی، حضرت کو خیال ہوا کہ شائد اس کو بھائی پر رشک آیا ہے اسے بھی اٹھالیا اور پیار کرنے لگے، اور فرمایا کہ میں تجھ سے بھی محبت کرتا ہوں، صاجزادی یہ سنکر اور رونے لگی، تب تو آپ کو بہت تعجب ہوا اور اس کے بعد لڑکی نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر پڑی، کچھ دیر بعد جب ہوش آیا۔ تو عرض کیا۔ کہ ابا جان میں نے ایک دفعہ آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا۔ کہ "میں اللہ سے محبت کرتا ہوں" کیا جو شخص اللہ سے محبت کرتا ہے وہ مخلوق سے بھی محبت کر سکتا ہے؟ جب آپ اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو کیا غیر اللہ سے محبت کرتے ہوئے آپ کو شرم نہیں آتی؟

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حج کے ارادہ سے مکہ کو چلا تو راہ میں ایک نوجوان کو دیکھا کہ بالکل خاموش جا رہا ہے اور ذکر نہیں کرتا پھر جب رات ہوگئی تو اس نے آسمان کیطرف منہ اٹھایا اور یہ دعا مانگی، "اے وہ ذات کہ جس کو نہ طاعات مسرور کرتی ہیں نہ معاصی مضر ہو جاتے ہیں، مجھے وہ چیزیں بخشدے جو تجھے مسرور نہیں کرتیں اور وہ باتیں معاف کر دے جو تجھے مضر نہیں پہنچاتیں"

اس کے بعد میں نے اس کو ذوالحلیفہ میں احرام باندھے ہوئے دیکھا۔ لوگ تلبیہ پڑھ رہے تھے مگر وہ خاموش تھا۔ میں نے سمجھا کہ شائد یہ ناواقف ہے اس لئے قریب گیا اور اس سے کہا کہ اے شخص تو تلبیہ کیوں نہیں پڑھتا۔ کہنے لگا۔ کہ تلبیہ کیا کام دیسکتا ہے جبکہ میں نے ہمیشہ گناہوں کے ذریعہ اس کا مقابلہ کیا ہے بخدا مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں ایسا نہو، میں کہوں لبیک اور اُدھر سے جواب ملے نہ لبیک نہ سعدیک، نہ میں تیرا کلام سنتا ہوں نہ تیری طرف دیکھتا ہوں، میں نے کہا ایسا نہ کہو وہ حلیم ہے، جب خفا ہوتا ہے خوش ہو جاتا ہے اور جب خوش ہوتا ہے تو غصہ نہیں ہوتا اور جب وعدہ کرتا ہے پورا کر دیتا ہے اور جب وعید کرتا ہے معاف کر دیتا ہے۔" بولا تو کیا آپ مجھے تلبیہ ہی کی رائے دیتے ہیں، میں نے بیشک اور فوراً زمین پر گر پڑا اور کروٹ سے لیٹ کر ایک رخسار زمین پر رکھا۔ اور دوسرے کے اوپر پتھر اور آنسوؤں کا دریا بہا کر یہ کہا۔ لبیک اللّٰھم لبیک قد خضعت لک وہذا مصرعی لدیک (حاضر ہوں میں اے اللہ میں حاضر ہوں، تیرے لئے میں خاک میں ملتا ہوں اور یہ تیرے قریب ہی میری فنا کا مقام ہے) دیر تک اسی طرح رہا اور چلدیا۔ اس کے بعد پھر میں نے اس کو منیٰ میں دیکھا اور وہ یہ کہہ رہا تھا۔

"اے اللہ لوگوں نے قربانیاں کیں اونٹ ذبح کئے اور تیرا تقرب حاصل کیا۔ اور میرے پاس کوئی ایسی شے نہیں جس کے ذریعے تیرا تقرب حاصل کروں بجز میری اس حقیر جان کے، پس اس کو میری جانب سے قبول فرما " اور اس کے بعد ایک لمبا سا سانس لیا اور گر پڑا دیکھا گیا تو مردہ تھا، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
(سید ظہور احمد شاہجہانپوری)

بددیانت ملازم

وہ لوگ بہت خوش نصیب ہیں، جن کو سنجیدہ دیانتدار ملازم میسر ہیں، لیکن ایسے خوش نصیبوں کی تعداد بہت کم ہے، دیانتداری سنجیدگی، اور اخلاقی صفات کے دو باتیں بہت ضروری ہیں، ایک شرافت نسبی اور دوسری تعلیم، شرافت نسبی کی بنا پر عموماً اچھے اخلاق ابتدائے عمر ہی سے پیدا ہو جاتے ہیں اور تعلیم کی بنا پر دماغ میں جو روشنی اور نیک و بد کی جو تمیز پیدا ہوتی ہے وہ بڑی حد تک بگڑی ہوئی عادتوں کو سنوار دیتی ہے لیکن جب شرافت نسبی اور تعلیم دونوں مفقود ہوں وہاں عمدہ اخلاق کی توقع عبث ہے، وہ ملازمین جو خدمتگاری یا اس قسم کے ادنیٰ کاموں پر مامور ہوتے ہیں، عموماً نسبی شرافت اور تعلیم سے معرا ہوتے ہیں اور اس لئے عجیب وغریب واقعات ان سے رونما ہوتے ہیں، یا وہ غیر معمولی بیوقوف ہوتے ہیں یا غیر معمولی چالاک، صدہا اشخاص میں سے بمشکل ایک ایسا نکلیگا۔ جو اخلاقی حیثیت سے غنیمت ہو اور جسکی دیانتداری پر کسی حد تک اعتماد کیا جا سکے سستی، کاہلی، کاموں کو وقت پر انجام نہ دینا، بغیر کہے اور بغیر تاکید کئے اپنے فرائض انجام نہ دینا۔ نگرانی اور باز پرس کو خوف کے بغیر ضروری خدمات سے غافل رہنا ان لوگوں کا معمول ہے یہ لوگ ملازمت کو ایک ناخوشگوار قید سے تعبیر کرتے ہیں جو کام کرتے ہیں بادل ناخواستہ کرتے ہیں۔ آقا کی موجودگی ان کیلئے ایک عذاب ہے آقا کی غیر حاضری اور ان مواقع سے جو انہیں کام سے بچائیں خوش ہوتے ہیں،

ان کی عدم اہلیت کی وجہ سے کوئی بڑا کام تو سپرد نہیں کیا جاتا معمولی کام اور بازار کا سودا سلف ان کے متعلق ہوتا ہے۔ لیکن جہانتک ممکن ہے یہ اس چھوٹی سی معاملت میں بھی کافی نفع حاصل کر لیتے ہیں اور بعض اوقات اتنا فائدہ اٹھا لیتے ہیں کہ دنیا کی کسی ایجنسی اور کسی کاروبار میں ممکن نہیں ہے، چالاک ملازم سودے سلف کی خریداری میں پچیس فیصدی کی اوسط ضرور قائم کر لیتا ہے، وہ لوگ جو اپنے معاملات سے بے پرواہ رہتے ہیں اور سخاوت کی بنا پر انہیں گھر کی باتوں کیطرف توجہ نہیں ان کو زیادہ تر ایسی خیانتوں کا شکار بننا پڑتا ہے، آمدنی کا بیشتر حصہ دو دو چار چار روپے کرکے روزانہ مصارف میں خرچ ہوتا ہے۔ اور مصارف روزمرہ عموماً ان نوکروں کے توسط سے ہوتے ہیں، پس اگر ایک شخص سو روپے مہینے کی تنخواہ رکھتا ہے تو اپنے غیر متدین ملازم کی بدولت اسکی تنخواہ سو کی جگہ پچھتر رہجاتی ہے اور زیادہ تر افسوس اس کا ہے کہ یہ لوگ بددیانتی کے ذریعہ سے روزانہ جو رقم حاصل کرتے ہیں وہ ان کیلئے کچھ مفید ثابت نہیں ہوتی، بلکہ عموماً "بجائے حرام رفت" کی مصداق بنتی ہے،

بعض اوقات ان ملازمین کی چالاکیاں حد سے گذر کر شدید نقصانات کا باعث ہوتی ہیں، مثلاً وہ اپنے فائدہ کیلئے بازار سے ناکارہ سے ناکارہ جنس خرید کرتے ہیں اور اس کا اثر تندرستی پر پڑتا ہے، کبھی ان کی چالاکیاں لطائف کی صورت اختیار کرتی ہیں، مثلاً ایک صاحب کا واقعہ

ہے، کہ وہ چند روز بیمار رہنے کے بعد جب تندرست ہوئے، تو ناتوانی بہت تھی۔ حکیم صاحب نے تجویز کیا۔ کہ آپ صبح کو روز انہ ناشتہ میں یخنی استعمال کریں۔ اُنہوں نے پندرہ بیس روز یخنی استعمال کی، لیکن نقاہت بدستور قائم رہی۔ البتہ اُنہوں نے محسوس کیا۔ کہ اُن کا نوکر جو ناشتہ تیار کرتا تھا، روز بروز تنومند ہو رہا ہے، اپنے قیاسات کی بنا پر ایک دن اُنہوں نے خفیہ طور سے نگرانی کی تو معلوم ہوا کہ نوکر جب یخنی بناتا ہے، تو پہلا جوش نکال کر خود استعمال کرتا ہے۔ اور پھر گوشت پانی میں ڈال کر آقا کے لئے یخنی بناتا ہے۔

ایک صاحب بہادر کا واقعہ اس سے بھی زیادہ دلچسپ ہے، ان کا خانساماں دو آنے فی عدد کے حساب سے انڈے لاتا تھا۔ ایک دن صاحب کے ایک بے تکلف دوست سے اثنائے گفتگو میں انڈوں کا ذکر آگیا، اور معلوم ہوا کہ ان کے ہاں ایک انڈا ایک آنے میں آتا ہے۔ صاحب نے فوراً خانساماں کو بلا کر باز پرس کی۔ اس نے کہا کہ حضور خاکی انڈا ایک آنے کو ملتا ہے۔ لیکن اس میں طاقت بالکل نہیں ہوتی۔ اگر حضور حکم دیں۔ تو میں آئندہ سے خاکی انڈے لایا کروں۔ صاحب یہ بات سن کر خاموش ہو گئے۔

ایک افیونی آقا کا حال سُنا ہے، اور کچھ عجیب نہیں جو صحیح ہو۔ کہ وہ اپنے نوکر سے دودھ منگاتے تھے۔ نوکر آدھا دودھ اور آدھا پانی ملا کر دیتا تھا۔ تنگ آکر دوسرا نوکر رکھا۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ بد دیانت تھا۔ اور ایک حصہ دودھ میں تین حصے پانی ملاتا تھا۔ آخر تیسرا نوکر رکھا، اس کا معمول تھا کہ جب آقا پینک میں ہوتا تو مونچھوں اور ہونٹوں پر ذرا سی بالائی لگا دیتا۔ دودھ مانگا جاتا تو وہ برجستہ جواب دیتا۔ کہ آپ نے ابھی نوش فرمایا ہے، آئینہ دیکھ لیجئے۔ ابھی تک ہونٹوں پر بالائی لگی ہوئی ہے۔

ایسے نامعلوم کتنے آقا ہوں گے۔ کہ نوکر اُن کے ہونٹوں پر بالائی لگا کر دودھ کے دام وصول کر لیتے ہیں، چونکہ صورتیں مختلف ہوتی ہیں۔ اس لئے اُنہیں اپنے بیوقوف بنائے جانے کا زیادہ احساس نہیں ہوتا۔ میرے خیال میں جو لوگ عاقبت اندیشوں اور کفایت شعاروں کی صف میں آنا چاہتے ہیں۔ اُن کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے مصارف کے اس پہلو پر بھی نظر رکھیں۔

جب آپ کو اپنے ملازم کی بد دیانتی اچھی طرح معلوم ہو جائے، تو اُسے یک قلم موقوف کر دیں۔ کیونکہ ایسے لوگوں کی ملازمت کا قائم رکھنا درحقیقت بد دیانتی کو نشوونما دینا ہے، جب ایک بد دیانت ملازم پے در پے برخاست ہو کر فاقہ کشی کی تکالیف میں مبتلا ہوگا۔ تو ممکن ہے، کہ اُس کی اخلاقی حالت درست ہو جائے۔ میری رائے میں مناسب ہے، کہ جس طرح ہم اپنے بچوں کی عادات و اخلاق کے نگران رہتے ہیں، اور موثر وعظ و پند کے ذریعہ سے ان کے خیالات کی اصلاح کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح نوکروں کی تعلیم و تلقین بھی کی جائے، اور اُن کے سامنے بد دیانتی اور بداخلاقی کی کوئی ایسی مثال نہ لائی جائے، جس سے وہ اور زیادہ جری ہوں۔ اور بد دیانتی کو ایک امر جائز خیال کرنے لگیں۔ یہ تمام زحمتیں بڑی حد تک پیش نہیں آتیں۔ اگر ملازم کے انتخاب میں غلطی نہ کی جائے۔

معصوم قیدی

پیوستہ بگذشتہ

دوسرا باب

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

سپاہیوں نے جمشید کے اسباب کو کھول کر اس کی تلاشی لی، تو دفعتہً اُس کے تھیلے میں سے ایک لمبا اور تیز چاقو برآمد ہوا، جو سراسر خون سے آلودہ تھا،

"یہ چاقو کس کا ہے؟" ایک سپاہی نے چلا کر کہا۔

ایسا عجیب و غریب ماجرہ دیکھ کر جمشید کے ہوش جاتے رہے، حواس گم ہو گئے، رعشہ طاری ہوگیا، چہرہ کا رنگ زرد پڑ گیا، اور اس کے منہ پر طرح طرح کی ہوائیاں اڑنے لگیں۔ بولنے کی ازبس کوشش کی مگر ناکام رہا۔ آخر کار بمشکل تمام اُس کی دبی ہوئی زبان سے یہ چند الفاظ نکلے۔

"میں......میں۔ ۔ ۔ نہیں جانتا ۔ ۔ یہ ۔ ۔ ۔ یہ .... میرا نہیں ہے!"

"اصلی قاتل یہی ہے، اس کے علاوہ اور کس کو ایسا کرنے کی جرأت ہو سکتی ہے، مکان کے دروازہ کو اندر کی طرف سے تالا لگا ہوا تھا" پولیس کپتان نے سپاہیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا "اس کے سوا وہاں تیسرا کوئی شخص موجود بھی نہیں تھا، یہ خون آلود چاقو جو اس کے تھیلے سے برآمد ہوا ہے، اس بات کا بین ثبوت ہے۔ کہ اسی سفاک نے اس سوداگر کو موت کے گھاٹ اتارا ہے" پھر اس نے جمشید کو مخاطب کر کے کہا۔

"مجھے سچ بتاؤ کہ تم نے اس سوداگر کو کیوں اور کس طرح قتل کیا ہے اور کتنی نقدی چرائی ہے؟"

"میں نے رات کو چائے پینے کے بعد پھر اسکو نہیں دیکھا" جمشید نے کہا "یہ چاقو بھی میرا نہیں ہے، میرے پاس دس ہزار روپیہ ہے، جو میرا اپنا ہے" (لیکن اُس کی آواز بھرائی ہوئی تھی، چہرہ پر افسردگی چھا رہی تھی۔ اور وہ خوف کے مارے اس طرح تھر تھر کانپ رہا تھا۔ کہ گویا وہ ایک مجرم ہے) کپتان نے سپاہیوں کو اشارہ کیا۔ کہ وہ جمشید کو گرفتار کریں۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ اور سپاہیوں نے اُس کے دونوں ہاتھوں کو ایک مضبوط رسی سے باندھ کر اُسے گاڑی میں پھینک دیا۔ اُس کی تمام نقدی اور سارا اسباب چھین لیا گیا۔ وہ غریب اُس وقت نہایت غمگین تھا۔ اور اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے یعنی وہ زار زار

و قطار رو رہا تھا۔

اُس کو نزدیک کے کسی شہر میں زیر حراست رکھا گیا۔ اور شکار پور میں اُس کے چال چلن کی مزید تحقیق ہونے لگی، قصبہ کے تاجروں، اور دیگر تمام باشندوں نے جو جمشید سے پوری طرح آشنا تھے، بیان کیا۔ کہ وہ ابتدا میں شراب پی پی کر اپنا روپیہ ضائع کرتا رہا ہے، لیکن جب سے اُس کی شادی ہوئی ہے اُس نے اِس بد عادت کو بالکل چھوڑ دیا ہے، اور اب وہ ایک نہایت شریف اور بھلا مانس آدمی ہے۔

عدالت نے جمشید پر فردِ جرم عاید کرتے ہوئے اُس کو سوداگر کا اصلی قاتل قرار دیا۔ اور عمر بھر کے لئے اُسے زندان کی چار دیواری میں قید کر دیا۔ جمشید کی بیوی یہ افسوسناک خبر سُن کر بہت مایوس ہوئی، اُس کو مطلق یہ پتہ نہ چلتا تھا، کہ وہ اب کیا کرے، آخر کار وہ اپنے تمام چھوٹے چھوٹے بچوں کی معیت میں اُس شہر کی طرف روانہ ہو گئی۔ جہاں اُس کا خاوند ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں اپنی مصیبت کے دن گِن گِن کر پورے کر رہا تھا۔

بیوی نے شوہر سے ملنے کی استدعا کی۔ جو بڑی التجاؤں کے بعد منظور ہوئی، اور وہ ایک سپاہی کو اپنے ہمراہ لے کر اُس چار دیواری کے اندر چلی گئی، جہاں جمشید قیدیوں کی سی پوشاک پہنے ہوئے، لوہے کی سنگین زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ بیوی نے یہ وحشت اثر منظر دیکھ کر ایک الم ناک چیخ ماری۔ اور پھر بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی۔ کچھ دیر کے بعد جب وہ ہوشیار ہوئی تو اُس نے اپنے نازک اور ملائم ہاتھوں کو اپنے پیارے پتی کی گردن میں ڈال کر محبت بھرے انداز میں دریافت کیا۔ کہ اُس کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا ہے۔

جمشید نے من و عن کل داستان سنائی۔ کہ ایک پولیس کپتان نے کس بے رحمی اور بیدردی سے اُس کا تمام روپیہ اور مال و اسباب غصب کر کے اُسے ناحق گرفتار کیا ہے،

"تو پھر ہم کو کیا کرنا چاہیئے"؟ بیوی نے پوچھا۔

"ہمیں رحم کی ایک درخواست گذارنی چاہیئے۔ کہ ایک معصوم اور بے گناہ شخص کی زندگی کو اِس طرح مفت میں برباد نہ کیا جائے" جمشید نے جواب دیا۔

"میں اِس سے پہلے بھی بڑے افسر کے حضور میں رحم کی ایک درخواست بھیج چکی ہوں" بیوی نے کہا۔ "لیکن وائے افسوس! کہ وہ نامنظور ہو گئی ہے"

یہ سُن کر جمشید اور بھی ملول ہوا۔ اُس کی تمام امیدوں پر یکسر پانی پھر گیا۔ اور وہ اِس امر کا کچھ جواب دیئے بغیر ہی خاموش ہو رہا۔

"یہی وہ بڑی چیز تھی" اُس کی بیوی نے کہا۔ "جو میں نے اُس رات کو سوتے ہوئے عالم خواب میں دیکھی تھی، کہ تمہارے سر کے تمام بال برف کی مانند سفید ہو گئے ہیں۔ کیا تمہیں یاد ہے؟ تمہیں اُس روز سفر کے لئے ہرگز روانہ نہ ہونا چاہیئے

تھا؟" (پھر ذرا سے توقف کے بعد) میرے ولاسے! اپنی لاڈلی بیوی کو سچ بتا۔ کہ کیا تم سے فی الحقیقت ایسا کام سرزد ہوا ہے؟
"زانی! تم بھی مجھے مجرم ہی خیال کرتی ہو؟" جمشید نے کہا۔ حالانکہ میرے فرشتوں کو بھی اس حادثہ کی خبر نہیں ہے"۔ (یہ کہہ کر وہ اپنا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں سے چھپا کر رونے لگا) اتنے میں ایک سپاہی اندر آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ وہ اب اپنے تمام بچوں کو ساتھ لے کر زندان کی چار دیواری سے باہر چلی جائے۔
بیوی نے آخری بار کلیجہ تھام کر حسرت بھری نظر سے جمشید کو دیکھا۔ اور الوداع کہنے کے بعد اشکبار ہی کرتی ہوئی باہر نکل آئی۔ (باقی آئندہ) (رفیق محمد فیض لدھیانوی)

آدابِ طعام

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ

(۱) ہر مسلمان کو کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ شریف ضرور پڑھنی چاہیئے۔ (۲) کھانا ہمیشہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ چبا کر کھاؤ۔ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ (۳) تکیہ لگا کر کھانا کھانا مکروہ ہے۔ ہمیشہ دو زانو ہو کر بیٹھنا چاہیئے (کہ یہ مسنون طریقہ ہے۔ (۴) جو شخص بسم اللہ نہیں پڑھتا اس کے ساتھ شیطان کھانا کھاتا ہے۔ (۵) بسم اللہ شریف پڑھنے کی حالت میں شیطان اپنا کھایا ہوا تمام کھانا قے کی صورت میں نکال دیتا ہے، اور بھاگ جاتا ہے۔ (۶) اگر کھانا کھاتے وقت بسم اللہ کا پڑھنا بھول جائے تو یاد آنے کے ساتھ "بسم اللہ اوّلہ و آخرہ" پڑھنا چاہیئے۔ (۷) کسی کی دعوت کو نامنظور نہ کرنا چاہیئے۔ کہ اس سے داعی کی دل شکنی ہوتی ہے۔ (۸) سب کو مل کر ایک دسترخوان پر کھانا چاہیئے۔ کہ اس سے خدا کی برکات نازل ہوتی ہیں۔ اور سیری بھی خوب ہوتی ہے۔ (۹) کھانا ایک طرف سے کھانا چاہیئے۔ کیونکہ وسط میں نزول برکت کی جگہ ہے۔ (۱۰) کھانا کھانے کے بعد "الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً" پڑھنا چاہیئے۔ کہ اس پر عمل کرنے والے کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (۱۱) کھانے کی کسی چیز کو برا مت کہو۔ خاطر کو پسند آئے تو کھاؤ۔ ورنہ اسے چھوڑ دو۔ (۱۲) ہمارے نبیؐ نے کبھی کسی کھانا کو برا نہیں فرمایا۔ بلکہ آپ ہمیشہ اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔ سرکہ آپ کو بہت بھاتا تھا۔ (۱۳) کھانے سے فارغ ہونے کے بعد انگلیوں کا چاٹنا سنت ہے۔ (۱۴) ہمارے نبیؐ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے، اور کھانے کے بعد انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے۔

(عبدالمجید وزیری لدھیانوی)

تاجر و ملازم

اک ملازم سے یہ تاجر نے کہا — اے نصیبِ سوختہ کی یادگار!
نوکری میں کیا ملا تجھ کو ثمر — اس خزاں میں تو نے کیا دیکھی بہار
بس رہی ہے مجھ میں پھولوں کی مہک — چبھ رہے ہیں تیرے ہر پہلو میں خار
قید لازم ہے ترے اوقات پر — اپنی ہستی پر ہے مجھ کو اختیار
تیرا شیوا بندگی بے چارگی — چارہ جوئی خلق کی میرا شعار
تیرے مذہب میں دل آزاری روا — میرے مشرب میں خطا نیت کا بار
تیرا حاکم بندۂ محکوم ہے — میرا مالک ہے خدائے کردگار
تیری حکمت میں خوشامد پر عمل — ہے توکل پر مرا دار و مدار
تیری قسمت میں دروغِ بے فروغ — میری عادت راستی کا کاروبار
تیری خدمت قابلِ عظمت نہیں — اور اگر ہو بھی گئی تو اعتبار؟
خوش نہیں تجھ سے گدا ہوں یا امیر — ہیں ترے کرتوت سے سب دلفگار
میری یہ ہمت ہے یہ عزت مری — مفلسوں کا دوست ہوں شاہوں کا یار
تیری محنت کا بدل ہیں کچھ ٹکے — تیس دن میں جن کا ہوتا ہے شمار
میرے ہاتھوں میں خزانوں کی کلید — میری گھاتوں کے ہیں سیم و زر نثار
تیرا مسلک کل کا کل ابلہ فریب — تیری باتیں سربسر بیگانہ وار
تجھ پہ جو عاشق ہوا بے گھر ہوا — خانہ ویرانی ہے تیرا روزگار
غیر کے بس میں ہے اٹھنا بیٹھنا — کیا رہا اس طرح جینے کا وقار
بے بسی کی زندگی کیا زندگی — ایسی پابندی پہ آزادی کی مار

جنگِ یورپ نے یہ ثابت کر دیا
ہے تجارت کی زمانے میں بہار

سن کے یہ طعنے ملازم جل گیا — بولا بس زیادہ نہ اب شیخی بگھار
خوب اپنے منہ میاں مٹھو بنا — کب کا یہ دل سے نکالا ہے بخار؟

تیری یہ تقریر ہے سچی مگر | مجھ کو سمجھا اس قدر کیوں تو نے خوار
اپنے نقصوں کی بھی پلٹن دیکھ لے | میرے عیبوں کی اگر دیکھی قطار
تجھ کو ڈر ہے نفع میں نقصان کا | تیرے جتنے کام ہیں سب بے اعتبار!
بک چکا ہے تو بھی تو دولت کے ہاتھ | یہ گرفتاری ہے تیری آشکار
چین جس کا نام ہے تجھ کو کہاں | فکر ہے ہر وقت چھاتی پر سوار
باندھ دی ہے تیری لالچ نے نظر | گل ہے تیری آنکھ میں ایک ایک خار
تجھ کو فرصت مرنے جینے کی نہیں | ہیں امید و بیم تیرے یار غار
ایک پل کٹتی نہیں آرام سے | تیرا ہر اک سانس ہے خنجر کی دھار
کام چل سکتا نہیں میرے بغیر | ہوں زمانے میں اگر تجھ سے ہزار
میرے دم سے ہے حکومت کا مزہ | ذات پر میری سیاست کا مدار
منحصر مجھ پر نظام سلطنت | ملک گیری میں بھی مجھ کو افتخار
میرے باعث ہے تیرا سب کر و فر | میں نہ ہوں تو بند ہو یہ بیوپار
امن خود بن جائے فتنہ گر نہ ہوں | منصف و ڈپٹی کلکٹر تھانہ دار
مال ہو جائے تری جاں کا وبال | ہوں اگر ضامن نہ یہ خدمت گزار
خاک میں مل جائے یہ تیرا اسٹور | رنگ لائے جو مری مے کا خمار
بڑھ چلی تکرار جب کچھ اس طرح | کھا لیا ہو جیسے آپس میں ادھار
فیصلے کو آ گئی عقل سلیم | کر دیا اک دم میں جھگڑا وار پار
دے دیا دونوں کی حجت کا جواب | باتوں باتوں میں اڑا دی جیت ہار
ہو گئے دونوں کے دل آخر کو صاف | دھو دیا اس ایک تقریر نے غبار

تنگ دستوں کو ہے موزوں نوکری
اور شایانِ تجارت مالدار

(شیخ عبد اللطیف تپش۔ بی۔ اے)

واقعات و حوادث

بہتانِ عظیم

قاضی عنائت علی وثیقہ نویس ایک مقامی انجمن کے سکرٹری کی حیثیت میں ذاتی بغض و عناد اور کد و کاوش کو قومی رنگ دیکر ۱۱۳ کی مفروضہ رقم کی آڑ میں ہمیں بدنام کر رہے ہیں اور اخباروں اور اشتہاروں میں گالیاں دیکر اپنے دل کا بخار نکال رہے ہیں، آپ قوم کے درد میں گھلے جاتے ہیں اور خادمانِ قوم کو یوں کوس رہے ہیں کہ الامان والحفیظ!

گذشتہ چار پانچ سال میں آپنے ہماری شہرت و نیک نامی اور ہمارے اعتبار و اعتماد کو صدمہ اور ہمارے ذرائع معاش کو نقصان پہونچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، اب ہمنے المعذور مجبوراً اپنی پوزیشن صاف کرنے اور ان خرافات کے قطعی انسداد کے لئے معاملہ عدالت کے سامنے رکھ دیا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ حق و صداقت کی فتح ہوگی، ہم اس وقت نہ اس مسئلہ کی شرح وبسط میں جانا چاہتے ہیں اور نہ آپ کی کارروائی سے متعلق کسی تفصیل کی ضرورت سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ عزاسمہ پر معاملہ چھوڑ دیا گیا ہے اور اپنی قدرت کاملہ سے خود عدالت میں اس قضیہ کو بطریق احسن طے کرا دے گا۔

اس مختصر نوٹ میں قارئین کرام کو ہم صرف یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ان تحریروں سے جو ذاتی عداوت سے ہمیں بدنام کرنیکی غرض سے شائع کیگئی ہیں اپنے دل مکدر نہ کریں اور ہمپر بدظن نہ ہوں، اس موقع پر نہ کسی جوش کی ضرورت ہے اور نہ پریشانی و طعن وتشنیع کی ناظرین کرام اپنے ۱۲ سالہ تعلقات سے ہماری نیت اور کارگذاری سے خوب واقف ہیں، راہِ حیات میں اس قسم کی سینکڑوں پُر خار وادیاں انسان کو عبور کرنی پڑتی ہیں، خدا خود میر ساماں ہے، وہ تمام مشکلات اور حبال و تراکم کا لمحہ صاف کر دینے کی طاقت و قدرت رکھتا ہے، اِنّ اللہ علیٰ کل شئی قدیر۔

خوش نصیب میونسپلٹی

امرتسر میونسپل کمیٹی آمدن کے لحاظ سے ایک معقول ریاست ہے لیکن انتظامی امور سے شہری ہمیشہ شکوہ سنج رہتے ہیں اگرچہ نظام ترکیبی کی تزئین و تدوین میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جاتی، لیکن بعض کارکنان اور ذمہ داران کی عدم توجہی شکایات کا کما حقہ انسداد نہیں ہونے دیتی، قانون قدرت ہے کہ ایک سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے قائم نہیں رہ سکتا اور کوئی نہ کوئی صورت تغیر حالت کے لئے پیدا ہو ہی جاتی ہے، باشندگان امرتسر کو خوش اور اپنی خوش نصیبی پر ناز کرنا چاہئے کہ خدائے عزوجل نے ان کی ان تکالیف کو جو انہیں میونسپلٹی سے متعلق ہیں دور کرنے کے لئے خود سامان بہم پہونچا دیئے ہیں یعنی رائے بہادر سر گوپال داس صاحب بہنڈاری او۔ بی۔ ای، سی۔ آئی۔ ای، رئیس اعظم مرحوم سابق صدر میونسپلٹی کے فرزند مسٹر مدم چند صاحب بہنڈاری بی۔ اے (کیمبرج)، ٹرائی پس اقتصادیات (لنڈن یونیورسٹی)، بیرسٹرایٹ لا، ماہر نظام بلدیات تکمیل تعلیم کے بعد حال ہی میں امرتسر اپنے دولتکدہ پر تشریف لے آئے ہیں آپ کی تشریف آوری پر رؤسائے شہر اور اراکین بلدیہ نے خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے مبارکباد کے بعد موصوف سے خواہش کی ہے کہ چونکہ انہوں نے یورپ کی تمام بڑی بڑی میونسپلٹیوں کے

نظام ترکیبی کا معائنہ فرمایا اور اکثر بڑی بڑی کمیٹیوں کے معزز
مہمان رہ کر بلدیات کے متعلق وسیع تجربہ حاصل کیا ہے اور آپ نظام بلدیات میں
دستگاہ کامل رکھتے ہیں۔ اس لئے اپنے شہر کی میونسپلٹی کا نظام
درست کرنے میں بھی انہیں مدد دیں، آپ نے اراکین بلدیہ کی اس جائز
خواہش کو خوشی کے ساتھ قبول کیا اور وعدہ کیا ہے کہ آپ اپنے والد
مرحوم کی یاد میں گہری توجہ اور شغف و انہماک سے ان کی مدد کرینگے،
معلوم ہوا ہے کہ سردست آپ کسی عہدہ کو قبول نہ کرینگے، اہالیان شہر
کو خوش ہونا چاہیے کہ بھنڈاری صاحب موصوف کی توجہ فرمائی سے ان
کی میونسپلٹی کی بطریق احسن اصلاح ہو جائیگی، اور میونسپلٹی کو اپنی
خوش نصیبی پر فخر کرنا چاہیے کہ انہیں ایک ماہر کامل کے مفید ترین
مشوروں سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملیگا۔ ہم بھنڈاری صاحب کو
ان کی اس کامیابی پر جو تکمیل تعلیم یورپ میں انہیں حاصل ہوئی ہے
مبارکباد دیتے ہیں:-

دولتِ آصفیہ اور لندن کانفرنس

گول میز کانفرنس کیطرف ہندوستان کے تمام عناصر کی توجہ پھر گئی ہے
اور اس سے عظیم الشان امیدیں وابستہ کیجا رہی ہیں اسی سلسلہ میں دیسی ریاستوں
کیطرف سے بھی مطالبات پیش کئے جا رہے ہیں اور وہ اپنی حیثیت و درجہ
کی بلندی کیلئے کوشاں نظر آتی ہیں، ریاست حیدرآباد دکن کی رعایا نے
بھی ۲۰ جون کو ایک جلسہ غوثیہ رزیڈنسی میں منعقد کر کے اپنے خیالات
کا اظہار کیا اور حسب ذیل مطالبات کانفرنس مذکور میں پیش کرنیکی تجویز کی،
(۱) دولتِ آصفیہ کی خود مختاری تسلیم کیجائے، ۲- ممالک محروسہ
سے آصفی تنخواہ یاب انگریزی لشکر برخاست کر دیا جائے ۳- جلالتمآب
شاہ دکن کیلئے ہز مجسٹی کا خطاب تجویز کیا جائے۔ ۴- استرداد برار و
بحال ہو۔ ۵- یونین کے حقوق عطا کئے جائیں ۶- ریلوے چھاؤنی
سکندرآباد اور علاقہ رزیڈنسی حیدرآباد کو واپس دیے جائیں، ۷- لندن
اور دہلی میں گورنمنٹ آصفیہ کے قنصل اور سفیر مقرر ہوں،

یہ مطالبات نئے نہیں، مدت دراز سے وقتاً فوقتاً پیش ہوتے
رہے ہیں اب تک انہیں سے کسی ایک کو بھی درخورِ اعتنا نہیں سمجھا گیا۔
اور شاید گول میز کانفرنس سے بھی اس بارہ میں کچھ زیادہ توقع رکھنا
فضول ہوگا۔ مطالبات اگرچہ بہت اہم ہیں لیکن ناواجب نہیں ہیں
اور اگر برٹش گورنمنٹ ان سب کو یا ان میں سے اکثر کو تسلیم کرلے، تو
وہ اس کے خوشگوار نتائج کی اہمیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیگی،

طبیہ سکول امرتسر

۳۰ جون کو مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی کو طبی سکول
کیطرف سے دعوت دیگئی، ایک مختصر سے اجلاس میں طبی امور گفت و
گو ہونیکے بعد ڈسٹرکٹ طبیہ کمیٹی کیطرف سے مبلغ بیس روپے شیخ
عبدالرحیم صاحب عاجز کو حکیم صاحب کے ہاتھوں اس صلہ میں بطور
انعام دلائے گئے کہ انہوں نے جناب حکیم محمد اجمل خاں صاحب رئیس
دہلی کی شان میں قصیدہ کہا تھا۔ یہ اس وعدہ کا ایفا ہوا ہے، جو
پنجاب طبی کانفرنس منعقدہ امرتسر کی طرف سے کیا گیا تھا۔

حضور نظام کی صنعتی امداد

اعلیحضرت حضور نظام عالی مقام نے مسٹر گنیش راؤ کالے دکن مینونگ
دائرکٹر دکن گلاس ورکس کو تین ہزار روپیہ قرض اور تین ہزار روپیہ بطور امداد
اس لئے عطا فرمایا ہے کہ وہ جاکر شیشہ کی صنعت کے متعلق تعلیم حاصل کریں
چنانچہ وہ جرمنی چلے گئے ہیں، جنگلات حیدرآباد کا ایک پنج افسر دوست
علی خاں جو اس وقت حکومت آصفیہ کیطرف سے ولائت میں جنگلات کی تعلیم
حاصل کر رہے، نظامت جنگلات کی طرف سے ہدایت کیگئی ہے کہ وہ اس
سے فارغ ہو کر ریشم، دباسلائی اور کاغذ سازی کی تعلیم بھی حاصل کریں،

سید جالب دہلوی مشہور اخبار نویس مدیر روزنامہ ہمت کا انتقال ہو گیا۔ خدا
مغفرت کرے۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون)

گلدستۂ رنگین

مرتبہ حضرتِ فیض لدھیانوی

عالم نظر میں ہے کسی مستِ شراب کا (خیال) آنکھوں سے پی رہا ہوں پیالہ شراب کا

بس اتنی داد دینا بعد میرے میری الفت کی (تاجور) میں یاد آؤں تو اپنے آپ کو تم پیار کر لینا

کچھ نہ پوچھو حال کیا تھا خاطرِ بےتاب کا (حسرت) ان سے جب مجبور ہو کر میں جدا ہونے لگا

عشق تونے توڑ دیں شائد وہ پہلی منزلیں (ذکی) اُف میرا شیرازۂ ہستی پریشاں ہوگیا

اے کاش کوئی جا کے کہے انکے روبرو (نظیر) مر جائیں گے فراق میں ناکام آرزو

دھجیاں تیری اڑاتے اے فلک ہر کیا کریں (برق) عمر بھر دست و گریباں ہم رہے تقدیر سے

پچھلی باتوں کے تصور سے بھی غم ہوتا ہے (نوح) شکر ہے عہدِ گذشتہ کا مجھے دھیان نہیں

کسی کے دردِ محبت سے عمر بھر کے لئے (نامعلوم) خدا سے مانگ لیا انتخاب کر کے مجھے

میری قسمت بھی بری میری طبیعت بھی بری (سہا) میری ہر چیز بری ہے میرا اچھا کیا ہے

ایجادات معلومات

لنڈن کی زمین دوز ریلوے کے سٹیشنوں پر جو ٹکٹ تقسیم کرنیوالی مشینیں نصب کیگئی ہیں وہ نہایت مفید ثابت ہوئی ہیں ۔ بکنگ آفس میں دھکے کھانیکی بجائے لوگ اس مشین کے پاس جا کر اسکے ایک خانہ میں پینس رکھدیتے ہیں اور فی الفور مطلوبہ ٹکٹ باہر نکل آتا ہے ، اب ایک اور مشین بھی ایجاد ہو گئی ہے ، جو نوٹ کی ریزگاری بھی دیا کریگی ، بہت خوب ،

جنوبی انگلستان میں ایک بہت بڑا ہوائی جہاز تیار کیا جارہا ہے جس میں عیش و آرام کا سامان مہیا ہوگا ۔ اس ہوائی جہاز میں ۵۰ مسافر سوار ہوسکیں گے اور یہ انگلستان اور نو آبادیات کے درمیان پرواز کریگا۔

کپڑے دھونے کی ایک مشین ایجاد ہوئی جو منٹوں کے حساب کپڑے دھوتی اور پھر استری کر کے تہ بھی لگا دیتی ہے ، دھوبی تیار ہو جائیں ،

تمام دنیا کی سالانہ آمدنی ۳۰۳ کروڑ پونڈ ہے ۔ انگلستان میں ہر بیسویں شخص کے پاس ایک موٹر کار ہے ، امریکہ میں ہر پانچویں شخص کو ایک موٹر رکھنے کا فخر حاصل ہے ، ہر سال مغربی عورتوں کی جرابیں وغیرہ بنانے پر ایک لاکھ ۔ ۷ ہزار ٹن مصنوعی سلک صرف ہوتا ہے ۔

مامون اعظم یعنی خلیفہ مامون الرشید اعظم عباسی کی سوانح عمری مصنفہ مولانا امام الدین صاحب رام نگری قیمت ۸ر

رباعیات حافظ حضرت خواجہ شمس الدین صاحب شیرازی کی رباعیات معہ ترجمہ وتشریح اور سوانح عمری قیمت ۸ر

الحریت فی الاسلام اسلامی حریت ومساوات وجمہوریت اور دیگر اہم مسائل پر زبردست بحث مولانا ابو الکلام آزاد کی معرکۃ الآرا تصنیف قیمت ۱۲ر

دعوت عمل نہایت ضروری اور قابل قدر رسالہ مصنفہ مولانا آزاد قیمت ۸ر

خطاب بہ اقبال مولوی سید شوکت حسین صاحب شوکت علیگ سابق مدیر معاون روزنامہ سیاست لاہور کا دلپذیر فارسی کلام جس میں علامہ اقبال کے فلسفہ اشک ریزی پر نئے پہلو سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ عجیب لطیف کتاب ہے قیمت ار

حقیقۃ السیادت اس میں ثابت کیا گیا ہے۔ کہ قریش کا خاندانی لقب سید ہے اور اس میں سے سادات بنی ہاشم کی لقب سید وشریف ہے۔ جو لوگ سادات قریش کو شیخ کے لقب سے ملقب کرتے ہیں غلطی پر ہیں۔ اس لئے ہر قریشی کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے ناموں کے ساتھ لقب سید ضرور لکھیں۔ کتاب قابل دید اور فتوی کی حیثیت رکھتی ہے۔ قیمت ۴ر

حقیقۃ السیادت الہاشمیہ ایک اعتراض کا زبردست معقول ومنقول جواب سادات بنی ہاشم کی سیادت کا ثبوت اور یہ کہ آل علی۔ آل عباس۔ آل جعفر آل عقیل سب سادات ہیں۔ اور شریف وسید کے لقب سے آنحضرت کے زمانہ سے اب تک ملقب رہے ہیں قیمت صرف ۴ر

سیرۃ العباس حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم مکرم حضرت ابو الفضل عباس بن عبد المطلب ہاشمی کی زندگی کے حالات عربی کی معتبر کتابوں کا انتخاب بزبان اردو قیمت ۱ر

مدار اعظم حضرت سیدنا بدر الدین صاحب کے مفصل حالات آپ کے خاص خلفاء کے اور خاندان چشتیہ وقلندریہ ونقشبندیہ کے ان بزرگوں کے حالات جن کی نسبت مداریہ حاصل ہے قیمت ۸ر

ملنے کا پتہ:- **مکتب خانہ القریش امرتسر**

اعتذار

"ندوۃ القریش" کے اجلاس سے متعلقہ انتظامی امور اور بعض التزامی کارروائی اور پھر القریش کی ترتیب میں عکسی تصویر کے لئے انتخاب اور بلاک کی تیاری کا موقعہ نہیں مل سکا۔ اس لئے اس اشاعت میں فوٹو نہیں رکھا جا سکا۔ انشاءاللہ تعالےٰ آئندہ کوشش کی جائے گی۔ ناظرین کرام کا فرض ہے۔ کہ وہ توسیع اشاعت کیلئے کوشش کریں۔ تاکہ اخراجات میں سہولیت ہو سکے۔ اور رسالہ ذرا اور شان سے نکل سکے۔

مینیجر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۷۴
القریش امرتسر
رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۷۴
محصولڈاک بذمہ خریدار
راز معرفت ۴ر
کمال معرفت ۴ر
تاریخ تبلیغ اسلام عہ
ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ۶ر
اسلامی پردہ
خطبات عزیزی ۴ر
سراج الدارین ۵ر
اخلاقی کہانیاں ۳ر
کلام صدر ۶ر
حیات النبی ۶۰ر
پھول اور کانٹے ار
سراج معرفت ۴ر
والدین کا اثر اولاد پر ۴ر
علم غیب ۶ر
عورت کے تین کام
دلی کی پہچان ۲ر
پیام آمین
یہ نایاب کتاب انگریزی، فرانسیسی، جرمنی، ہندوستانی، اور عبرانی صد ہا کتابوں کا انتخاب ہے، قرآن کریم کے متعلق علماء مغرب کے خیالات کیا ہیں، کتاب پاک کی نسبت دنیا کیا خیال رکھتی ہے، دنیا کی کس کس زبان میں کلام پاک کا ترجمہ ہو چکا ہے، یہ ترجمے کب اور کہاں کہاں سے شائع ہوئے، قرآن کریم کی جلدات دنیا میں کن کن ذرائع سے اور کیونکر پھیلیں۔ ان سوالات کا صحیح اور محقق جواب صرف پیام آمین ہی کے اوراق دے سکتے ہیں، ان میں شتر کے قریب دنیا کے نامور مؤرخوں، مصنفوں اور نامور لوگوں نے قرآن کریم کی عظمت و صداقت کی زبردست شہادت دی ہے۔ اس کتاب کا دنیا کی مختلف چھ زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔
قیمت فی جلد ایک روپیہ ناظرین القریش سے ۱۲ر
تاریخ المشاہیر
جس میں ۱۰ ائمہ، علماء، ۵ مشائخ و اصفیا، ملوک و وزراء، قاضی القضاۃ اور شعراء دنیا کے سبق آموز اور ترقی و کامیابی پر آمادہ کرنے والے حالات زندگی دلکش پیرایہ میں لکھے ہیں، صفحات سوا دو سو، کلاں قیمت مجلد عمار روپے اور بلا جلد، قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری مصنف رحمۃ للعالمین کی تازہ ترین تصنیف۔ جو بہترین تصنیفات میں جگہ پانے کے قابل ہے۔ تمام ان لوگوں کو جو ذاتی اور قومی ترقی کے خواہاں ہیں، اس نادر و بے نظیر تصنیف کا مطالعہ کرنا چاہیے کتابت طباعت دیدہ زیب سرورق رنگین
۲۔ شادی سے پہلے شادی کے بعد عجیب کتابیں ہیں۔ قیمت ۸ر
تین خاص نمبر
القریش کے تین خاص نمبر بے حد دلچسپ اور قابل دید ہیں،
نبی نمبر یعنی رسول اکرم کے حالات زندگی منظوم و منثور واقعات نہایت دلکش پیرایہ میں تفصیل کے ساتھ دیے گئے ہیں۔
صدیق نمبر حضرت ابوبکر صدیق کی سوانحعمری منظوم و منثور و لاجواب پیرایہ میں بے حد دلچسپ بہترین دل و دماغ کا نتیجہ قابل قدر چیز ہے۔
نظام نمبر موجودہ فرمانروا کے فضائل
انسداد گداگری
اس میں آیات قرآنی احادیث نبوی علمائے کرام صوفیائے عظام حکما اور مشاہیر کے اقوال اور تاریخی واقعات سے بھیک مانگنے کی برائیاں ظاہر کی گئی ہیں۔ اور زکوٰۃ و خیرات اور صدقات کا صحیح مصرف بیان کر کے بغیر ضرورت بھیک مانگنے اور دینے کو روکنے کے مفصل طریقے بیان کئے گئے ہیں۔ دلچسپ ایسی ہے کہ پڑھنے میں لطف آتا ہے، اہل الرائے حضرات نے بہت پسند کیا ہے، ہر مسلمان کو
دوسری ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔
ملنے کا پتہ: مہتمم کتب خانہ متعلقہ القریش امرتسر

بسمہٖ   ھوالحکیم   یاسین

قولہ تعالیٰ

سادات قریش کا قومی اصلاحی اور تاریخی

بفرمان عالی نشان سلطان العلوم ہز اگزالٹیڈ ہائی نس ادام اللہ اقبالہ و اجلالہ مدارس محروسہ سرکار عالی کے نام جاری ہے

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

ماہ اگست سنہ ۱۹۲۳ء   قیمت سالانہ ۳ روپے   جلد ۱۶ نمبر [illegible]

وزیر ہند پریس امرتسر میں محمد علی رونق پرنٹر پبلشر نے اپنے اہتمام سے چھاپکر شریف گنج امرتسر سے شائع کیا۔

"القریش" کی خدمات کا عملی اعتراف

زرِ نقد کی تھیلی کی پیشکش

صوبہ دہلی، یوپی اور صوبہ پنجاب کے ۱۲ اضلاع کے قریشی نمائندگان کی موجودگی میں ۲۹ جون سنہ ۱۹۳۰ء کو "ندوۃ القریش" کے افتتاحی اجلاس میں ذیل کا ریزولیوشن متفقہ طور پر منظور ہوا۔ اور "القریش" کی خدمات کے صلہ میں قوم کی طرف سے زرِ نقد کی تھیلی پیش کی گئی۔

"ندوۃ القریش" کا یہ اجلاس مولانا محمد علی صاحب رونق مالک و مدیر القریش کی ۱۲ سالہ مساعی کو عموماً اور گذشتہ اڑھائی سالہ خدمات جلیلہ کو جو انہوں نے مرا سینت کے ادعائے قریشیت کی ابطال و تکذیب سے متعلقہ مواد تاریخی کی اشاعت میں بوجہ احسن انجام دی ہیں۔ خصوصاً قدر منزلت اور عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوا تجویز کرتا ہے کہ اظہار تشکر کے طور پر آپ کی خدمت میں قوم کی طرف سے کم از کم ایک سو ایک اور زیادہ سے زیادہ پانسو روپیہ کی تھیلی پیش کی جائے۔ نیز یہ اجلاس برادرانِ قریش سے اپیل کرتا ہے۔ کہ وہ القریش ایسے مفید ترین قومی آرگن کی امداد و اعانت کے علاوہ اس کی توسیع اشاعت میں پوری سعی و کوشش سے حصہ لیں۔"

محرک ۔ حافظ نسب رسول قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی تلات، آنریری جنرل سیکرٹری انجمن قریشیان پنجاب، گوجرانوالہ

موید ۔ ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لدھیانوی، پیر غلام غوث صاحب صدیقی گورنمنٹ پنشنر، سابق پریسیڈنٹ انجمن قریش گوجرانوالہ

تائید مزید ۔ جناب صدر و حاضرین جلسہ بالاتفاق۔

(مرزا بیضا خاں صاحب مروی ایرانی)

هست گر والشمس در قرآں بوصفِ روئے تو — آمده واللیل اندر مدحتِ گیسوئے تو

از نکو رویانِ عالم گوئے خوبی بردهٔ — چوں زلیخا یوسفِ مصری فدائے روئے تو

محتشم گردم چو ماهِ نو اگر بنود عجب — سجده ها کردم به محرابِ خمِ ابروئے تو

گرچه در گیتی سمر شد حشمتِ جمشید و کے — رشک شاں آید به تقدیرِ گدائے کوئے تو

بلبلِ آسا چوں نه باشم نغمه سنجِ نعت تو — اندریں گلشن گلے بنود برنگ و بوئے تو

منکرِ جاه ترا ماوٰے بود نارِ جحیم — خود کلام الله باشد شاهدِ حق گوئے تو

ہاں شود بیضا ہم از نورِ بصیرت بہره ور

کحلِ چشمش گر بود خاکِ درِ مشکوئے تو

میں کیا چاہتا ہوں؟

دردمندانِ قوم سے سوال

خدائے قادر و توانا کی قدرت و توانائی اور اُس کے فضل و احسان سے ۲۹ جون کی ساعت سعید میں منتشر و پراگندہ قوم قریش کے قومی مرکز "ندوۃ القریش" کا قیام و استقلال نہایت کامیابی کے ساتھ عمل میں آچکا۔ رپورٹ شائع ہو چکی اور بزرگان قریش ملاحظہ فرما چکے۔

لللہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد زپسِ پردۂ تقدیر پدید

قریش کا شیرازہ کس طرح بکھرا ہوا ہے؟ قوم کس قدر پراگندہ ہے؟ ظلمت و تاریکی کی گھٹائیں ہمارے سر پر کس طرح چھائی ہوئی ہیں؟ کوئی انتہا کوئی حد ہو۔ تو عرض کریں۔ قوم والے قوم کو بھول گئے اور ایسے بھولے کہ اسکا نام تک سننا گراں ہو گیا۔ بے حسی کی حد ہو گئی۔ بے پروائی کی انتہا۔ ہماری زندگی پر شبہ ہونے لگا ہے۔ اور چارہ گر حیلہ کی ٹوہ میں لگے ہوئے موقع کی تلاش میں ہیں۔ وقت نازک اور حالات نازک تر ہیں۔ ہم ہوں اور قوم۔ ایک بے بسی ہے۔ اور ہم "خدا حافظ" کہدینا کافی نہیں سعی و جہد انسانی فرض ہے۔ اِس مختصر مگر دردناک تمہید کے بعد اگر آپ دل کے کانوں سے سنیں تو عرض کر دوں کہ میں کیا چاہتا ہوں؟ میری خواہش کیا ہے اور میری تمنا کیا؟

واقعات ہمیں مجبور کر رہے ہیں۔ کہ زمانہ کے ساتھ ساتھ چلیں۔ حالات ہمیں آنکھیں کھولنے اور اپنے حالات پر قابو پا کر اپنا قومی وقار قائم رکھنے اور آرام و چین کی زندگی بسر کرنے کے لئے اِن لوازمات ضروریہ کی تلاش کا سبق دے رہے ہیں۔ جنہیں اقوام عالم نے پا لیا۔ اور جن کی رہنمائی میں وہ ناکامی المرام ہو رہے ہیں۔ اور وہ سوائے اِس کے کچھ نہیں کہ آپ منظم ہو جائیں۔ اجزائے قریش کی تنظیم میں اسی انہماک و کوشش سے کام لیں۔ جس سے آپ اپنے دیگر مخصوص ذاتی کاموں کو انجام دیتے ہیں۔ "ندوۃ القریش" آپ کی مستقل مسلمہ قومی یادگار قرار پا چکی ہے۔ آپ اس کے ممبر بنیں۔ دو آنے ماہوار یا ڈیڑھ روپیہ سالانہ قومی ضرورتوں کے لئے کوئی حقیقت نہیں اور نہ یہ کوئی ایسا بار ہے۔ کہ خدانا خواستہ ناقابلِ برداشت ہو۔ آپ کا فرض اور قومی فرض ہے۔ کہ آپ اپنے عزیز و اقارب اور رشتہ داروں کو اسکا ممبر بنائیں۔ اور عام قریشی بھائیوں کو پورے زور کے ساتھ دعوت دیں۔ کہ وہ اِس کی رکنیت قبول کریں۔ اغراض و مقاصد کی اشاعت میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لیں۔ اور کارکنان ندوہ کے پشت پناہ بن جائیں۔ تاکہ وہ اُن اہم قومی ضروریات کو جن کے لئے "ندوۃ القریش" کا قیام و استقلال عمل میں آیا ہے۔ سکون و اطمینان کے ساتھ انجام دے سکیں۔ میں امید کرتا ہوں۔

کہ آپ میری دلی آرزو اور خواہش کے پورا کرنے میں فراخدلی کے ساتھ کام لیں گے۔ اور مجھے اِس قابل بنا دیں گے۔ کہ میں اپنے کمزور کندھوں پر قوم کی خدمات کے اِس بوجھ کو جو قوم نے مجھ پر ڈالدیا ہے بطیب خاطر بوجہ احسن انجام دے سکوں۔

"ندوہ" کو فروغ اور اِس کے مقاصد عظمٰے کی تکمیل کے لئے مجھے یہ بھی ضرورت ہے۔ کہ آپ قریشی بھائیوں کی مکمل فہرستیں ارسال فرمائیں۔ تاکہ دفتر کی طرف سے میں اُن حضرات سے براہ راست بھی خط و کتابت کر سکوں۔

میں دیکھوں گا کہ کتنے بزرگ اور بھائی میری اِس اپیل کو شرف قبولیت دیتے ہوئے رکنیت قبول کرتے ہیں۔ اور کس قدر فہرستیں موصول ہوتی ہیں۔ والسلام

نیاز مند

بشیر احمد شبلی۔ بی۔ اے

آنریری جنرل سکرٹری ندوۃ القریش

امرت سر

یکم اگست ۱۹۳۰ء

اسلام کی عالمگیر بیداری

(از جناب محمد یاسین صاحب برسچوبی گورکھپور)

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے،
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

بقول ایک یورپین سیاست دان کے "یورپ کی جنگ عظیم میں اگر کسی نے واقعی فتح حاصل کی تو وہ اسلام ہے" ٹرکی اپنے پڑوسیوں کی آئے دن کی پریشانیوں سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہو گیا۔ ایران آزادی کے صحیح راستہ پر گامزن ہو گیا۔ افغانستان کو اگر امان اللہ خاں نے سوتے سے جگا دیا تھا۔ تو نادر خاں کی عظیم شخصیت نے جگے ہوئے کو کھڑا کر کے بام ادج ترقی کے زینہ تک پہنچا دیا۔ مصر آزاد ہونا ہی چاہتا ہے۔ وطن کی حالت اظہر من الشمس ہے۔ اور ہر شخص موجودہ تحریک کو دیکھ کر یہی کہتا ہے۔ کہ ہو رہے گا۔ کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا۔ اسلام کی صرف سیاسی حالت میں ہی سدھرتی ہوئی نظر نہیں کی ہے۔ بلکہ نور اسلام سے منور ہوئے ہوئے سارے حصہ ہائے ممالک نظر آرہے ہیں۔ جہاں شیدائیان اسلام کے کافی عروج کے وقت بھی کوئی مبلغ اسلام نہ پہنچ سکا۔ اب وہاں پر روزانہ پانچ مرتبہ اللہ اکبر کی آواز سے کان گونج اٹھتے ہیں۔ انگلستان میں وکنگ لندن یورپ کے مرکز اسلام بنے ہوئے ہیں۔ پیرس میں جس روز سے خانہ خدا کی بنیاد پڑی سارے متلاشیان حق و صداقت نے اپنی توجہ کو اسلام کی طرف مبذول کر دیا ہے۔ برلن (جرمنی) کے مبلغین اسلام اور مسجد برلن نے دُنیائے لامذہبیت کے اندر ایک تہلکہ مچا دیا ہے۔ ہنگری میں مقبرہ گل بابا غیر مسلموں کے لئے جائے عبرت بنا ہوا ہے۔ صرف

یورپ ہی میں اسلام تیرہ دلوں کو منور نہیں کر رہا ہے۔ بلکہ موجودہ دور تمدن و تہذیب کا اعلیٰ ترین ملک امریکہ بھی اب نہیں بچا۔ شہر نیو یارک میں برابر اسلامی جلسے ہو رہے ہیں۔ اور اسلام کو فروغ دینے کے لئے امریکن نو مسلم شب و روز کوشاں ہیں۔ ٹوکیو۔ جاپان میں بھی چین کی طرح تاجروں نے اشاعت اسلام کا کام چوتھائی صدی سے زائد ہوئے شروع کر رکھا ہے۔ افسوس جاپانی نو مسلم حسین یوٹھا تو مرحوم کی زندگی نے وفا نہ کی نہیں تو جاپان میں آج خدا کو وحدہٗ لاشریک کہنے والے اللہ کے رسول محمد (صلعم) کی رسالت کے قائل اور فدائیوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچی ہوتی۔ اسلام کی اس اٹھتی ہوئی کو دیکھ کر جو ہر بے خبر کو اپنی رحمت سے سبزہ زار بنا رہا ہے ہر شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ اسلام کے اندر ضرور کوئی ایسی قوت کشش موجود ہے۔ جو ہر اجنبی کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ جس نے ایک مرتبہ قرآن کو پڑھا۔ اس کی صداقت کا قائل ہو گیا۔ جس نے عرب کے سچے نبی کی سیرت اور سچے حالات سے واقفیت حاصل کی اس کا شیدا ہو گیا۔ اس کا راگ الاپنے لگا اور اس عربی صحرا نشین بکری چرانے والے کے دلائل و براہین کے آگے اپنی سائنس اور علمیت کی ساری ڈگریوں کو ہیچ سمجھنے لگے اس یتیم امی کے فلسفۂ عالم کے آگے سر نیاز خم کرتے ہوئے اپنے آپ کو خادمان رسول (صلعم) کے زمرہ میں شمار کرنے لگا۔ آج اگر کوئی شخص ایک نیا مسودہ قانون جس سے بنی نوع انسان کا ذرا بھی فائدہ ہو۔ قانونی مجلس میں پاس کراتا ہے۔ تو ملک کے ہر گوشہ سے صدائے تحسین و آفرین بلند ہوتی ہے۔ لیکن وہ بہار کونین سلطان دارین نے اپنے ہمیشہ قائم رکھنے والے قوانین جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر بنا کر دور جہالت میں ایک انقلاب عظیم برپا کر کے موجودہ دور ترقی اور آئندہ کے لئے چشمۂ فیض بنا دیا ہے۔ اس کے شکریہ سے باشندگان کرۂ ارض کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اور اس عالی شان شخصیت کے پیدائش و وجود پر جس قدر خوشی منائیں کم ہے ۔

نظارۂ محبوب

ہوا ہوں مست ایسا بادۂ حب پیمبر سے　　صدا صل علیٰ کی سنتا ہوں دیوار اور در سے

وہ عاصی ہوں کہ ہر موئے بدن اک نہر عصیاں ہے　　امیدیں ہیں بہت لیکن شفیع روز محشر سے

خوشامد اغنیا کی کیا کریں گے بے نوائی میں　　ہمارا دل غنی ہے دولت عشق پیمبر سے

لگی ہے آگ وہ عشق محمد کی میرے دل میں　　کہ جب کروٹ بدلتا ہوں دھواں اٹھتا ہے بستر سے

محمد مصطفیٰ کے عاشقوں کو کیا سمجھتے ہو　　ہلا دیں گے فلک کو نعرہ اللہ اکبر سے

مدینہ میں بلا لو گنبد خضرا کے میں قربان

عرب میں تم رہو رستو تمہارا ہند میں ترسے　　(ملک محمد رفیق رستو)

شادی اور شہادت

قرنِ اوّل کا ایک ولولہ انگیز واقعہ

ایک دن ایک مسلمان جن کا اسمِ گرامی سعدؓ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ سلام کے بعد آنحضرت صلعم سے دریافت کیا، کیا میں بھی جنت میں جا سکتا ہوں؟

آنحضرت صلعم ، بے شک تم جنت میں جاؤ گے بشرطیکہ اللہ سے خوف کھاتے رہو اور اس کے رسولؐ کے احکام کو تسلیم کرتے رہو۔

سعدؓ - اے اللہ کے رسولؐ میرا تو ایمان یہ ہے۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں - اب میرے لئے اور کیا حکم ہے۔

آنحضرت صلعم ، اللہ کے جو احکام اور مسلمانوں کے لئے ہیں۔ وہی تمہارے لئے ہیں۔ اور تم ان کے بھائی ہو۔

سعدؓ ، حضور نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ میں سب کا بھائی ہوں۔ حالانکہ آپؐ کے تمام اصحاب (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) کی خدمت میں حاضر ہو ہو کر میں نے اپنی شادی کے لئے عرض کیا۔ مگر میری زشت روئی اور سیاہ رنگ کو دیکھ کر سب نے انکار کر دیا۔ حضور خود واقف ہیں، کہ میں ایک معزز قوم کا فرد ہوں۔

آنحضرت صلعم :- اچھا عمر بن وہب کے مکان پر جا کر ان کا دروازہ کھٹکھٹاؤ اور سلام کر کے جب مکان میں داخل ہو۔ تو ان سے یہ کہو کہ اللہ کے رسولؐ نے تمہاری لڑکی کی شادی میرے ساتھ تجویز کر دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صحابی کی خدمت میں حضرت سعدؓ کو بھیجا تھا، وہ حال ہی میں مسلمان ہوئے تھے۔ اور بڑے سخت مزاج تھے۔ جب حضرت سعدؓ عمر بن وہب کے پاس تشریف لے گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق شادی کا پیغام دیا۔ تو انہوں نے اپنی عادت کے موافق ڈانٹ بتائی اور سخت سست کہہ کر اپنے گھر سے نکال دیا۔ جب حضرت سعدؓ باہر نکلے تو عمر بن وہب کی دختر نیک اختر جو حسین ہونے کے ساتھ ساتھ عقلمند بھی تھی۔ پردے سے باہر نکل آئی۔ اور حضرت سعدؓ مخاطب ہو کر کہا کہ (اے خدا کے بندے ابھی نہ جاؤ۔ اگر اللہ کے رسولؐ نے میری شادی تمہارے ساتھ تجویز فرما دی ہے۔ تو مجھے منظور ہے انکا حکم میرے سر آنکھوں پر) اس کے بعد اس نیک بخت لڑکی نے اپنے والد کی خدمت میں عرض کیا کہ

(ابا جان کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے حق میں خدا کی وحی نازل ہو اور آپ کو شرمندہ ہونا پڑے اپنی نجات کی فکر کیجئے۔)

یہاں سے روانہ ہو کر حضرت سعدؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور تمام واقعہ از اوّل تا آخر گوش گذار کیا۔ حضرت سعدؓ کے پیچھے پیچھے عمر بن وہب بھی پہنچے۔ آنحضرت صلعم نے عمر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کیا تم ہی نے میرے قاصد کو سخت سست کہا تھا؟

عمر بن وہب:۔ حضور مجھ سے غلطی ہوئی، اب میں نادم ہوں۔ اور توبہ کرتا ہوں۔ میں نے حضرت سعدؓ کے قول کو صحیح نہیں سمجھا تھا اسی لئے انکو بُرا بھلا کہا۔ اب میں اپنی لڑکی کی شادی اُن کے ساتھ کرتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ سے فرمایا۔ کہ اب تمہاری شادی ہوگئی۔ تم اپنے گھر جاؤ۔

حضرت سعدؓ اٹھے اور سیدھے بازار تشریف لے گئے بازار میں اپنی دلہن کے لئے کپڑا اور سامان خریدنے لگے عین اُسی وقت منادی نے اعلان کیا کہ "اے خدا کے جانباز سوارو! جہاد کے لئے سوار ہو جاؤ۔ تمہیں جنت کی خوشخبری دیجاتی ہے۔"

حضرت سعدؓ نے یہ اعلان سن کر دلہن کے سامان کے بجائے گھوڑا، تلوار اور نیزہ خرید لیا۔ اور نئی پگڑی باندھکر سوار ہو گئے اور اسلامی لشکر سے جاملے۔ نئی پوشاک اور سج دھج کی وجہ سے کوئی شخص حضرت سعدؓ کو نہ پہچان سکا۔ آخر اسلامی لشکر میدان جنگ میں پہنچا۔ اور لڑائی شروع ہوگئی۔ حضرت سعدؓ بہادر گھوڑے پر سوار بڑی جانبازی سے لڑتے رہے۔ جب گھوڑا تھک کر کھڑا ہو گیا۔ تو آپ نے پیدل لڑنا شروع کر دیا۔ اور اپنی آستینیں چڑھالیں۔ آستینوں کا چڑھنا تھا۔ کہ حضرت سعدؓ کا سیاہ رنگ ظاہر ہو گیا اور آنحضرت صلعم نے پہچان کر فرمایا۔ "یہ تو سعدؓ ہیں" اور فرمانے لگے کہ "یہ تو سعدؓ ہیں"

سعدؓ برابر داد شجاعت دیتے رہے یہاں تک کہ آپ نے بخوشی خاطر خدا کی راہ میں اپنی جان دیدی۔ آنحضرت صلعم سے لوگوں نے عرض کیا کہ حضورؐ سعدؓ شہید ہو گئے۔ یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً حضرت سعدؓ کی لاش کے پاس تشریف لے گئے۔ اور حضرت سعد کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ حضرت سعدؓ کے ہتھیار اور گھوڑا اُن کی دلہن کے پاس بھیجدیا۔ اور فرمایا۔ کہ حضرت سعدؓ کے سسرال والوں سے کہدو کہ خدا نے حضرت سعدؓ کی شادی تمہاری لڑکی سے کہیں بہتر جگہ کر دی۔

جن برادران قریش کے اسمائے گرامی ممبران ندوۃ القریش میں درج ہو چکے ہیں۔ اور اُن کی خدمت میں دفتر کی طرف سے مطالبہ چندہ کے خطوط پہنچ چکے ہیں۔ وہ مہربانی کر کے اپنا زرچندہ و داخلہ ممبری بواپسی ڈاک بھجوا کر مشکور فرمادیں۔

"سیکرٹری ندوۃ القریش امرتسر"

جن معاونین کرام کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ وہ مہربانی کر کے سال آئندہ کا زرچندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر مشکور کریں۔ ورنہ دسمبر کا القریش انہیں بصیغہ وی۔ پی ارسال کیا جائے گا۔ جس کا وصول کرنا اُن کا قومی و اخلاقی فرض ہوگا۔

"مینجر القریش امرتسر"

ماں باپ کا ادب

(از خامہ حضرت مولانا ظفر علی خان صاحب قبلہ مدظلہ تعالیٰ)

اِک دن نبیؐ نے حلقۂ اصحاب میں لفظ دہرائے تین بار کہ "ناک اُس کی کٹ گئی"

اصحاب نے کہا کہ یہ کمبخت کون ہے تو قیر جس کی حضرتِ باری میں گھٹ گئی

ارشاد یوں ہوا کہ وہ فرزندِ ناخلف گھر جس کے جنّت آئی اور آ کر پلٹ گئی

ماں باپ کا جسے نہ بڑھاپے میں ہو خیال

اُس ناسعید بیٹے کی قسمت اُلٹ گئی

دعوتِ عمل

(از جناب خواجہ فیض محمد صاحب فیض لدھیانوی)

مناسب ہے کہ پہلے موت کا سامان پیدا کر جہاں میں زندگی کا پھر کہیں ارمان پیدا کر

اگر دنیا سے استبداد کی شورش مٹانی ہے تو بازو میں سکت افسردہ تن میں جان پیدا کر

ڈبو دے بحرِ بے پایاں میں کشتی جنسِ عصیاں کی سرشکِ چشم تر سے نوح کا طوفان پیدا کر

سہارا چھوڑ دے ہمدم کسی کی چارہ سازی کا مسیحا بن کے اپنے درد کا درمان پیدا کر

رہے گا کب تلک تو خواریوں پستی کی حالت میں

اُبھر کر فیضؔ کوئی امتیازی شان پیدا کر

نقد و نظر

اس کتاب میں رئیس الاطبا مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی طبیب خاص و پروفیسر معالجات طبیہ کالج دہلی نے دواسازی کے تمام وہ طریقے باتوضاحت درج کر دیئے ہیں جنکی طلبا طبیہ کالج کو عملی طریقہ پر تعلیم دی جاتی ہے۔ ایسی مفید کتابوں کی ہر گھر میں بالعموم ضرورت رہتی ہے۔ لہٰذا ہم ناظرین القریش سے عموماً اور طبی مذاق رکھنے والے احباب سے خصوصاً سفارش کرتے ہیں کہ وہ حکیم صاحب کے مجربات اور عملیات سے استفادہ کرنیکے لئے اسے ضرور خریدیں۔ قیمت فی نسخہ ۱۲؍ سرورق رنگین و خوشنما کتابت و طباعت دیدہ زیب حجم ۱۶۲ صفحات۔ مندرجہ بالا پتہ سے طلب کیجئے ؂

ظل السلطان کا ماتمی نمبر علیاحضرت بیگم صاحبہ بھوپال کی وفات حسرت آیات پر بھوپال کے مشہور رسالہ "ظل السلطان" نے جون و جولائی کی توام اشاعت "ماتمی نمبر" کے نام سے شائع کی ہے۔ شروع میں محترمہ بیگم صاحبہ مرحومہ مغفورہ کی عکسی تشبیہ اور اس کے بعد آپ کی عکسی تحریر شائع کی ہے۔ اسکے بعد آپ کے عام حالات زندگی پر تبصرہ اور سوانح حیات دلکش پیرایہ میں درج کئے ہیں۔ حصہ نظم میں درد انگیز اور ماتم خیز نظمیں دی گئی ہیں۔ اور اس ترتیب سے "ماتمی نمبر" کو ایک دلچسپ اشاعت بنا دیا گیا ہے۔ کارپردازان "ظل السلطان" کی محنت قابل داد ہے۔ کاغذ کتابت و طباعت عمدہ ایک سو بیس صفحات پر مشتمل۔ قیمت قسم اول عہ دوم ۱۰؍ منیجر رسالہ "ظل السلطان" بھوپال سے منگائیے

انکشاف لکھنؤ سے علم و ادب کا یہ بہترین رسالہ مولانا نسیم انہونوی کی ادارت میں آب و تاب کے ساتھ ماہوار شائع ہوتا ہے اور اپنی صوری و معنوی خوبیوں کی وجہ سے دنیا میں مقبول خاص و عام ہو رہا ہے۔ خاص نمبروں کی اشاعت میں کارپردازان "انکشاف" مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سال میں تین چار اشاعتیں خاص نمبر کی صورت میں شائع ہو جاتی ہیں۔ زیر تبصرہ اشاعت بھی "خاص نمبر" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ جو کم و بیش دو سو صفحات پر مشتمل ہے۔ مضامین منظوم و منثور دلچسپ اور جاذب توجہ، عکسی تصویروں سے مزین، کتابت و طباعت دیدہ زیب مختلف رنگوں سے چھپا ہوا۔ چندہ پانچ اور تین روپے سالانہ منیجر رسالہ "انکشاف" لکھنؤ سے طلب کیجئے۔

چمنستان مولانا ظفر ہاشمی اور مسٹر محمد افضل خاں کی ادارت میں امرتسر سے آب و تاب ماہوار نکلتا ہے۔ جولائی اور اگست کی توام اشاعت "خاص نمبر" کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ قابل تعریف ترتیب و تنظیم کے لئے مدیران موصوف کی محنت داد قدر بڑی لائق داد ہے۔ مضامین دلچسپ و دلکش قدر ناشناسی کے اس زمانہ میں ایک ادبی رسالہ کا ایک سال کی قلیل سی مدت میں آسمان شہرت پر پہنچنے میں کامیاب ہونا کارپردازان کی ہمت و جرأت اور استقلال و ثبات قدمی پر دال ہے۔ خاص نمبر ایک سو بیس صفحات مشتمل ہے۔ سرورق رنگین خوبصورت۔ طباعت و کتابت دیدہ زیب قیمت فی پرچہ آٹھ آنے۔ دفتر "چمنستان" امرتسر سے منگائیے ؂

مثالِ زندگی

رشحۂ قلم جواہر رقم حضرت ظفر ہاشمی

لے چل اے وحشت ظفر کو جانبِ دشتِ حجاز
بے کمالی میں کمالِ زندگی پیدا کروں

یاس و حرماں کا اگر خورشید ہو جائے غروب
شامِ فرقت میں ہلالِ زندگی پیدا کروں

میں وہ شے ہوں، ہو جو مجھکو اتصالِ ہست و بود
ل کے تربت سے وصالِ زندگی پیدا کروں

ہو اگر یارا زباں کو، ہو اگر صبر و سکوں
"موت" سے منکر "سوالِ زندگی" پیدا کروں

مجھ میں وہ غیرت ہو، میرے ظرف میں وہ شرم ہو
لفظ "قسم" سے انتقالِ زندگی پیدا کروں

یہ کہاں تاب و تواں مجھکو کہاں یہ حوصلہ
تو ہو قاتل میں مجالِ زندگی پیدا کروں

"کُلُّ نَفسٍ ذَائِقَةُ المَوت" جب تم نے کہا
کیوں نہ تصدیقِ زوالِ زندگی پیدا کروں

ہے یہ دنیا ایک موجِ آب در بحرِ فنا
پھر عبث دل میں ملالِ زندگی پیدا کروں

چرخِ مینائی کا آئینہ ہے ہر ذرہ مرا
اس سے بڑھ کر کیا "مثالِ زندگی" پیدا کروں

اڑ چلے دوشِ ہوا پر میرے ذروں کا ہجوم
عرش پر جا کر جمالِ زندگی پیدا کروں

اے ظفر انجام کی امید ہو جائے اگر
سو دفعہ مر کر مآلِ زندگی پیدا کروں

حمیدؔ کا خط

خورشیدؔ کے نام

پیارے خورشید! خط تہا کہ دفتر رنج و غم، نامہ تہا کہ تفسیر فکر و الم، جو لفظ لکہا وہ خنجر کہ دل میں اتر گیا، جو حرف لکہا وہ نشتر کہ جگر تک پہونچا۔ کیا بیان کروں کہ تمہارے خط نے دل کی کیا حالت کر دی، زمانہ سابقہ کے واقعات، گذشتہ مناظر اور پچھلے حالات، خوشی کے دن عیش کی راتیں، فارغ البالی کا زمانہ، بیفکری کی باتیں، اب جو یاد آئیں تو دل کو قرار نہ طبیعت کو سکون، اضطراب ہے اور میں، بیقراری ہے اور میرا دل، افسوس خورشید! اتنے میرے دل زخم خوردہ کو کیوں چھیڑا۔ حیران ہوں کیا جواب دوں، لکہوں تو کیا لکہوں، اچھا ہوتا کہ تم اس داستان پارینہ کو میرے زخمہائے سینہ کو تازہ نہ کرتے، لیکن اب جو تمنے اس حکائت کو چھیڑا۔ اور میری طبیعت کی حالت سکون کے ... درہم برہم کر دیا تو سنو اور غور سے سنو! کہ تم جو میری نسبت فارغ البالی اور بیفکری، عیش و راحت کا گمان کرتے ہو صرف اسی لئے کہ میں شادی شدہ ہوں اور تم ابہی مجرد اور ناکتخدا ہو، خورشید! میری بات پر اعتبار کرنا اور میری تحریر کا یقین کہنا کہ میں بیفکر نہیں، فارغ البالی سے کوسوں دور، راحت سے مجبور، آرام سے معذور، فکر و غم میں گرفتار، یاس و حسرت سے ناچار، تمنے یہ باتیں اور یہ دل سے لکہی ہیں، میں ان جذبات کے خوفناک اثر سے مغلوب ہو کر تحریر کر رہا ہوں، اتنے یہ واقعات سنے ہونگے میں دیکھ چکا ہوں، مہینہ نہیں دو نہیں، برابر دو سال سے تفکرات زمانہ اور تخیلات متوحشہ کا بدنما اثر برداشت کر رہا ہوں، جس شادی کو تم باعث تسکین اور موجب آرام خیال کرتے ہو میں اس کو تکالیف زمانہ کا ظہور اور بدترین انقلابات زندگی کی آمد جانتا ہوں، جو تمہارے لئے خوشی کا مقصد اعلیٰ ہے وہ میرے لئے ذلت کی بدترین زندہ مثال، تمکو جسکی آرزو، مجھکو اس سے پرہیز، تم اس خوشی کے طالب، میں ایسی خوشی سے نفور، تم نہیں جانتے کہ میری کیا حالت ہے، کہوں تو بیزار نہ کہوں تو بیمار، جھگڑے اور تغیرات، واقعات اور حالات، پیچیدگیاں اور گتھیاں حیران ہوں کیا لکہوں کیا نہ کہوں، تم سے کوئی چھپاؤ نہیں، شادی ہونیکو تو ہوئی مگر ایسے بُری وقت میں ہوئی، کہ نہ بدن کا ہوش نہ تن کی خبر، طاعون کا زور بخار کا شور، ہر طرف سے صدائے ماتم، ہر سمت سے آوازہ آہ و بکا، شہر خالی بازار سنسان، دوکانیں بند، سڑکیں ویران، اچھی خاصی ہڑتال تہی، عورتوں کی کم عقلی کا ستیاناس اور رسم و رواج کا بُرا ہو کہ بہتیرا سمجہایا بڑا منت کی، آئندہ کے واقعات، گذشتہ کے حالات جو سنے تھے سنائے جو دیکہے تھے بتائے جو نہ کرنا تہا کیا جو نہ کیا تہا کر ڈالا، مگر کسی کی ایک نہ سُنی، جو رسم و رواج کی دلدادہ عورتوں کے دل میں آیا وہ کیا۔ زیور بنایا تو فضول اور کپڑا خریدا تو بیہودہ، بیاہ شادی کوئی عجیب بات نہ نرالی شئے، دیکہتے دیکہتے اور کہتے کہتے دو ڈہائی ہزار روپیہ قرض اٹہا کے لگا دیا۔ آج کل کے رسم و رواج، عورتوں کی کم عقلی اور ناسمجہی، مردوں کی اندھا دھند

تقلید، تعلیم سے ناواقفیت، جاہل ان پڑھ لاکھ سمجھائیں، ہزار سمجھائیں، جو دل میں آئے وہ کریں، جو سر میں سما جائے وہ ہو جائے، اگر اصولاً کسی بات پر جھگڑے تو ناخلف، نافرمانبردار بے ادب، بے لحاظ بنے اور زمانہ بھر کی برائیوں کا تو بار بندھ گیا۔ ان کی بات نعوذ باللہ زبان الٰہی، نہ کریں تو گنہگار کریں تو لاچار،

ہزاروں واقعات، لاکھوں حالات، روزمرہ دن اور رات دیکھتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں، سنتے ہیں اور سنے ہیں کہ عورت [illegible] تعلیم سے بے بہرہ، تہذیب سے بیخبر، رفتار زمانہ کا پتہ نہ ضروریات زندگی کا احساس، آنکھوں کے سامنے ہزاروں بنے اور بگڑے بگڑے [illegible] گرے اور ایسے گرے کہ منشئ تقدیر نے ان کے نام صفحۂ روزگار سے مٹا دئیے، عبرت ہے نہ نصیحت، آنکھ نہ کان، اندھا دھند جو [illegible] وہ کر دیا۔ جو سوچا وہ کر ڈالا۔ لاکھ کوئی کہے کوئی چیخے، پیٹے، کوئی سنتا ہی نہیں، ناخواندہ کی تقلید اور تعلیمیافتہ کی تردید، بدقسمتی ہے تو یہ اور بدبختی ہے تو ایسی،

برات کا یہ حال کہ زمانہ بھر کے معزز اور دنیا بھر کے شریف، جان نہ پہچان، دیکھے نہ سنے [illegible] سب اکٹھے [illegible] کا سفر، گرمی کا موسم، کرایہ کا بار، براتیوں کی خاطر تواضع، مفلسی میں تنگدستی، کوڑھ میں کھاج [illegible] بیماری [illegible] کا زمانہ، مرد بیمار عورتیں لاچار، کوئی دیکھنے والا نہ سننے والا، مگر باجے کا زور اتنا اور آتشبازی کا [illegible] اس کم عقلی پر افسوس، اس ناواقفیت زمانہ پر حیف کہ رسم پوری ہو جائے کوئی دیکھنے والا ہو کہ نہ ہو [illegible] مگر سو دو سو روپیہ پر ضرور پانی پھر جائے، آہ! زمانہ بدل گیا، زمانے کی رفتار بدل گئی، آسمان بدل گیا، زمین بدل گئی، بادشاہیوں [illegible] تبدیل ہو گئے، انقلابات دہر اور ضروریات زندگی بدل گئے مگر نہ بدلے تو ہم اور ہماری رسم و رواج، [illegible] بدلے نہ ہم اگرچہ زمانہ بدل گیا۔

ادھر دلہن والوں کا یہ حال کہ ساس کو بخار، ساس لاچار اور اس پر اخراجات کا بار جو پڑا کسی کو تن بدن کا ہوش نہ رہا۔ براتی بیچارے نہ چلنے کا موقع نہ ٹھہرنے کی جا۔ رہے تو مجبوری گئے تو معذوری، شہر میں بیماری، ہر طرف صدائے آہ و زاری، نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن، بارے جلد ہی جلد ہی سامان تیار ہو گیا۔ اور جو کچھ بنا، دے دلا رخصت کیا۔ پھر [illegible] سرگوشیاں ہونی شروع ہوئیں۔ کوئی دلہن کے والد کو نکھٹو کہتا ہے تو کوئی اس کی ماں کو بے سلیقہ بتاتا ہے۔ کسی نے صاف ہی کہہ دیا کہ [illegible] غریب بیچارے زیور کہاں سے لاتے، کھانے تو ہے نہیں، ہم تو پہلے ہی سمجھے ہوئے تھے۔ کہ ان کے [illegible] نہیں، گھر والے دلہن کی صورت سے بیزار، بیماری اور لاچاری کا بہانہ کر کے ایک طرف بیٹھ گئے۔ حیرانی اور پریشانی، تعجب اور حیرت، عجب طرح کا معاملہ پیش آیا، بہتیرا سمجھائیں ہزار کوشش کریں کہ زیور کسی کی اوقات نہیں۔ اچھا کیا جو نہیں ڈالا اور خوب کیا جو تمہاری طرح قرضہ اٹھا کے نام پیدا کرنے کی کوشش نہ کی، زیور کیا کھانا ہے کہ کھائیگی، شہد ہے کہ چاٹیگی، ہونا نہ ہونا یکساں اور برابر، آج کل زیور پہنتا ہی کون [illegible] مگر نقار خانے میں طوطی کی کون سنتا ہے، آخر بڑی کوشش اور جد و جہد سے عورتوں کو خاموش کیا اور معاملہ فرو ہوا۔

پیارے خورشید! اب سے انسانی زندگی کا وہ دور شروع ہوتا ہے جس کو تم دلچسپیوں اور دلفریبیوں سے معمور اور عیش و عشرت اور فارغ البالی سے بھرپور خیال کرتے ہو، سنتے تو ہم بھی تھے مگر دیکھا نہیں، سمجھتے تھے مگر پایا نہیں۔ خورشید! یہ بہت

نازک موقع ہے اگر اس وقت خاوند اور بیوی میں ناموافقت ہو جائے، جو اس قسم کے طریقہ شادی میں عموماً ہو جاتی ہے تو پھر والدین بیقرار سسرال اشکبار، ہزاروں تعویذ لاکھوں گنڈے، دنیا بھر کے ٹونے سنائے دانا سیانے بلائے جاتے ہیں، لاکھہ جتن اور ہزار تدبیریں کیجاتی ہیں، کہ کسی طرح سے موافقت ہو ہی گئی، تو دونوں کا میل ملاپ یہی محبت کا باعث ہوا کرتا ہے۔ اگر محبت ہو تو ضرور ہے کہ محبت والی کا لحاظ کرنا پڑتا ہے، جہاں تک عقل اور تہذیب اجازت دے اور جب محبت والی کی ناز برداری کی تو رشک اور حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ اگر دن کو یا رات کو صبح کو یا شام کو بیوی نے کوئی بات کی تو سمجھہ لیا گیا۔ کہ سسرال کی شکایت کیگئی ہے اگر ہنسے تو گنہگار، بولے تو مقصود والا ساس کی نوکر، نند کی خدمتگار، نہ بیٹھنے کی اجازت نہ اٹھنے کی مجاز، لیٹے تو پوچھہ کر، اٹھے تو کہہ کر، کھائے تو اجازت سے، لینے تو اجازت سے، تعلیمیافتہ، نئے زمانہ کی گود میں پلی ہوئی، پرانی رسموں سے گریز، گذشتہ رواجوں سے پرہیز، اگر کسی بات کا آہستہ سے جواب دیدیا۔ تو بس پھر کیا تھا۔ سیل کا بیل، رائی کا پہاڑ، بات کا بتنگڑ بن گیا۔ بہو کے ساتھہ بیٹے سے بھی ناراض ہوگئے، باپ ہے کہ الگ پڑا ہے اور ماں الگ زہر اگل رہی ہے، ہزاروں جھگڑے، سینکڑوں فساد، بات نہ چیت، کھانا نہ پینا۔ مفت کی عداوت، خدا واسطے کا بیر، منت، خوشامد، عرض، معذرت سبھی کچھہ کیا اور کرایا مگر دل کی بات نہ جانی تھی نہ گئی،

آپس کی کھٹ پٹ، تین گھرانوں کا کنبہ، باپ بیکار، خاندان کا بار، ماں فضولخرچ اور رسم و رواج پر مٹی ہوئی۔ بس کیا تھا۔ جو کمایا سو کھالیا جو آیا سو خرچ کر ڈالا، پیسہ نہ دھیلا۔ بچانہ کچا۔ ایک کو کمانا اور سو کا کھانا۔ جمع ہو تو کس طرح اور قرض اترے تو کیونکر؟ بیاہ کا قرضہ، تین ہزار روپے کی رقم، قرضخواہ خاموش۔ ہیں تو کیسے اور صبر کریں تو کس امید پر، آخر انہوں نے تقاضا کیا تو فکر لاحق ہوئی، کیا کریں اور کیا نہ کریں، دکان رہن رکھیں کہ مکان بیچ ڈالیں کہ زمین کا فیصلہ کردیں، عقل کام نہیں کرتی۔ بڑوں کی لاج، خاندانی عزت، سب گئی گذری ہوئی نہ دیکھا نہ سوچا، ناخواندہ عورتوں کے کہنے پر فضول قرضہ اٹھالیا۔ اب بیچتے ہیں نہ رکھتے ہیں، آخر قرعہ پڑا تو اسی زیور پر جو شادی پر بنایا گیا تھا۔ اب کوئی بیوقوف نادان کم عقل بُرا بننا چاہے تو ان سے پوچھے کہ میاں کس شیخی سے بنایا اور کس حیثیت سے بیچتے ہو، سوچا نہ سمجھا۔ اندھا دھند ناتعلیم یافتہ عورتوں کی تقلید میں ایسی ذلت و رسوائی اٹھانی پڑی جو اگر زیور نہ بنایا جاتا تو کبھی نصیب ہی نہ ہوتی، مجھہ سے پوچھا گیا میں نے فوراً لکھدیا اور دہڑلے سے لکھدیا کہ یکقلم بیچکر قرضہ فیصلہ کردو، اب زیور مانگا تو دلہن والوں نے انکار اور انکار کے ساتھہ صاف لکھدیا۔ کہ دکان سے مکان سے زمین سے جس طرح ہو اپنی غرض پوری کرو ہم زیور نہیں دینگے، جھگڑے کھڑے ہوگئے اور فساد، پرانی کدورتیں اور گذشتہ عناد، نہ لاج رہی نہ عزت، جگ ہنسائی دنیا کی ہنسائی، جس عزت کے لئے عورتوں نے شادی کے موقع پر اتنی کوشش کی وہ یوں بگڑی، اور جس ناک کو رکھنے کے لئے اتنا روپیہ خرچ کیا گیا۔ وہ یوں کاٹی گئی، والد صاحب نے غصہ میں آکے سسرال میں لکھدیا کہ ہم سے فیصلہ کرلو، انہوں نے سخت سست جواب لکھہ بھیجا۔ معاملہ یہاں تک پہونچا، کہ میل نہ ملاپ، راہ نہ رسم، خط نہ کتابت، آنا نہ جانا، بات نہ چیت، شادی ہوئی تو ایسی، اور روپیہ ضائع ہوا تو یوں، انجام ہوا تو یہ اور نتیجہ نکلا تو ایسا۔

خورشید! اب تم ہی انصاف کرو اور دل میں سوچو، کہ میں خوش ہوں کہ ناخوش! بے فکر ہوں کہ فکرمند! آرام میں ہوں

کامگار ہوں کہ مایوس، اچھا ہوں کہ بُرا۔ خوش قسمت ہوں کہ بدقسمت، روتا ہوں کہ ہنستا، سوتا ہوں کہ جاگتا، بیمار ہوں کہ تندرست؟
بندۂ خدا! میری حالت کا اندازہ تم نہیں کر سکتے، شادی کرو اور بڑی خوشی سے کرو، مگر اس طرح کی شادی نہ کرنا، جیسی میں نے کی اور جس کا نتیجہ یہ ہوا جو بیان کیا، اب زیادہ کیا لکھوں، ۶ ما نکردم شما حذر بکنید، "حمید"

عبدالرشید، اختر

دَولت

وقعت اسی کی ہے جسے دولت نصیب ہو
دولت جسے نصیب ہو عزت نصیب ہو

عزت جسے نصیب ہے راحت نصیب ہو
راحت جسے نصیب ہو جنت نصیب ہو

دونو جہاں میں شاد ہے جو مالدار ہے
حصّے میں اسکے رحمتِ پروردگار ہے

دَولت اگر نہیں تو بگڑتے ہیں سارے کام
اہل دول کو کہتے ہیں خوش وقت با مرام

انسان بذل زر ہی سے بنتا ہے نیک نام
اور کار ہائے خیر میں رکھتا ہو بڑھ کے گام

وہ مال جو نتیجۂ کسب حلال ہے
حقا کہ بارش کرم ذوالجلال ہو

دنیا میں ہر قدم پہ ضرورت ہے مال کی
ہر خورد و ہر بزرگ کو حاجت ہو مال کی

یکساں شہ و گدا کو ضرورت ہے مال کی
ہر ایک ذی شعور کو الفت ہو مال کی

رک جائیں سارے کام جہاں کے جو زر نہو
یہ شے نہ ہو تو چین سے دم بھر بسر نہو

سرمایہ لازمی ہے تجارت کیواسطے
نہ چاہیئے ضرور زراعت کیواسطے

دستِ تہی فضول ہے حرفت کیواسطے
وہ تو بنا ہے بھوک کی ذلت کیواسطے

وہ کام کونسا ہے جو محتاج زر نہیں
کیا اب بھی قوم کی نظر اسبات پر نہیں

مفلس کا اعتبار جہاں میں کہیں نہیں
مفلس سے بڑھ کے خلق میں اندوہگیں نہیں

اس کا کوئی رفیق نہیں ہم نشیں نہیں
اور لطف یہ کہ اسکی یہ حالت یہیں نہیں

افلاس نے جو ہیں سے کرائی ہیں کلفت
بعد فنا ہی جانے نہ دیگے سوئے بہشت

خوش آئے یا ہو حضرت واعظ کو ناپسند
کہہ کر رہونگا ان سے میں باقراءتِ بلند

مدت سے ہیں اسیر فلاکت نیاز مند
اب کیجیے ترک دولت دنیا کا وعظ بند

اسلام نقر و عسر کے ہاتھوں خطر میں ہے
رحم اے جناب رحم یہ کشتی بھنور میں ہے،

میری سرگذشت

قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کے ذاتی حالات تاریخی رنگ میں

نمبر ۵

سردار گوہر خاں عارضی طور پر بیازی میں مقیم تھا، اس لئے ۱۳ جون سنہ ۱۹۲۴ء کو ہم قلات سے بیازی میں آئے جہاں سر بفلک پہاڑوں کا ایک دائرہ اور اس میں صرف جنگل ہی جنگل تھا۔ دامن کوہ کے زیریں حصے میں درختوں کے سایہ تلے ہم سب نے اپنا اپنا بسیرا کیا۔ جون کا مہینہ لیکن سردی کا یہ عالم کہ رات آگ تاپ تاپ کر بسر کی، سردیوں میں شدت برف کیوجہ سے عموماً یہاں کہر کا زور رہتا ہے،

۱۵ جون سنہ ۲۴ء کو اسی جنگل اور ویرانے میں عید الضحیٰ کا تیوہار ایسی صورت میں آیا۔ کہ میں نے اکیلے ہی جلوح بن بڑا خدا کے حضور میں سر جھکا لیا۔ ۱۹ جون کو مراجعت قلات کیوقت باثنائے راہ جبکہ ہم ایک موقعہ پر گھوڑوں کو سرپٹ دوڑائے چلے جا رہے تھے، میری بائیں جانب کے ایک بروہی اسپ سوار کی ٹوپی دار بندوق جو اس کے کندھے پر تھی رگڑسے خود بخود چلگئی، جس کی گولی میری پیشانی سے ایک انچ کے فاصلہ پر سے گذری۔ اگر میرا گھوڑا ذرا آگے ہوتا تو گولی میری کنپٹی سے پار ہو جاتی، بچ رہنے پر میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور سمجھا کہ خدانے مجھے کسی اہم کام کی سرانجام دہی کیلئے محفوظ رکھا ہے،

۲۱ جون کو قلات سے منگچر اور ۲۲ جون کو مستونگ میں آئے، مستنگ باغات کی کثرت، کاریزات کی فراوانی اور اراضیات کی عمدگی کی وجہ سے نہایت پرفضا مقام ہے، اور خان قلات کے نائب کا ہیڈ کوارٹر، یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتی تھی کہ اس سے اٹھارہ سال بعد بہ حیثیت مستونی نیابت مستونگ کا مقامی افسر اعلیٰ مقرر کیا جاؤنگا۔ یہاں بھی خان قلات کی رہائش کے لئے اندرون شہر خام عمارت کی ایک "میری" (Miri) ہے مگر کمینزلہ، بازار مختصر اور گنجان، مگر تجارت ہندؤں ہی کے ہاتھ میں، شہر سے باہر مہادیو کا مندر ہے جس میں ایک ایسا درخت ہے کہ اس کی نظیر اس علاقہ میں نہیں،

۲۳ جون کو ہم کوئٹہ میں پہونچے اور بارنس سرائے کی بالائی منزل میں اقامت پذیر ہوئے، قلات سے کوئٹہ تک کوئی باقاعدہ سڑک نہیں، صرف پگڈنڈی ہے، یہہ پہلا موقعہ ہے کہ میں نے کوئٹہ کو دیکھا اور تھیئٹر کا کھیل بھی،

اس سے سات سال گیارہ ماہ اور تین دن پیشتر یعنی ۲۰ جولائی سنہ ۱۶ء کو جناب قبلہ و کعبہ والد بزرگوار نے کاروبار ٹھیکہ کی غرض سے کوئٹہ میں نزول اجلال فرمایا تھا اور اس وقت کون پیشگوئی کر سکتا تھا۔ کہ یہی کوئٹہ مستقبل قریب میں آپ کی اولاد کے عدیم النظیر عروج اور فقید المثال زوال کی داستان کا حامل ہوگا ۔

پشتو زبان میں کوٹ قلعہ کو کہتے ہیں، یہ قطعۂ میدان جس میں اب کوئٹہ آباد ہے قدرتی طور پر چاروں طرف پہاڑوں سے گھرا ہوا بہ مثل ایک قلعہ کے ہے۔ اسی لئے اس قطعہ کا قدیمی نام بزبان پشتو کوٹ مشہور تھا۔ دیگر علاقہ جات کے ساتھ آمد و رفت کے لئے اس میں حسب ذیل راستے ہیں (۱) شمالاً صرف ایک راستہ جو کچھ احمدون وغیرہ کو جاتا ہے (۲) غرباً دو راستے جن میں سے ایک براہ کچلاغ و پشین قندھار کو جاتا ہے، دوسرا براہ سمنگلی، سنوراوک اور نوشکی وغیرہ کے لئے (۳) جنوباً دو راستے ایک سریاب سے بجانب مستونگ، دوسرا براہِ دشت و بولان، علاقہ کچھی، سبی اور جیکب آباد کو (۴) شرقاً براہ درہ ہنہ دو راستے ایک بجانب زورستان یعنی بعلاقہ شاہرگ و ہرنائی، دوسرا بطرف سانگھان و کٹ منڈائی وغیرہ کوہستان مری کو، اگر یہ تمام راستے محفوظ کر لئے جائیں، تو میدان کوئٹہ میں کسی دوست یا دشمن کا داخلہ بدون اجازت نہیں ہو سکتا۔

میدان کوئٹہ کا طول شمالاً و جنوباً بشمول سریاب تا حدود دشت قریباً تیس میل ہے اور عرض شرقاً و غرباً قریباً بیس میل، یہ قطعہ میدان درہ بولان کے خاتمہ اور سرے پر واقعہ ہے، اس لئے تجارتی اور جنگی نقطۂ نگاہ سے بہت اہمیت رکھتا ہے اور پیشتر ازیں متعدد سلاطینِ زمانہ کی گذرگاہ رہا ہے،

احمد شاہ ابدالی بادشاہ قندھار کے عہد حکومت میں یہ قطعہ میر نصیر خانِ اعظم (خان قلات) کی حسن خدمات کے صلہ میں بادشاہ موصوف کی پیشگاہ سے والدۂ شریفہ میر نصیر خاں کو بطور خلعت دیا گیا تھا۔ خواتین کو جو خلعت دیا جائے، اُسے بلوچی میں "سری" ہندی میں "چادر" اور پشتو میں "شال" کہتے ہیں، اس لئے اس قطع کا نام اس وجہ تسمیہ کی بنا پر شال مشہور ہوا اور عوام میں مجموعی طور پر "شال کوٹ" کہلایا۔

۱۸۳۹ء میں میر محراب خاں مرحوم کی شہادت کے بعد جب کچھ عرصہ کے لئے بلوچستان تصرف انگریزی میں آیا۔ تو اس وقت سے ہی شال کوٹ کا نام انگریزی میں کوئٹہ ہوا اور ۱۸۴۱ء میں جب میر نصیر خاں صغیر پسر محراب خاں سے گورنمنٹ ہند نے عہد نامہ کیا تو بلوچستان بمعہ توابعات کوئٹہ وکچھی حوالہ میر نصیر خاں مذکور کیا گیا۔ لیکن اس وقت بھی تاڑنے والے تاڑ گئے تھے کہ کوئٹہ ہندوستان کی چابی ہے،

میجر سنڈیمن صاحب مارچ ۱۸۷۶ء میں جب بلوچستان میں ایجنٹ گورنر جنرل مقرر کئے گئے تو انہوں نے شالکوٹ یعنی کوئٹہ ہی کو اپنے ہیڈ کوارٹر کیلئے منتخب کیا جو اس وقت بلحاظ آبادی ایک چھوٹی سی بستی تھا۔ ۱۸۷۸ء میں امیر شیر علی خاں والئے کابل اور گورنمنٹ ہند کے تعلقات میں کچھ کشیدگی پیدا ہو گئی، اور گورنمنٹ ہند کو کوئٹہ کا مضبوط کرنا زیادہ ضروری معلوم ہوا۔ اس لئے میجر سنڈیمن صاحب نے علاقہ شالکوٹ میر خداداد خاں صاحب خانِ قلات سے اجارہ پر حاصل کر لیا۔ اس شرط پر کہ جب تک برٹش گورنمنٹ کو ضرورت ہو وہ علاقہ کوئٹہ کو اپنے قبضہ میں رکھے اور جملہ حقوق مالیات وغیرہ کے متعلق پچیس ہزار روپیہ سالانہ خانِ قلات کو دیتی رہی، چنانچہ اب تک کوئٹہ بقرار بالا اجارہ پر ہی ہے، میر خداداد خانصاحب کے عہد میں علاقہ کوئٹہ کا مالیہ دس بارہ ہزار روپیہ سالانہ سے زیادہ نہ تھا۔ مگر اب کئی لاکھ کی آمدنی ہے،

کوئٹہ سطح سمندر سے پانچ ہزار پانچ سو فٹ بلند ہے اور بلحاظ خوبصورتی ، صفائی اور بازاروں کی وسعت کے ہندوستان کے بہت بڑے شہروں کی ہمسری کا دعویٰ کر سکتا ہے ، قالین پوستین میوہ جات اور چائے کی تجارت افغانوں کے ہاتھ میں ہے ، ہندوستان کے مختلف صوبوں کے باشندوں کے علاوہ قندھاری ، ایرانی ، سیستانی ، پارسی اور یہودی بھی یہاں پائے جاتے ہیں ، کوئٹہ سول ٹاؤن ہی نہیں بلکہ فوجی اغراض کیلئے ایک مضبوط ملٹری چھاؤنی بھی ہے جہیں گورہ اور دیسی افواج رہتی ہیں ، یہ بات قدرت ہی کے پروگرام میں تھی - کہ میرے منجھلے بھائی عزیز قاضی فتح حسین صاحب یکم اگست سنہ ۱۸۹۶ء کو کوئٹہ پولیس میں داخل ہو کر سنہ ۱۹۱۹ء میں انسپکٹر پولیس کے معزز عہدہ پر پہنچیں گے اور بلحاظ اپنی خداداد مستقلال قابلیت اور اثر و اقتدار کے مسٹر الیف - ایم - اے ہیٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کوئٹہ کے دستِ راست کہلائینگے

کوئٹہ کی "میری" (سنہ ۱۸۸۸) جہاں سنہ ۱۸۴۰ء میں خان قلات کا نائب بمعہ دستہ فوج رہا کرتا تھا - اب قلعہ کوئٹہ کے نام سے موسوم ہے ، جہیں بابا پانی ناتھ جوگی کی سمادھ بھی ہے ، اور ہنود کے لئے زیارتگاہ ، ہندی کا یہ شعر قلات ، مستونگ اور کوئٹہ میں ہندوؤں کی زیارتگاہوں کا ان الفاظ میں پتہ دیتا ہے - کہ

کالی دے قلات میں مہادیو مستنگ
بڈھا جوگی شال میں پانی ناتھ بلوچست

گوجرانوالہ ، یکم اگست سنہ ۱۹۳۱ء — قاضی نظیر حسین فاروقی ، ریٹائرڈ مستوفی

دشوار ہے

دل میں ہو جذبات سے جب اضطراب — غیض سے کھاتا ہو انساں پیچ و تاب
عفو کرنا اس گھڑی دشوار ہے

دور ناداری ہو جب افلاس ہو — مال و دولت جب نہ اپنے پاس ہو
بذل کرنا اس گھڑی دشوار ہے

کوئی جلوت میں نہو خلوت میں ہو — کنج تنہائی میں ہو عزلت میں ہو
پارسائی اس گھڑی دشوار ہے

خوف ہو امید ہو جس شخص سے — اور وہ بیٹھا ہو باسط سامنے
راستگوئی اس گھڑی دشوار ہے

صوفی

ادبی سرستیاں

فرہاد و شیریں

(از مولانا عبدالسلام صاحب ندوی)

فارسی اور اردو شاعری کی تلمیحات میں شیریں اور فرہاد کا ذکر اکثر آتا ہے لیکن عام لوگ خود ہمارے شعراء بھی ان دونوں کی تاریخی حیثیت سے ناواقف ہیں۔ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ شیریں ایک حسین عورت تھی جس کے دو عاشق تھے۔ اور دونوں کی حالت میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ ایک تو ایران کا بادشاہ جو خسرو یا کسرے کے پرعظمت لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اس کی زندگی کا کام عیش تھا۔ دوسرا فرہاد جو ایک معمولی پرچی یا معمار تھا۔ اس کے عشق میں سرشار تھا عشق و محبت کی تڑپ دونوں کے دلوں میں تھی لیکن دولت کی کشش غالب ہونے پر غالب آئی اور شیریں فرہاد کو نظرانداز کر کے خسرو کی آغوش شوق میں پہنچ گئی۔ تاہم ۔۔۔ عاشق فرہاد کو بالکل صاف جواب نہیں دیا بلکہ فلسفیانہ عقل سے کام لے کر اپنے وصل کو معلق بالمحال کر دیا اور فرہاد کو ۔۔۔ پہاڑ میں سے ایک نہر جو تمہارا زبان میں جوئے شیر کے نام سے مشہور ہے نکال دے۔ تو وہ اس کے عشق کی قدر دانی ہو سکتی ہے۔ غریب نے چند دنوں سعی لا حاصل تو بے شبہ کی لیکن آخرکار ناکام رہا۔ اور اسی ناکامی کی حالت میں اپنے پھاوڑے سے سر پھوڑ کر جان دے دی۔ اور اسی جانبازی نے گویا عشق میں آج تک اس کے نام کو اس کے حریف کسرے کے مقابل میں مساویانہ حیثیت کے ساتھ زندہ رکھا ہے۔ اور اس کے کامیاب رقیب خسرو سے بھی زیادہ لوگ اسکے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں۔ بلکہ شیریں کو کسرے کی ترجیح پر یہ طعنہ دیتے ہیں کہ ؎

شوخ بازاری تھی شیریں بھی مگر ورنہ فرق خسرو و فرہاد کیا

لیکن تاریخی روایتیں ان واقعات امیز شاعرانہ تلمیحات کی بالکل پروا نہیں کرتیں۔ بلکہ وہ زیادہ تر دلچسپ رنگین اور مبالغہ آمیز باتوں کا انکار کرتی ہیں۔ اور اگر انکار نہیں کر سکتیں تو کم از کم ان کا آب و رنگ اسقدر ہلکا کر دیتی ہیں۔ کہ ان میں کوئی دلاویزی باقی نہیں رہ جاتی یہی وجہ ہے کہ جب تاریخ اور خرافات میں تعارض واقع ہوتا ہے۔ تو خشک تاریخی روایتیں شکست کھا جاتی ہیں۔ کیونکہ عام طور پر ایک چیز کے مقابل میں ایک بے آب و رنگ چیز کو قبول نہیں کرتا۔ شیریں فرہاد اور جوئے شیر کے متعلق بھی تاریخی حالات کا یہی حال ہے۔ لیکن باایں ہمہ وہ حالات اپنی صحت اور واقعیت کے ساتھ موجود ہیں۔ اور گو اسقدر دلچسپ نہیں ہیں۔ جتنا ہمارے شعراء نے شیریں فرہاد کے عشق و محبت کے افسانے کو دلچسپ بنا دیا ہے۔ تاہم ریاضی و ہندسہ کی طرح خشک بھی نہیں ہیں۔

اِس افسانے کی حقیقت صرف اسقدر ہے۔ کہ خسرو پرویز حسین وجمیل عورتوں کا بہت بڑا قدردان تھا۔ اور شیریں نے جو ایک ارمنی شہزادی تھی حسن وجمال سے اسقدر غیرمعمولی حصہ پایا تھا کہ ایرانیوں کے بیان کے موافق خسرو پرویز کے پاس تین چیزیں ایسی تھیں۔ جو اس سے پہلے اور اس کے بعد کسی بادشاہ کو نصیب نہیں ہوئیں۔ ایک تو اس کی معشوقہ شیریں۔ دوسرے اس کا مغنی باربد۔ تیسرے اس کا گھوڑا شبدیز۔ اور یہ تینوں چیزیں باہم ایک دوسرے کی ممد ومعاون تھیں۔ باربد تولازمی طور پر اس کی بزم عیش وطرب کا ایک اہم جزو تھا۔ اور شیریں کے رخسار رنگیں اس بزم طرب کا گلدستہ۔ اسطرح کہ جب پرویز کے سامنے اس کے حسن وجمال کا تذکرہ کیا گیا۔ تو اس نے ایک ہوشیار اور تشفی شخص کو اس خدمت پر متعین کیا۔ کہ وہ شیریں کو اڑا لائے۔ چنانچہ بلطائف الحیل یہ پری اڑائی اور اس کے گھوڑے شبدیز کی پشت پر بٹھا کر شاہی محل میں پہنچائی گئی۔ لیکن جب وہ محل میں پہنچی۔ تو اس کے حسن وجمال کو دیکھ کر خسرو کی دوسری بیبیوں اور داشتوں کو سخت رشک ہوا۔ اور انہوں نے اس کے قیام کے لئے ایک شور بنجر اور آب وہوا کے لحاظ سے غیرصحت بخش مقام تجویز کیا۔ اور اس سے کہا۔ کہ بادشاہ کا یہ حکم ہے کہ تمہارے لئے اسی مقام پر ایک محل تعمیر کرا دیا جائے۔ چنانچہ وہ محل تعمیر کیا گیا۔ اور اسی محل کی تعمیر کے بعد فرہاد کی شخصیت نمایاں ہوئی۔ کیونکہ شیریں کو تازہ دودھ بہت زیادہ پسند تھا لیکن یہ محل جس مقام پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اس سے مویشیوں کی چراگاہ بہت زیادہ دور تھی۔ اسلئے دودھ محل تک آتے آتے باسی ہو جاتا تھا۔ یا کم از کم تازہ نہیں رہتا تھا۔ اس لئے یہ تجویز قرار پائی کہ چراگاہ سے محل تک ایک پتھر کی مصنوعی نہر تیار کرائی جائے۔ اور اس غرض سے ایک معمار کی تلاش ہوئی۔ اور فرہاد کا انتخاب کیا گیا۔ فرہاد بحیثیت معمار کے حاضر ہوا تو شیریں نے اس کو چراگاہ سے محل تک دو میل کی ایک نہر نکالنے کا حکم دیا۔ تاکہ اس نہر کے ذریعہ سے تازہ دودھ سرعت کے ساتھ پہنچ سکے۔ اور فرہاد نے یہ خدمت اس طرح انجام دی کہ پہلے دو میل کی ایک دیوار تیار کی۔ پھر اسی دیوار پر پتھر کی مصنوعی نہر بنائی جس کے اوپر پتھر کی بڑی بڑی چٹانیں بچھائیں۔ اور چراگاہ کے پاس ایک حوض اور اسی کے بالمقابل محل میں ایک دوسرا حوض تیار کیا۔ تاکہ چراگاہ میں جو دودھ دوہا جائے وہ اس حوض میں جمع ہو کر نہر کے ذریعہ سے اس حوض میں پہنچ جائے۔ جو محل میں تیار کیا گیا تھا۔

اس افسانے کی تاریخی حقیقت صرف اسی قدر ہے۔ اور اس محل اور اس حوض کو بعض سیاحوں نے دیکھا ہے۔ چنانچہ زکریا ابن محمد قزوینی اپنے جغرافیہ آثار البلاد میں لکھتا ہے:۔

وھذہ کلہ باق الی زماننا رایتہ عند اجتیازی بہ لا شک فی شئی منہ

یہ تمام چیزیں ہمارے زمانے تک باقی ہیں۔ جب میں وہاں گیا تھا تو انکو دیکھا تھا۔ ان میں سے کسی چیز میں شک وشبہ نہیں ہے۔

لیکن یہ تمام قصے میں فرہاد کی حیثیت صرف ایک معمار کی ہے۔ عاشق کی نہیں۔ اور شیریں نے اس کو کسی محال کام پر نہیں لگایا تھا۔ بلکہ جو خدمت اس کے متعلق تھی۔ اس نے نہایت کامیابی کے ساتھ اس کو انجام دیا۔

اس محل کی تعمیر کے متعلق جو دوسری روایت اسی کتاب میں ہے۔ اس نے اس واقعہ کی ندرت اور اعجوبگی کو اور بھی کم کر دیا ہے۔ اس میں جوئے شیر اور فرہاد کا سرے سے تذکرہ نہیں ہے۔ بلکہ اس روایت کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ خسرو پرویز مقام قصر شیریں میں مقیم تھا۔

جہاں اُس نے ایک عظیم الشان باغ تیار کرایا جس میں جانوروں اور پرندوں کا ایک عجائب خانہ بھی قائم کیا۔ یہ باغ ہزاروں آدمیوں کی مدد سے سات سال میں تیار ہوا۔ اور خسرو نے اس کی حسن و خوبی کو دیکھ کر نہایت پسندیدگی کا اظہار کیا۔ اور کاریگروں کو بیش بہا صلے دیئے حسن اتفاق سے اس نے ایک دن شیریں سے کہا کہ تم مجھ سے اپنی کسی خواہش کا اظہار کرو۔ اس نے کہا۔ کہ اسی باغ میں میرے لئے ایک ایسا محل تیار کرایا جائے۔ جو آپ کی سلطنت میں عدیم النظیر ہو۔ اور اس میں پتھر کی ایک نہر بنوا دی جائے۔ جو شراب سے لبریز رہے۔ چنانچہ اس کی یہ خواہش پوری کر دی۔

اس کتاب میں ایک روایت بے شبہ ایسی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ فرہاد شیریں پر عاشق تھا۔ اور اس جرم پر خسرو پرویز نے اس کو کوہ بیستون کے توڑنے کا حکم دیا تھا جس کا مقصد یہ تھا۔ کہ اس کی تمام عمر اس فعل عبث میں صرف ہو کر برباد جائے۔ چنانچہ اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

تاریخ عجم کا یہ مشہور واقعہ ہے۔ کہ خسرو پرویز کی معشوقہ شیریں پر جو حسن و جمال میں نہایت شہرت رکھتی تھی۔ ایک سنگ تراش جس کا نام فرہاد تھا۔ فریفتہ تھا۔ اور اس کی وارفتگی حد اعتدال سے متجاوز تھی۔ چنانچہ لوگوں میں اس کے عشق و محبت کا شہرہ ہوا۔ تو پرویز سے اس کا ذکر کیا گیا۔ اس نے اپنے ہمنشینوں سے کہا۔ کہ اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اگر میں اسی حالت میں اس کو چھوڑ دوں۔ تو بڑی رسوائی ہوگی اور اگر اس کو قتل یا قید کر دوں تو ایک بے گناہ کو سزا دوں گا۔ اس پر بعض حاضرین نے کہا کہ اس کو ایک ایسے کام میں لگا دیجئے۔ کہ اس میں اس کی تمام عمر برباد ہو جائے۔ خسرو نے اس کی رائے کو پسند کیا۔ اور اس کے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ وہ آیا اور اس کا حلیہ یہ تھا کہ نہایت فربہ اور دراز قد تھا۔ اور مست اونٹ کی طرح جوش و خروش سے لبریز تھا خسرو نے اس کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا۔ اور کہا کہ ہمارے راستے میں ایک ایسا پہاڑ حائل ہو گیا ہے۔ جو ہماری آمد و رفت میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ اس لئے ہماری خواہش یہ ہے کہ تم اس میں سے ایک راستہ نکال دو۔ جو ہماری آمد و رفت کے لئے موزوں ہو۔ اور ہم کو تمہارے تجربہ اور ذہانت کا حال معلوم ہو چکا ہے۔ اور اس نے کوہ بیستون کی طرف اشارہ کیا۔ کیونکہ وہ نہایت بلند پہاڑ تھا۔ اور اس کا پتھر نہایت سخت تھا۔ فرہاد نے کہا کہ میں بادشاہ کے راستے سے اس پہاڑ کو ہٹا دوں گا۔ بشرطیکہ وہ میرے شیریں کے عنایت کرنے کا وعدہ کرے۔ بادشاہ کو اس سے تکلیف تو ضرور ہوئی۔ کیونکہ شیریں اس کی معشوقہ تھی۔ لیکن اس نے اپنے دل میں کہا کہ بیستون کو آخر کون توڑ سکتا ہے۔ بہرحال فرہاد خسرو کے پاس سے گیا۔ اور پہاڑ کے توڑنے کا کام شروع کیا۔ اور اس میں سے ایک ایسا راستہ نکالا جو عرض میں بیس سواروں کے گذرنے کی گنجائش رکھتا تھا۔ اور اس کی بلندی جھنڈیوں سے زیادہ اونچی تھی۔ اس کا کام یہ تھا۔ کہ دن بھر پتھر توڑتا تھا۔ اور رات بھر ان کو اٹھا اٹھا کر لے جاتا تھا۔ اور پہاڑ کی چوٹی پر بڑے بڑے ٹکڑوں چنتا تھا۔ سنگ تراشی کر کے ان کے درمیانی خلو کو بھرتا تھا۔ اور ان کو راستے کے برابر کرتا تھا۔

خسرو سے ایک دن اس کی مستعدی کا ذکر کیا گیا۔ تو بعض حاضرین نے کہا۔ کہ ہم نے اسکو بچشم خود دیکھا۔ کہ پھاوڑے کی ایک ضرب میں پہاڑ کے برابر پتھر نکالتا ہے۔ اور اگر اسی طریقہ پر کام کرتا رہا۔ تو راستے کا نکال لینا کوئی تعجب نہ ہوگا۔ خسرو اس سے خوف زدہ اور مضطرب ہوا۔ لیکن بعض اشخاص نے کہا۔ کہ اس سے ہم آپ کو نجات دلا دیتے ہیں۔ چنانچہ بعض لوگوں کو فرہاد کے پاس بھیجا اور انہوں نے اس کو شیریں

کے مرنے کی خبر دی۔ فرہاد نے یہ خبر سنی تو اپنے پھاؤڑے کو پتھر پر مارا اور اس کو اس پیوست کر دیا۔ اس کے بعد اپنے سر کو پھاؤڑے پر دے دے مارتا تھا۔ یہاں تک کہ مر گیا۔ یہ تمام آثار اب تک باقی ہیں۔ اور ان میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے۔

لیکن اس روایت میں جس کے نہر کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ جہاں تک قیاس و قرائن کام دیتے ہیں۔ ان واقعات سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اگر ایک خود مختار بادشاہ نے اپنی معشوقہ کے لئے تازہ دودھ فراہم کرنے کے لئے ایک عظیم الشان نہر بنوالی۔ تو گو یہ فعل کیسا ہی بیہودہ ہو۔ لیکن شخصی سلطنتوں میں اس قسم کے عبث افعال اکثر ہوتے رہتے ہیں۔ بالخصوص ایسی حالت میں جب صاحب تاج و تخت کسی حسین عورت پر فریفتہ ہوتا ہے۔ تو اس کے حسن و جمال پر ملکی خزانے کے ساتھ عقل و دماغ کے سرمایہ کو بھی قربان کر دیتا ہے۔ اس لئے اگر خسرو نے فرہاد کی نگرانی میں اس قسم کی نہر تیار کروائی۔ تو یہ تعجب خیز امر نہیں۔ البتہ ہم اس کو تسلیم نہیں کر سکتے کہ اس کام کو تنہا فرہاد نے انجام دیا تھا۔ بلکہ یہ کام اسی طرح انجام پایا ہوگا جس طرح اس زمانہ میں اس قسم کے کام بہت سے معماروں اور مزدوروں کے ساتھ کسی انجینئر کی نگرانی میں انجام پاتے ہیں۔ لیکن اس جوئے شیر کو فرہاد کے عشق و محبت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اور اس نے اس کام کو پوری ذمہ داری اور پورے ہوش و حواس کے ساتھ انجام دیا تھا۔ ممکن ہے کہ وہ اس کے بعد شیریں کے عشق میں دیوانہ ہو گیا ہو۔ اور خسرو نے استہزاء اور [illegible] کے طور پر اس کو کوہ بیستون کے توڑنے کا حکم دیا ہو۔ لیکن ہم اس کو نہیں تسلیم کر سکتے۔ کہ اس نے تنہا اس پہاڑ کو اس حد تک توڑ دیا تھا۔ کہ اس میں سے [illegible] سکتے تھے۔ اور وہ پھاؤڑے کی ایک ضرب میں پہاڑ کے برابر پتھر نکال لیتا تھا۔ یہ بات بھی قیاس میں نہیں [illegible] شخص عجیب و غریب [illegible] سخت کام میں مشغول رہ کر زندہ رہ سکتا ہے۔ بلکہ جو واقعہ قرین قیاس ہے وہ صرف یہ ہے کہ ملکی ضرورت سے کوہ بیستون کے توڑنے کا کام بہت سے مزدوروں اور مزدوروں کی شرکت سے جاری رہا ہوگا اور خسرو نے [illegible] دیوانگی [illegible] اسی کام میں مشغول کر دیا ہوگا۔ لیکن چونکہ وہ اس سے پہلے جوئے شیر نکال چکا تھا۔ اس لئے یاروں نے اس کے اس کام کو بھی اسی سلسلہ عشق و محبت میں شامل کر دیا۔

تین چیزیں

(۱) حرص جس کی اطاعت کی جائے (۲) خواہش جس کا اتباع کیا جائے اور (۳) عجب یعنی خود بینی سخت مہلک ہیں۔

غور کرو۔ عجب و خود بینی کی وجہ سے شیطان شقاوت ابدی میں پڑا اور رجیم و لعین ہوا۔ اسی بنا پر وہ غافل انسانوں کو ضلالت و ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ بالآخر عجب و خود بینی عادت حق سبحانہ و تعالیٰ سے مانع و مزاحم ہوتی ہے۔ و لنعم ما قیل

مرد معجب ز اہل دین نہ بود | ہیچ معجب خدائے بین نہ بود
بیخبر زاں جہان و مست یکے است | خویشتن بین و بت پرست یکے است

(مولوی، نور الدین)

معصوم قیدی

پیوستہ بگذشتہ

تیسرا باب

سیاہ بختی میں کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے
کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا انسان سے ہوتا ہے

جمشید نے بیوی اور بال بچوں کو رخصت کرنے کے بعد تمام معاملات پر ٹھنڈے دل سے غور کیا۔ اور دل ہی دل میں سوچنے لگا۔ کہ اُسکی رفیقہ حیات بھی اُسے قاتل ہی سمجھتی ہے۔ اچھا میرا خدا جانتا ہے۔ وہ اس بیچارگی اور کس مپرسی کی حالت میں میرا حامی و مددگار ہو۔ مجھے اُس کی ذات کے سوا کسی غیر پر بھروسہ نہ رکھنا چاہیئے اُس رحیم کے علاوہ کوئی اور میری جان بخشی نہیں کر سکتا اُسی منصف کے دربار عالی میں فریاد کرونگا۔

کچھ عرصہ کے بعد جمشید کے لئے کوڑوں کی مار کا حکم صادر ہوا۔ جلاد نے یہ سزا دی۔ اور جب اُس کے تمام زخم مندمل ہو گئے۔ تو اُس کو دوسرے تقصیروار قیدیوں کے ساتھ کسی پہاڑی مقام پر کان کنی کے لئے بھیج دیا گیا۔ وہاں جمشید نے ایک قیدی کی حیثیت سے پورے پچیس سال تک کام کیا۔ اِس مدید مدت میں اُس کے سب بال اصلی معنوں میں برف کی مانند سفید ہو گئے تھے۔ اُس کی ریش لمبی اور گھنی ہو چکی تھی۔ اُس کی تمام دنیوی خوشیوں کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ وہ کم بولتا اور ہر وقت خدا کی عبادت میں مصروف رہتا تھا۔

اُس نے اِس پہاڑی مقام پر تھوڑی سی نقدی بھی کمائی۔ جس سے اُس نے چند ایک دلپذیر کتابیں خریدیں۔ ان کتابوں کا وہ کبھی کبھی دن کے وقت سورج کی روشنی میں مطالعہ کیا کرتا تھا جمشید کو گانے بجانے کا بہت شوق تھا۔ وہ اکثر اتوار کے روز جیل کے گرجا گھر میں جایا کرتا۔ اور بسا اوقات گانے بجانے والی جماعت کے ساتھ مل کر گایا کرتا تھا۔ مگر اب اُس کی آواز کرخت ہو چکی تھی۔ اور اُس میں وہ پہلی سی رنگینی باقی نہ رہی تھی۔

جیل کے تمام افسر جمشید کی دیانت اور کارپردازی سے ہمیشہ خوش رہتے تھے اور وہ اپنی حلیمی اور فرمانبرداری کے باعث تمام میں ہر دلعزیز ہو چکا تھا۔ اُس کے ہمجولی اُس کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور اُس کو اعزازی طور پر "بابا" کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ جب کبھی اُن کے درمیان کوئی جھگڑا ہو جاتا۔ تو وہ اُس کو اپنا ثالث مانتے اور یہ اُن کے تنازعات کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ چکایا کرتا۔ اب تک جمشید کو اپنے گھر سے خیریت کی کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی تھی۔ اُس کو اتنا بھی علم نہ تھا۔ کہ آیا اُس کی بیوی اور بال بچے زندہ سلامت ہیں بھی یا نہیں!

ایک دن شام کے وقت اُس جیل خانہ میں قیدیوں کا ایک نیا گروہ وارد ہوا۔ اور تمام پرانے قیدی یہ بات معلوم کرنے کے

سنے کہ وہ کس شہر یا کس گاؤں سے یہاں آئے ہیں۔ اُن کے اردگرد جمع ہو گئے۔ اُن کے ساتھ ہمارا ہیرو جمشید بھی چلا گیا۔ اور بہایت توجہ کے ساتھ اُن گرفتاروں کی باتوں کو سننے لگا۔ سنتے قیدیوں میں سے ایک سن رسیدہ آدمی کھڑا ہوا۔ اور حاضرین کو مخاطب کرکے بتانے لگا۔ کہ وہ کسطرح گرفتار کرکے یہاں لایا گیا ہے۔ اُس نے اپنی رام کہانی کا آغاز اس طرح سے کیا :-

"مدت ہوئی کہ میں نے ایک سرخ گھوڑا ایک لق ودق میدان میں کھڑا پایا۔ اُس گھوڑے کے قریب ہی ایک گھنے درخت کے سایہ تلے ایک گاڑی کھڑی تھی۔ اُس گاڑی کا کوچوان میرا قدیمی دوست تھا۔ میں نے محض اس نیت سے کہ جلدی اپنے گھر تک پہنچ جاؤں گا۔ وہ گھوڑا اُس سے لے لیا۔ لیکن ابھی چلنے بھی نہ پایا تھا۔ کہ پولیس کے چند آدمیوں نے جو جھاڑیوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ مجھے آکر گرفتار کر لیا۔ میں بہت چیخا چلایا۔ کہ میں کوئی چور یا ڈاکو نہیں ہوں۔ لیکن اُس نقارخانے میں اس طوطی کی آواز کو کسی نے نہ سُنا۔ اور مجھ بے گناہ کو زبردستی اس جیل خانہ میں لاکر مقفل کر دیا گیا۔ بھائیو! حالانکہ میں اس سے قبل ایک ایسے سنگین جرم کا مرتکب ہو چکا ہوں۔ کہ اُس وقت مجھے ضرور اس جیل خانہ میں لاکر ڈال دینا چاہیئے تھا۔ لیکن چونکہ میرے اُس راز کا اُس وقت کسی کو پتہ نہ چلا۔ اس لئے میں بال بال بچ گیا۔"

جب یہ بوڑھا قیدی اپنی تمام داستان بیان کر چکا۔ تو پرانے قیدیوں میں سے ایک نے دریافت کیا۔

"بڑے میاں! تم کہاں سے آئے ہو اور تمہارا کیا نام ہے؟"

"میرا نام رشید ہے اور اکثر لوگ مجھے راشد کہہ کر بھی پکارتے ہیں۔" اُس بوڑھے قیدی نے جواب دیا۔ "میں شکارپور کا رہنے والا ہوں۔ اور میرا تمام خاندان اُسی قصبہ میں آباد ہے۔"

(جمشید نے یہ تمام باتیں سن کر اپنا سر اُٹھایا اور راشد کو مخاطب کرکے پوچھنے لگا)

"کیا تم جمشید سوداگر کو جانتے ہو۔ جو شکارپور کا ہی رہنے والا ہے۔ اور کیا وہ ابھی تک زندہ ہے؟"

"میں اُن کو اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ وہ تو بڑے متمول آدمی ہیں۔" راشد نے کہا۔ "بابا! آپ کا یہاں کیسے آنا ہوا؟"

"تقریباً پچیس سال کا عرصہ ہوا۔ کہ میں شامت اعمال کی وجہ سے جلاوطن کرکے یہاں بھیج دیا گیا ہوں۔" جمشید نے سرد آہ بھر کر جواب دیا۔

"کس قصور کی پاداش میں؟" راشد نے دوبارہ دریافت کیا۔

(جمشید اپنی تیرہ بختی کا حال سنا کر بیوی اور بال بچوں کی یاد کو تازہ کرکے اپنے آپ کو رلانا نہیں چاہتا تھا۔ اسلئے اُس نے خاموشی اختیار کی اور راشد کے اس سوال کا کوئی تسلی بخش جواب دیئے بغیر چپ ہو گیا)

(باقی آئندہ) (فیض محمد فیض لدھیانوی)

بزمِ قریش

قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کے بھائی قاضی فتح حسین صاحب انسپکٹر پولیس (مرحوم) کے صاحبزادہ اور القریش کے معاون قاضی خورشید عالم صاحب فاروقی اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر کی سگائی مولوی محمد سعید صاحب قریشی اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز کی منجھلی صاحبزادی سے ۵ جولائی ۱۹۳۳ء کو بمقام لاہور عمل میں آئی۔ قاضی صاحب نے اس تقریب پر اپنی قومی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے "ندوۃ القریش" کے لئے دو روپے کی رقم ارسال فرمائی ہے۔ برادران قریش اگر اسی طرح اپنی تقاریب پر اپنے قومی فنڈ کے لئے بھی کچھ حصہ نکالتے رہیں۔ تو قومی فنڈ کو بہت کچھ تقویت ہو سکتی ہے۔ قاضی صاحب کی یہ تحریک ہر نوع قابلِ تقلید ہے۔ تقریب سعید کے بخیر انجام ہونے پر ہم قاضی صاحب کو ہدیہ مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

مولوی محمد نعمت اللہ صاحب لونڈ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ القریش مطبوعہ جولائی میں "ندوۃ القریش" کے قیام و استقلال کی تفصیلی کیفیت پڑھ کر یوں ہوا۔ کہ گویا کوئی کسی منحوس خواب کی خوش کن تعبیر کہہ رہا ہے بخدا مجھے قریش کی بیداری اور پھر ذلتکدہ سے ابھرنے کی کوشش کا یقین نہ آیا۔ قریش اور قیام ندوہ متضاد سی باتیں ہیں۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ القریش علی التسلسل بارہ سال سے دیکھتا ہوں لیکن خاموش ہوں۔ آج تک میں نے کبھی اپنے خیالات کے اظہار کی کوشش نہیں کی۔ اور محض اس لئے کہ قوم کی بے حسی نے میرا کلیجہ مُن۔ دل سرد اور جگر بے حس کر دیا ہوا ہے۔ زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ کہ روزنامہ "زمیندار" اور "خلافت" وغیرہ میں میں نے اپنے جذبات قوم کے سامنے پیش کئے۔ اور تبادلہ خیالات کے لئے ایک مرکز پر جمع ہو کر اپنے مستقبل پر غور کرنے کی دعوت دی۔ خطوط لکھے۔ مراسلات جاری کئے۔ احباب و اقربا کو زبانی کہا لیکن کوئی ایک فرد بھی تو ایسا نہ دیکھا کہ ہمنوا ہوتا۔ قریش کا خون۔ آہ! وہ خون۔ جو پتھر کو پانی کی طرح بہا دینے کی حرارت۔ اور سوتوں کو جگا دینے کا جوش رکھتا تھا۔ معرکہ ہائے کارزار میں۔ وادی و کہسار میں ایک گونج پیدا کر کے ایک جنبش ایک لرزہ پیدا کر دینے کی قوت و طاقت رکھتا تھا۔ اس قدر سرد دیکھا کہ مجھے تو ان کی زندگی پر شبہ اور شبہ بھی وہ جو یقین کے درجہ تک پہنچ گیا ہو ہو گیا۔ میں اپنی بے بسی و بے کسی پر نالاں و گریاں دل کی بھڑاس نکال کر ساکت و صامت ہو گیا۔ اور پھر نہیں بولا۔ لیکن جب "ندوۃ القریش" کے قیام کی خبر سنتا ہوں اور اس کے افتتاحی اجلاس کی کارروائی پڑھتا ہوں۔ تو میری تعجب کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ اور غور کرتا ہوں۔ کہ یہ وہی قوم ہے یا کوئی اور۔ اس کا اٹھنا اور ابھرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنا اور یوں تیار ہونا تو خدا کی رحمت سمجھنا چاہئے۔ اگرچہ میری دائم المرضی نے مجھے بے وقت بوڑھا کر دیا ہے۔ لیکن یقین جانئے۔ کہ قوم کو عروج و ارتقا کی منزل پر دیکھنے کی تمنائیں بوڑھی نہیں ہوئیں۔ میں عرض کروں گا۔ کہ آپ اگر اٹھے ہیں۔ تو ہمت و جرأت اور استقلال سے کام کیجئے۔ اور منزل ہزار سخت ہو ہمت نہ ہاریئے پر عمل کرتے ہوئے قدم بڑھاتے چلئے۔ میری ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں۔ امکان بھر میں کوشش کروں گا۔ خدا آپ کے ساتھ ہو۔ والسلام

قاضی فضل الٰہی صاحب تفصیلاً تحریر فرماتے ہیں۔ افسوس رخصت نہ مل سکی۔ اور محترم برادران و بزرگان قوم کے ساتھ تبادلہ خیالات و نیاز کا موقع نہ مل سکا۔ خیال تھا۔ کہ خود حاضر ہو کر چندہ پیش کیا جاتا۔ اب بذریعہ منی آرڈر ارسال خدمت کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی دوسرے موقع پر حاضر ہونے کی کوشش کی جائے گی۔ والسلام

قریشی دلاور علی شاہ صاحب ہاشمی فرخ آباد سے لکھتے ہیں۔ کہ "ندوۃ القریش" کے قیام و استقلال سے قریش کی بیداری کے آثار نمایاں ہیں۔ خدا اس قوم کو بھی زمانہ کی ہوا کے ساتھ ساتھ چلنے کی توفیق عطا کرے۔ استقلال و ہمت سے کام لیجئے۔ قوم آپ کے ساتھ ہے۔

مولانا ناصر الدین صاحب عباسی قلعہ گولکنڈہ سے اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "ندوۃ القریش" کا قیام اور اس پر القریش کی خدمات کا ارتقاء کی عملی کی پیش کش سے اور قاضی نظیر حسین صاحب کے تعلیمی جہاد کا تمغہ کی صورت میں اعتراف بہزار گونہ قابل تعریف و لائق ستائش ہے جس قوم کا سحر سامری زمانہ کے پیہم وار بانے نہ توڑ سکے۔ جس قوم کے لب سکوت فتنہ مراسبیت نہ کھول سکا۔ اس کا اٹھنا اور خدمات کا ان صورتوں میں عملی اعتراف کرنا یقین دلاتا ہے۔ کہ قوم کے دن پھر گئے نحوستیں دور ہو گئیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا ستارہ اقبال پھر منصۂ عروج پر چمکے گا۔ سعی و جہد لگا رہے اور عملی کوشش۔

قریشی انتیاز حسین صاحب اکبر آبادی لکھتے ہیں۔ کہ بحالات موجودہ قریش کو قومی مرکز کی شدید ضرورت تھی۔ بحمد اللہ کہ پوری ہوئی۔ میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ وہ کیسے دل گردہ کے انسان تھے۔ جنہوں نے اس نیک کام کی مخالفت میں دماغ سوزی کو کار ثواب اور باعث نجات سمجھا اور قیام ندوہ میں روڑا اٹکانے کی کوشش کی۔ خیر ایسی کوششیں بار آور نہیں ہوا کرتیں۔ گھبرائیے نہیں کام کیجئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہی کامیابی ہے۔

قاضی غلام محی الدین صاحب انبالوی اپنے ہونہار فرزند عطاء الرحمٰن کی وفات حسرت آیات کے صدمہ سے بیتاب ہیں۔ آپ چاہتے ہیں۔ کہ عزیز مرحوم کی یادگار میں قطرات اشک ایک کتاب کی شکل میں جمع کر دیئے جائیں۔ اور اس طرح دل کا بخار نکالنے کے ساتھ ساتھ مرحوم کی یادگار بھی قائم ہو جائے۔ لہٰذا وہ اہل قلم حضرات سے خواہاں ہیں۔ کہ منظوم و منثور مضامین کی ترسیل سے مشکور فرمائیں۔ اگر کوئی صاحب تاریخ وفات لکھنے کی تکلیف گوارا فرمائیں۔ تو تاریخ وفات ۱۱ محرم الحرام ۱۳۴۹ھ مطابق ۹ جون ۱۹۳۰ء نوٹ کریں۔

محترم قریشی غلام حسن صاحب رئیس ہریہ نے ازراہ قومی حمیت "ندوۃ القریش" کیلئے پانچ روپے کا عطیہ اور دو روپے آٹھ آنہ چندہ ممبری کل سات روپے آٹھ آنے ارسال فرمائے ہیں۔ کارکنان ندوہ اس توجہ فرمائی کے لئے آپ کے بدل مشکور ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

سیرۃ الاولیاءؒ

(از جناب سید ظہور احمد صاحب شاہجہاپوری)

حضرت سدید الدین خدیفہ مرعشیؒ سلسلہ علیہ چشتیہ کے بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جب کسی کو برگزیدہ بناتا ہے تو اُسے اپنی رحمت و مہربانی سے بہترین دل و دماغ اور نیک ترین مزاج عطا کرتا ہے۔ حضرت ممدوح ابتدا ہی سے نہایت نیک منکسر المزاج خلیق اور ان اوصاف کے ساتھ ہی بہت ہی ذہین۔ طباع تھے چنانچہ حضرت نے نو سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ فن تجوید و قرأت میں مہارت حاصل کی حضور کی تلاوتِ قرآن سے ایسا شغف تھا۔ کہ ایک کلام مجید دن میں اور ایک کلام مجید شب میں ختم فرماتے تھے۔

جب آپ تحصیل علوم دین سے فارغ ہوئے۔ اور آپ کا سن شریف سولہ سال تک پہنچا تو قدرت الٰہی سے علم لدنی کے ابواب آپ پر کھلنے لگے۔ اور عالم باطنی کے اسرار منکشف ہونے لگے۔ حضرت نے اس عمر میں تمام دنیوی زینتوں کو ترک کر کے ٹاٹ کا لباس زیب تن فرمایا۔ مخلوق کے ساتھ آمیزش چھوڑ دی۔ اور گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔

اسی حالت میں حضرت خضر علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ راہرو کو ایک رہبر کی ضرورت ہے۔ پس تم حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کی صحبت و ہم نشینی اختیار کرو۔ اس ہدایت سے متاثر ہو کر حضرت خدیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے گوشہ خلوت سے باہر نکلے۔ اور حضرت ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے جونہی آپ کو دیکھا۔ اُٹھ کر بغلگیر ہوئے۔ اور فرمایا کہ اے خدیفہ اطمینان رکھو۔ انشاء اللہ چند روز میں تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ حضرت خدیفہ چھ ماہ تک حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر رہے۔ اور اس اثنا میں صرف چھ بار افطار کیا۔ حضرت سلطان نے جب اس ریاضت و مجاہدہ کیا مشاہدہ کیا۔ تو خوش ہو کر حضرت خدیفہ سے فرمایا۔ کہ اے خدیفہ میں نے جناب باری میں دعا کی ہے۔ تم روز افزوں ترقی کرو گے۔ اور تم کو درویشوں میں بہت جلد رتبہ عالی حاصل ہو گا۔ اس کے بعد حضرت نے وہ خرقہ متبرکہ جو اپنے پیر و مرشد حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا۔ حضرت خدیفہ کو عطا کیا اور خلافت کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ اور حکم دیا کہ خلق خدا کو طریقت و معرفت سکھاؤ۔ اور وہ راستہ اختیار کرو جو ہمارے بزرگوں کا مسلک رہا ہے۔ حضرت خدیفہ نے اس ہدایت کو قبول کر کے عرض کیا کہ حضور کچھ اور نصیحت فرمائیں۔ حضرت سلطان رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ کہ اے خدیفہ تم کو چاہئیے۔ کہ دنیا کو قبول نہ کرو۔ جب کوئی شخص خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ تو دنیا اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ تاکہ اُسے یادِ الٰہی سے باز رکھے تم کو فقر اختیار کرنا چاہئیے۔ کیونکہ فقر و فاقہ ہمارے بزرگوں کا شعار ہے۔ اور اسی کی بدولت انہوں نے قرب الٰہی کی دولت حاصل کی ہے۔

خلافتِ ابراہیمی سے مشرف ہو کر حضرت خدیفہ ریاضت و عبادت میں مشغول ہو گئے۔ آپ ہمیشہ باچشم نم رہتے تھے لوگوں نے عرض کی کہ ہم کبھی آپ کو خوش نہیں دیکھتے۔ آپ کی آنکھیں ہمیشہ پُرآب رہتی ہیں۔ آخر اس گریہ و زاری کا کیا باعث ہے۔ آپ نے فرمایا فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں۔ مجھے خبر نہیں کہ میں کس گروہ میں ہوں۔

حضرت کے زہد و نفس کشی کا یہ عالم تھا۔ کہ تیسرے روز افطار کرتے۔ اور صرف تین لقمے نوش جان فرماتے۔ حضرت کا ارشاد ہے۔ کہ درویش

کی غذا ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے۔ پس ذکر الٰہی جس کی غذا ہو۔ وہ خورد و نوش سے آسودہ نہیں ہو سکتا۔ آپ کا مقولہ ہے۔ کہ فقیر کی جیب۔ یا غذ۔ پیٹ اور دل خالی ہونا چاہیئے۔

حضرت اہل دُنیا سے مجتنب رہتے تھے۔ جب کوئی حاضری کی تمنا ظاہر کرتا تو فرماتے کہ پہلے دُنیا ترک کرو۔ پھر میرے پاس آؤ۔ اہل دنیا میں سے جو لوگ توبہ کرتے اور آپ کے سلسلہ میں شامل ہوتے۔ تو چالیس روز تک اُن سے ملاقات نہیں کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ ہنوز بوئے غنا آتی ہے۔ جب چالیس دن گذر جاتے تو اس توبہ کرنیوالے کو بلاتے اور کہتے کہ آؤ اے ولی اللہ۔ اللہ تعالیٰ کو تم سے محبت ہے کیونکہ وہ فقیروں سے محبت رکھتا ہے

حضرت فضیل بن عیاضؒ اور حضرت خواجہ بایزیدؒ کی زیارت کا شرف حضرت خدیفہ کو حاصل ہوا تھا۔ اور ان دونو بزرگوں نے پیشگوئی کی تھی۔ کہ حضرت خدیفہ اپنے وقت کے درویش کامل ہونگے۔ چنانچہ پیشگوئی بدرجہ کمال پوری ہوئی۔ حضرت کی کرامتیں بے شمار ہیں اور حضرت کے اقوال عرفان و حقائق سے لبریز ہیں آپ نے فقر و سلوک میں متعدد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ ابو ہبیرہ بصری آپ کے خلیفہ ہیں۔

گلدستۂ رنگین

(مرتبہ جناب فیض محمد صاحب فیض لدھیانوی)

جن سے امید وفا تھی وہ ستمگر نکلے	(ماہر)	موم سمجھتے تھے جنہیں جفا وہ پتھر نکلے
ضبط اسے جوش جنوں راز نہ باہر نکلے	(محشر)	نکلے سینے سے تو پھر جان ہی لے کر نکلے
اشک حسرت سے شب و روز بھرے رہتے ہیں	(اعلا)	دیدۂ تر بھی نئے تاب کے ساغر نکلے
روئے روشن کی جو دنیا میں تجلی چمکے	(کرم)	تا قیامت نہ گہن سے مہ خاور نکلے
شام شوال کے آتے ہی چلے دور شراب	(نوح)	چاند کے ساتھ ہلال لب ساغر نکلے
ہجر جاناں میں رہے سر و چراغاں بن کر	(انور)	کس قدر داغ الٰہی میرے دل پہ نکلے
دیکھنا شوئے تقدیر اسے کہتے ہیں	(زاغ)	سیب کھانے کو اٹھاؤں تو چقندر نکلے
منحصر کچھ خس و خاشاک بیاباں پہ نہیں	(قمر)	دل جلے نکلے جدھر آگ لگا کر نکلے
ایک ہی وار چلا کر نہ کہیں رہ جانا	(تپش)	تب مزہ ہے کہ میرا دم تہ خنجر نکلے

کشتِ زعفران

انتقال وعدہ آغوش فراموشی میں حیرت افزا ہے ۔ ادراک تفکر کی گہرائیوں میں گم اور فکر تجسس کی مشکلات سے پریشان ۔ تبلہ! یہ انوکھا فلسفہ اقرار میں نہیں سمجھا ۔

"غائبانہ عنایت" .... کیا خوب
اظہارِ واقعات سے اجتناب حقیقت کا خون کرنا ہے ۔ سمجھے نا ....

لیلائے .... کی شوخیوں کی یہ عریاں نمائش! کیا کسی آوارۂ محل قیس کی دست درازیوں کی تمنا ہے ؟ آخر آپ کی مرضی کیا ہے ؟

آہ وہ گھنٹہ پلیٹ فارم پیمائی کی گئی ۔ ٹرین کا ہر ایک کونہ ڈھونڈ مارا ۔ مگر آپ نہ آئے ۔ ایک محرم الفت کے لئے یہ سزا نہایت ناکافی ہے "اطلاعاً عرض ہے"

آپ کی نازک مزاجی اور کم ظرفی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے .... مگر حضور سمجھے نہیں ۔

یہ خاموشی بے معنی اور یہ چپ بلا سبب آخر اس وجہ یا سماعت مسعود اور ہیں مدہوش ہونے کے لئے بے قرار ....
آپ خاموش کیوں ہیں ؟ "م"

شملہ ۔ ایسوسی ایٹڈ پریس کے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے ۔ کہ انڈین پوسٹ آفس ایکٹ کے ماتحت کوئی چیز جس سے امن و امان اور قانون کیخلاف نیات ہونے کا امکان ہو ۔ ڈیلیور نہ کی جائے گی ۔ اور ضبط کی جائے گی ۔
قسطنطنیہ ۔ ۵ اگست ۔ شہریار امان اللہ خاں والئے افغانستان دفعتہ قسطنطنیہ سے روانہ ہو گئے ہیں ۔ غالباً آپ روما کی طرف گئے ہیں ۔ لیکن یہ خیال کیا جاتا ہے ۔ کہ شہریار کی روانگی کا افغانستان کی صورت حالات سے تعلق ہو سکتا ہے ۔

واقعات و حوادث

بے کاری و بے روزگاری

کانگرس کا ذوق آزادی اور مہاتما گاندھی کا اقدام سول نافرمانی ملک کے سینے بدقسمتوں پریشانیوں اور گوناگوں مصائب کا موجب ہو رہا ہے۔ تجارت کی کساد بازاری نے ذرائع آمدن و وسائل معیشت کچھ اس قدر محدود کر دیئے ہیں۔ کہ ہر ادنے و اعلیٰ۔ تاجر و دکاندار غریب و امیر مفلس و تونگر، مزدور پیشہ دست بکار ہاتھ پر ہاتھ رکھے پریشان حال بیٹھے ہیں۔ کپڑے کے تاجر جن کی پانسو پانسو روپے روزانہ تک کی بکری تھی۔ اور جن کی طفیل سینکڑوں خواندہ و ناخواندہ منشی و مزدور اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی شکم پری کا سامان بہم پہنچاتے تھے۔ نالاں و گریاں ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ بمبئی میں کروڑوں روپے کا مال جس کے دام ولایتی فرموں کو ادا ہو چکے ہیں۔ بیکار پڑا ہے۔ اور کانگرس نے اس کی فروخت تو کجا اسے کھولنے اور ہوا لگانے تک کو بھی منع کر رکھا ہے۔ اور اس طریق سے ہندوستانی زر و مال کو مٹی کھا رہی ہے۔ اور کانگرس کو پروا تک نہیں۔ یہ صحیح ہے۔ کہ ہندوستانی صنعت و حرفت اور ملکی اقتصادیات کو ترقی دینے کی بہت بڑی ضرورت ہے لیکن یہ مسئلہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ جن اشیا کی قیمتیں ادا ہو چکی ہیں۔ اور خریدی جا چکی ہیں۔ ان کا اس طریق پر ممنوع قرار دیا جانا کس مصلحت اور ملکی خیر اندیشی پر مبنی ہے۔ غلہ گیہوں کا نرخ دس سال گذشتہ میں سات آٹھ سیر فی روپے سے کبھی زیادہ نہ ہوا تھا۔ مگر لوگ اس قدر بے اطمینانی اور پریشانی کا اظہار نہ کرتے تھے جس قدر کہ آج پندرہ سولہ سیر فی روپیہ کے حساب سے مل جانے پر کر رہے ہیں۔ جس کی اصل وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ تجارت اور بازار معیشت تنگ ہے۔ آمدن کے وہ ذرائع نہیں رہے۔ اور لوگ حیران ہو رہے ہیں۔ تنورِ شکم کا ایندھن مہیا کرنے کے لئے انسان ہر جائز و ناجائز کام کے لئے مجبور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اکثر حاجت مند کانگرس کی سخت گیر پالیسی اور پکٹنگ وغیرہ سے تنگ آ کر ولایتی کپڑا اور دیگر اشیاء آنکھ بچا کر بیچ رہے ہیں۔ اور کانگرس کو دبی زبان میں برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ یہ صورت ہے ظاہری ہمدردی اور باطنی نفرت کی، اور یہ وہ عیب ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی حالت میں شاہد مقصود ہاتھ نہیں آ سکتا۔ لہٰذا کانگرس اگر اپنے مقصد میں کامیاب ہونا چاہتی ہے۔ تو اسے کوئی لائحہ عمل تجویز کرنا چاہیئے۔ اور عوام کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے ایسے ذرائع عمل میں لائے۔ جو ملک اور اہل ملک کے لئے مفید اور حصول مقصد کے لئے کار آمد ہوں۔ ہنگامی جوش اور کرا بہ کے دست و بازو اور لیلائے مقصود۔ ایں خیال است و محال است و جنون

دلخراش نتائج

مسلمان ہمیشہ جلد بازی اور عدم مآل اندیشی سے کام لیتے ہیں جس کا خمیازہ انہیں نہایت تلخ صورت میں اٹھانا پڑا ہے۔ وہ بلا سوچے سمجھے ایسی تحریکوں میں جو تعلیم اسلام کے منافی ہوں شامل ہو کر اپنے ہاتھوں استخفاف مذہب کا موجب ہوتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کے شریک حال ہو جاتے ہیں۔ جو ملک کے نام پر مسلمانوں کو کچلنے کے لئے ہمہ وقت سرگرم عمل رہتے ہیں۔ اور جیلوں میں جا کر بھی شدھی کے پرچار سے فرزندانِ اسلام کو گمراہی کی طرف لے جانے سے باز نہیں رہتے۔ کانگرس کے

بعض اہلِ فریب کارکنوں کی صحبت سے بعض مسلمانوں کی ذہنیتیں افسوسناک طریق پر تبدیل ہو رہی ہیں۔ اور وہ صراطِ مستقیم سے بھٹک کر بیدینی کی طرف جا رہے ہیں۔ چند روز ہوئے فتح گڑھ سکر چک (امرتسر) کے مقام پر کسی ارشاد علی لاہوری نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایسے کلمات زبان بد لگام سے نکالے جو ایک جاہل سے جاہل مسلمان کی زبان سے بھی نہیں نکل سکتے۔ اس نے کہا "امریکہ والوں نے مہاتما گاندھی کو عیسیٰ تسلیم کر لیا ہے۔ ہمارا ملک بھی انہیں عنقریب اوتار تسلیم کرنے والا ہے۔ مرے ملّٹے تمہیں خراب کر رہے ہیں۔ اور دھوکا دے رہے ہیں۔ مسجدوں میں جانے کا اب وقت نہیں رہا۔ ان مسجدوں کا اب خیال چھوڑ دو۔ اور جو لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھتے ہو۔ اسے چھوڑ دو۔ (نعوذ باللہ) اس کی جگہ لا الٰہ الا اللہ برطانیہ زوال اللہ پڑھا کرو۔ مذہب اسلام کے معنے یہ ہیں کہ تلوار لے کر میدان میں نکل آؤ" یہ وہ بکواس ہے۔ جو ایک کانگرسی مسلمان نے کی۔ اور یہ ہے کانگرسی کافروں کی صحبت کا اثر۔ بعض تعلیم یافتہ مسلمان لیڈر ہیں جو بڑے فخر سے پہلے ہندی اور پیچھے مسلم ہونے کے مدعی ہیں۔ اگر یہی کیفیت ہے تو ہم پوچھتے ہیں۔ کہ ایسی حالت میں مسلمانوں کا رد عمل کیا ہونا چاہئیے کیا اسی برتے پر تم آزادی کے خواہاں ہو؟ یاد رکھو۔

خلاف پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

حضور نظام عالیمقام کی علمی قدردانی

ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کا وظیفہ اعلیحضرت حضور نظام تاجدار دکن نے حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب کا ان کی علمی و ادبی خدمات کے صلہ میں تاحین حیات مقرر فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ حکیم صاحب کو ان کی تصانیف کی قدردانی میں مبلغ پانچ ہزار روپے عطا فرمائے۔ تمام اسلامی دنیا میں ایسی قدردانی اور کسی اسلامی سلطنت کی طرف سے آج تک نہیں

ہوئی۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں پر حضور پر نور کا سایہ ہمیشہ قائم رکھے۔

بیگم صاحبہ بھوپال کا عطیہ

جن لوگوں کو سرحد کے ناخوشگوار حوادث میں نقصان پہنچا ہے۔ اس کی امداد کے لئے نواب بھوپال کی بیگم صاحبہ نے پچیس ہزار روپیہ جیب خاص سے عطا کیا ہے۔ اس عطیہ کے متعلق جو تار آپ نے صوبہ سرحد کے چیف کمشنر مسٹر ایس ای پریس کو دیا ہے۔ اس میں بیگم صاحبہ لکھتی ہیں دختر سرحد ہونے کی حیثیت سے میں ان مصیبت زدوں کی امداد کرنا چاہتی ہوں جن کی نسبت میرا اور نواب صاحب کا یہ دعوےٰ ہے کہ وہ ہمارے بھائی بند ہیں۔

قانون انتقال اراضی میں ترمیم

پنجاب کونسل کے آئندہ اجلاس میں خان بہادر میاں محمد حیات صاحب قریشی اور سید محمد حسین صاحب نے ایک قرارداد کا نوٹس دیا ہے۔ کہ حکومت سے سفارش کی جائے۔ کہ قانونِ انتقال اراضی پنجاب میں ترمیم کرے جس کی رو سے کوئی عدالت یا کسی قسم کا عہدیدار زراعت پیشہ اقوام کے کسی فرد کی اراضی کے انتقال کی ہدایت نہ کر سکے۔ باستثناء اجارہ جس کی قانون مذکور کی رو سے اجازت ہے۔ اور اس اجارہ کی میعاد میں بھی بیس سال کی توسیع کی جائے۔

دلچسپ پیشگوئی

ضلع دہرہ دون کے ایک مشہور و معروف نجومی نے پیش گوئی کی ہے کہ مہاتما گاندھی اور تمام سیاسی قیدی ۲۷ ستمبر یا اس کے قریب کسی تاریخ کو رہا کر دیئے جائیں گے۔ اور وہ گول میز کانفرنس کی کارروائی میں ممتاز حصہ لیں گے۔ پریس آرڈی ننس منسوخ ہو گا اور ہندوستان کو مستعمراتی درجہ مل جائے گا۔

تباہیاں

اطالیہ میں ہولناک زلزلہ کی وجہ سے ۲۵ گاؤں مع لبستیاں تباہ

اور ۱۸۸۳ انسان ہلاک ہوئے۔ دریائے اٹک کی طغیانی کی وجہ سے خنکار پور تباہ و برباد ہوگیا۔ اور ہزاروں جانیں تلف ہوئیں۔ وادئے اٹک جو پارک شارک کا ایک حصہ ہے۔ لگاتار بارش کی وجہ سے بے حد نقصان ہوا کراچی میں طوفان نوح کی طرح سیلاب آیا۔ اور سخت تباہی ہوئی نیویارک میں گرم لو چلنے کی وجہ سے ۶۲ جانیں ضائع ہوئیں۔ یہ قہر الٰہی کی نشانیاں ہیں اور ہمارے اعمال کا نتیجہ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

دشمن رسوم کی رسوم نوازی

پچھلے دنوں امرتسر میں ایک منتظم برادری مصلح رسوم کے صاحبزادہ کی شادی کی تقریب عمل میں آئی۔ آپ نے حد شرع سے بال بھر ادھر اُدھر ہونا گوارا نہیں کیا۔ اور جملہ رسوم مروجہ کو بالائے طاق رکھکر نہایت احتیاط کے ساتھ تین ہزار کا مہر مؤجل ہزار کا زیور پچیس روپے جیب خرچ اور نصف جائیداد اور آزادی کی سند دلہن کے نام لکھدی۔ اگر اس پر بھی کوئی معترض اعتراض کرے۔ تو اُسے یاد رہنا چاہیے کہ مطالبہ ہو جائے گا۔

ہندوستان کا نام بدل دینا پڑیگا

اہل اسلام کی عالم گیر ترقی کا موجب معترضین تلوار قرار دیتے ہیں۔ اور ہندی طبائع اب تک اسی پر اڑی ہوئی ہیں۔ لیکن جنہیں مطالعہ مذاہب کا شوق اور تلاش صداقت کا ذوق ہے۔ وہ حقیقت کی کھوج میں لگے ہوئے ایک مبصر کی حیثیت میں تاریخ کی ورق گردانی سے واقعات کی شہادت حاصل کرنے کے لیے۔ سعی و کوشش کرکے صحیح نتیجہ کا اخذ کرلیتے ہیں۔ چنانچہ لالہ دیوان چند بی۔ اے۔ ایل ایل بی۔ وکیل قصور نے اپنی گہری مطالعہ کے بعد اس راز کو پالیا ہے۔ کہ اسلام کی ترقی کا اصل سبب اُس کی صداقت اور مساوات ہمدردانہ ہے۔ چنانچہ آپ اخبار "ہند" مطبوعہ ۱۹ جولائی میں اپنے خیالات کا یوں اظہار کرتے ہیں۔ کہ:-

"اسلام کے پھیلاؤ کا کارن اس کا سادہ کم خرچ اور غریبوں کے لئے مفید اور دلکش سوشل سسٹم ہے۔ اسلامی حکومت کے دوران میں مسلمانوں کی تعداد مقابلتاً بہت کم تھی۔ مگر ہندوؤں کے مظالم اور اسلامک سوشل سسٹم کی سادگی اور سب کے لئے مفید ہونے کے کارن سے گذشتہ سو سال میں مسلمانوں کی ترقی حیرت انگیز ہوئی ہے۔ اور جو پولیٹیکل نتائج اس سے برآمد ہوتے ہیں۔ اُس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اگر ہندوؤں نے اپنے سوشل قوانین، رواجات اور رسومات کو مساوات سادگی اور کم خرچی کی طرف مبذول نہ کیا۔ تو چند صدیوں میں ہندوستان کا نام بدل دینا پڑے گا" کیا اب بھی بے بصیرت معترضین یہی رٹ لگاتے رہیں گے۔ کہ اشاعت اسلام میں تلوار کو بھی کوئی دخل ہے۔

گرفتاری و رہائی

القریش کے معاون اور ہمارے مہربان ڈاکٹر محبوب عالم صاحب سکرٹری کانگرس کمیٹی لدھیانہ ۲۸ جولائی کو چودہ دیگر کارکنان کانگرس کے ساتھ گرفتار کئے گئے۔ معززین شہر و وکلا کے مجبور کرنے پر گرفتار شدگان نے ضمانتیں داخل کردیں۔ اس پر وہ رہا کر دیئے گئے۔ معلوم ہوا ہے کہ اب مقدمہ چلایا جائیگا۔ خدائے تبارک و تعالیٰ اپنا فضل و کرم شامل حال رکھے۔ آمین

والیٔ بہاولپور کی سالگرہ

کی تقریب پچھلے دنوں نہایت دھوم دھام سے منائی گئی۔ تمام قلمرو کے رؤسا شریک ہوئے۔ اپنے مہربان فرمانروا پر عقیدت کے پھول نچھاور کئے گئے سرکار عالی کی طرف سے انعام و اکرام تقسیم کیا گیا اور غریبوں و مسکینوں کو کھانا کھلانے کے علاوہ مناسب شاہانہ مدد دی گئی۔

عرضِ حسرت

از نتیجہ افکار حضرت ساحل بگرامی

فروغِ عرفاں جھلک دکھا پھر چمک کے کشفِ حجاب کردے
پھر آنکھ کو نور معرفت دے چراغ کو آفتاب کردے

ستاروں کی طرح ڈوبیں آنکھیں جو کم ہو اس دل کی بیقراری
کسے یہ خواہش ہے حشر ڈھادے نظام شمسی خراب کردے

ازل میں اک سمت دردِ غم ہے اور ایک جانب ہے عیش و عشرت
مجھے مبارک ہے ان میں سے کیا خدا تو ہی انتخاب کردے

بھلا دے الفاظ عرضِ حسرت سلا دے موسے کی طرح مجھ کو
دکھا دے پھر جلوہ حقیقت خیال دنیا کو خواب کردے

چھلکا دے ساقی مئے بقا سے بہت چھلکتے ہیں دل کے چھالے
یہ چند انگور رہ گئے ہیں انہیں بھی غرق شراب کردے

تعمیرِ نو

(نتیجہ فکر حضرت راز رام پوری)

اپنا بدل مذاق تو ہو گا جہاں نیا
ورنہ زمیں نئی ہے نہ ہے آسماں نیا

تیری خرابیوں میں ہے تعمیر نو کا راز
منشا ہے برق کا کہ بنے آشیاں نیا

محروم گل ہے دامنِ گلچینِ نو مذاق
ورنہ نیا ہے باغ، نہ ہے باغباں نیا

اپنی روش بدل جو بدلنا ہے دہر کو
جب تک نہ تو نیا ہو نہ ہوگا جہاں نیا

گو بجلیوں نے گھر ترا برباد کر دیا
لیکن بنا تو سکتا ہے راز آشیاں نیا

اَقوالِ فریدیؒ

(از جناب محمود صاحب بریلوی)

اقوال زریں حضور خواجہ بابا فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ

(۱) اپنا اگر کام لوگوں کی سرد باتوں سے ترک نہ کرنا چاہیے ۔

(۲) نامرادی کا دن مردوں کی شب معراج ہے ۔

(۳) نیک سار رہنے کی خواہش کمزوری کی علامت ہے ۔

(۴) جیسا تو ہے ویسا ہی لوگوں کو دکھا ۔ ورنہ اصلیت خود بخود کھل جائیگی ۔

(۵) احمق کو زندہ مت سمجھ ۔

(۶) وہ چیز فروخت نہ کر جو خریدی نہ جاتی ہو ۔

(۷) ہر کسی کی روٹی نہ کھا ۔ مگر ہر شخص کو اپنی روٹی کھلا ۔

(۸) گناہ پر فخر نہ کر ۔

(۹) آزمائش کے پیچھے نہ پڑ ۔

(۱۰) نیکی کی کوشش کو جاری رکھ ۔

(۱۱) جو تجھ سے ڈرتا ہے ۔ اس سے ہر وقت ہوشیار رہ کر

(۱۲) وعدہ غدار راستی ترک کرے ۔

(۱۳) جاہل منانا وطن سے پرہیز کر ۔

(۱۴) اندرونی حالت کو بیرونی سے اچھا رکھ ۔

(۱۵) اہل دولت کے پاس بیٹھ تو دین کو نہ بھول ۔

(۱۶) ذلت کا کوئی بدلہ نہیں ہے ۔

(۱۷) تحصیل علم و ہنر میں ذلت نہ دیکھ ۔

(۱۸) دشمن کی دشمنی اس سے مشورہ کرنے سے ٹوٹ جاتی ہے ۔

(۱۹) کوئی مصیبت خدا کی طرف سے آئے تو ہراساں نہ ہو ۔

(۲۰) اپنے دشمنوں کو حتی المقدور خوش رکھ ۔

ندوۃ القریش

جن مقاصد عظیمہ کو لیکر اٹھا ہے ۔ اور جس پیمانہ پر وہ کام کرنا چاہتا ہے ۔ اس کیلئے انتہائی مساعی اور انتہائی کوششیں بکار ہیں یہی وجہ ہے کہ شبانہ روز کام کرنے کے باوجود ابھی تک کارکنان "ندوہ" اپنے کام کا راستہ صاف نہیں کر سکے ۔ وہ چاہتے ہیں کہ ملک کے گوشہ گوشہ میں اسکے معاون ہمدرد اور ہمنوا ہوں ۔ اسکی آواز عالمگیر آواز ہو ۔ اور اس کا صدا قوم کو بیدار کرنے اور شاہراہ عمل پر لانے میں صدائے صور سے کم نہ ہو بہی خواہان قوم یہ سنکر خوش ہوں گے ۔ کہ صوبہ پنجاب اور صوبہ دہلی کے بعد صوبہ بہار کی طرف سے بھی مولانا سید شرف الدین صاحب رئیس اعظم نے "ندوۃ القریش" کا مربی و سرپرست ہونا منظور کر لیا ہے ۔ آپ اپنے صوبہ کے قریشی بھائیوں کو ہم آہنگ کریں گے ۔ ندوہ کے ممبر بنائیں گے ۔ اور خود ہی چندہ بھی وصول کریں گے ۔ خدا کا شکر ہے ۔ کہ ندوہ کی امداد و حمایت میں مقتدر قریشی برادران خاص توجہ سے کام لے رہے ہیں ۔ جس سے کارکنان کے حوصلے بلند و بالا ہو رہے ہیں منشی قریشی عبدالعزیز صاحب سب انسپکٹر پولیس جس طریق پر کام کر رہے ہیں ۔ وہ بے حد حوصلہ افزا ہے ۔ آپ نے "تحفہ قریشی کی پیشکش" کی مد میں پانچ روپے ارسال کئے ہیں ۔ اور زر چندہ علاوہ ازیں ۔ اسی طرح مسٹر احمد اللہ صاحب و دیگر احباب نے توجہ فرمائی ہے ۔ مفصل کارروائی آئندہ شائع ہوگی ۔ خدا ان احباب کو جزائے خیر دے ۔ آمین ثم آمین

جنرل سیکرٹری ندوۃ القریش امرتسر

ہوالمعین

قولہ تعالیٰ

إنا خلقناكم من ذكر وأنثى وجعلناكم شعوبا وقبائل لتعارفوا إن أكرمكم عند الله أتقاكم

تمہیں پیدا کیا گیا ایک مرد اور ایک عورت سے اور قبیلے اور کنبے بنائے گئے کہ تم پہچانے جاؤ اللہ کے نزدیک بڑا وہی جو متقی ہے

بفرمانِ عالی نشان سلطان العلوم ہز اگزالٹیڈ ہائینس اعلیحضرت تاجدارِ دکن خلداللہ ملکہٗ مدارس محروسہ کے نام جاری ہے

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۰ء
قیمت سالانہ تین روپے
جلد ۱۶ نمبر ۷
(تاریخ اشاعت ہر انگریزی مہینہ کی سترہ)

بارگاہِ ایزدی میں

تموّج خیز ہو یارب سمندر تیری رحمت کا
کہ دریا بہ رہا ہے میری آنکھوں سے ندامت کا

فضائے گلشنِ عالم میں برقِ کفر رخشاں ہے
پتہ ملتا نہیں کاشانۂ نورِ صداقت کا

وقارِ ملتِ بیضا کے حامی اُٹھ گئے جب سے
دریدہ ہے گریباں بزمِ ویراں میں شریعت کا

فروزاں ہے صنمخانوں میں شمع لمسے کافوری
تسلط ہے ادھر مسجد پہ ویرانی کا ظلمت کا

لحد میں روح خالد بھی تڑپ اٹھی ہے غیرت سے
تماشا دیکھ کر تیرے مسلمانوں کی ذِلت کا

کرم کر کیونکہ شیدائے امیرُ المومنیں ہے تو
ترا منشا ہے، منشا حضرتِ احمدؐ کی امت کا

میری آنکھوں میں شعلہ ہائے نورِ معرفت بھر دے
میرے سینہ کو گہوارہ بنا دے جوشِ غیرت کا

میری آواز سے تجدید آہنگِ بلالی ہو،
مری کوشش سے رخشاں ہو ستارہ بختِ ملت کا

مجھے زورِ علیؓ، ایمان فاروقیؓ عطا کر دے
مجھے ڈوبی ہوئی کشتی کا یارب ناخدا کر دے

عبدالحمید اختر

شذرات

اس اشاعت میں کسی دوسری جگہ ایک تصفیہ کی بنا پر "فیصلہ ثالثی" کے عنوان سے ایک فیصلہ شائع ہوتا ہے، قضیہ نامرضیہ کے غیر مربوط تسلسل اور اس کی صداقت سوز کیفیت سے ناظرین القریش سوائے اس کے کہ جولائی سنہ ۳۱ء کی اشاعت میں "بہتان عظیم" کے تحت ایک مبہم سی عبارت ان کی نظر سے گذری ہو قطعی ناآشنا ہیں اور یہ فیصلہ جس کا اندراج ہمارے لئے بیحد ضروری اور لازمی قرار دیا گیا ہے اپنے مطالب و معانی سے اس وقت بہرہ ور نہیں کر سکے گا۔ جب تک کہ اس کے محل نزول اور علل وقوع پر ہلکی سی روشنی نہ ڈالدی جائے، چنانچہ سطور ذیل "تمہیداً" لکھدی گئی ہیں اور ہمارے خیال میں تمہید حقیقت کے لئے یہی کافی ہونگی، انشاءاللہ۔

منتشر اجزائے قریش کی شیرازہ بندی اور ضروریات قومی کی انجام دہی کے لئے چند دردمندان قوم کی سعی و کوشش سے سنہ ۱۱ء میں ایک انجمن کا وجود کتم عدم سے عالم شہود میں آیا۔ واقعات کی سبک رفتاری سے حالات اگرچہ ناموافق رہے لیکن کام جاری رہا۔ سنہ ۲۲ء تک کے درمیانی عرصہ میں انجمن مذکور کے دور حیات میں کئی انقلاب اور تواتر روبدلی میں کئی مدو جزر ہوئے لیکن نام زندہ رکھنے کی کوششیں جاری و ساری رہیں۔ اگرچہ اس میں قومی مفاد کا پہلو ہی کبھی کبھی نکل آتا رہا۔

سنہ ۱۹۲۳ء سے ایک نئے دور کا آغاز ہوا اور دفعتہً ولبستہً کچھ ایسا تغیر رونما ہوا کہ اتفاق کی بجگہ نفاق نے لیلیٰ عناد نے اتحاد پر یورش کردی اور بغض و عناد کا تفرقہ انگیز دور شروع ہوگیا۔ اکثر ممبران باول ناخواستہ علیحدہ ہوگئے اور چند اس تفریق پر فتح و نصرت کا طبل بجاتے ہوئے کامیابی کا صور پھونکنے لگے،

کامران مشائخ کی اس مختصر جماعت نے جبر و تعدی کا سکہ رواں کر دیا۔ تفریق کی حد فاصل وسیع ہوگئی۔ محبت و مودت اور اخوت و یگانگت کی کڑیاں ٹوٹ گئیں، نفرت و حقارت کی تخم ریزی ہوگئی، انتقام کے نقشے چلنے لگے۔ قوم کو منظم کرنیوالے خود منتشر و پراگندہ ہوگئے اور مقصود بالذات فوت ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

سینوں میں کینوں کی آگ کم و بیش تین سال تک دہکتی رہی۔ لیکن کبھی اسے اخوت و رواداری کے پانی سے ٹھنڈا کرنے کی کوشش نہ کیگئی۔ آخر چنگاریاں پھوٹنے لگیں اور سنہ ۱۹۲۹ء میں یہ آگ پورے زور کے ساتھ مشتعل ہوگئی۔ "انجمن کا مقصد وتیرہ روپیہ" کی شکل میں رخت صبر و قرار خاکستر بنانے کے لئے ایک شعلہ اٹھا اور تحمل و برداشت کے خرمن پر برق آسا پھر گیا۔ منصوبہ کی تکمیل اور "ندوۃ القریش" کی سکیم جو انہی ایام میں ترتیب پاکر معرض عمل میں آچکی تھی کو فنا کرنے کے لئے ایک مقامی جدید الشیوع رسالہ کو آلہ کار بناکر قلم کو عنن کے بہتان عظیم کو مشتہر کرنے کیلئے اس قدر بے باکانہ آزاد کر دیا گیا۔ کہ اسے اعتدال پر لانے اور روکنے کیلئے در عدل و انصاف کھٹکھٹانیکی ضرورت لاحق ہوئی، نتیجہ یہ ہوا کہ مقدمہ بازی شروع ہوگئی اور اہی مقدمہ

کا یہ ثالثانہ فیصلہ ہے جسے ثالث صاحبان کی قرارداد کے مطابق بغیر کسی حاشیہ آرائی کے شائع کر دیا گیا ہے۔ فیصلہ ملاحظہ کرتے وقت جولائی کے "القریش" میں "واقعات و حوادث" کے تحت بیان عظیم بہ نگاہ تعمق دیکھیے اور غور و خوض کے بعد صداقت کی داد فرمائیے۔

عروج و ارتقاء اسباب و ذرائع کے بغیر اور اسباب و ذرائع کا حصول متفقہ سعی و جہد کے سوا اور یہ تنظیم کلیہ کے بغیر دشوار بلکہ ناممکن قرار پا چکا ہے۔ قریش نے اپنے مشاغل جزوی میں ضروریات کلیہ کی پروا نہ کی تو شیرازہ بکھر گیا۔ شرافتِ قومی عظمتِ نسبی اور عزتِ ذاتی خاک میں مل گئی اور اغیار نے پچھاڑنا شروع کر دیا۔ روندے گئے۔ پریشانی و ابتلا کا دور شروع ہوا اور پھر اٹھنے اور ترقی کی راہ پر قدم بڑھانے کے قابل نہ رہے۔ اقوام عالم کی مساعی جمیلہ پر غور کیجئے اور اپنی حالت کو دیکھو، کوئی قوم آج اس بیکسی اور بے بسی میں نہ پائی جائیگی جس میں قریش ہے۔ خدانخواستہ اگر چند سے اور یہی تغافل و تساہل سے کام لیا جاتا تو اس بات کا اندازہ کرنا بہت دشوار ہے کہ مستقبل قریب میں کیا حالت ہوتی۔ خدا کا شکر ہے کہ پھر بھی بروقت احساس زیاں ہوا۔ "حافظ نسب رسول" قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی نے مراسیت کے ادعائے باطلہ کی تکذیب و تردید سے ایک عظیم الشان قومی خدمت انجام دینے کے ساتھ ساتھ قوم میں بیداری کی روح پھونک دی۔ مولانا مسعود فرید احمد صاحب عباسی نے "ندوۃ القریش" کے قیام و استقلال میں قابل پرستائش جرأت و ثبات قدمی سے کام لیکر دردمندان قوم کے حوصلے بڑھائے۔ بحمد اللہ کہ اس طریق سے نحوست و جمود کا دور ختم ہوا۔ قوم کا مرکز قائم ہو گیا اور وہ اجزائے منتشرہ کو سلک یگانگت میں منسلک کرنیکے لئے سعی موفور عمل میں لا رہا ہے۔ اس مرکز یعنے "ندوۃ القریش" کا صدر مقام امرتسر قرار پا چکا ہے۔ قوم کے قابل فخر ہونہار نوجوان مسٹر بشیر احمد شمسی بی۔ اے اس کے آنریری جنرل سکرٹری اور حکیم شہاب الدین مدیر بلاغ و مسٹر محمد لطیف ریلوے انگلش کلرک معاون سکرٹری ہیں۔ کام قابل تعریف طریق پر چل رہا ہے۔ قوم کیطرف سے حوصلہ افزائی ہو رہی ہے۔ ممبران کی فہرست میں رئیس، تاجر، ای۔ اے سی۔ بیرسٹر۔ وکیل۔ ٹھیکیدار لینڈ ہولڈر۔ خطاب یافتہ، اور حکیم و ڈاکٹر صاحبان کے اسمائے گرامی دیکھ کر ندوہ کے خوش آئند مستقبل پر بے ساختہ کہدینا پڑتا ہے، کہ سال دو سال میں یہ پودہ سرسبز و شاداب ہو کر ثمر شیریں لائے گا اور قوم کی تمام واماندگیاں دور کرنے کا موجب ہوگا اور یہ معلوم کرکے کہ سال آئندہ کے اجلاس عام کی دعوت ایک درجن سے زیادہ مقام کے زندہ دل قریشی حضرات کی طرف سے موصول ہوئی ہے "ندوہ" کی کامیابی کا یقین ہو جاتا ہے اور بلا تامل کہا جا سکتا ہے کہ قوم کو فی الحقیقت قومی مرکز کی ضرورت تھی جو "ندوۃ القریش" نے پوری کر دی۔ اب توہمات خصوصی بیکار ہیں لہٰذا اگر آپ ابتک اس کے ممبر نہیں ہوئے تو اب توجہ فرمائیے اور برادری کے اصلاحی امور میں حصہ لیکر کارپردازان ندوہ کے حوصلے بڑھائیے۔ وباللہ التوفیق!

مراسیت کے کھنڈرات میں شوقِ قریشیت کی آگ پنہاں ہے اور کہیں کہیں سے ہنوز دھواں اٹھ رہا ہے۔ ممکن ہے کہ

۱۹۴۱ء کے اوائل میں جبکہ مردم شماری کا کام شروع ہو یہ آگ بھڑک اٹھے اور یہ لوگ کینچلی بدلنے کے لئے کوئی کوشش کریں۔ چونکہ صوبہ پنجاب کے حاکم اعلیٰ کیطرف سے انہیں صاف اور واضح الفاظ میں جواب مل چکا ہے کہ تم قریشی نہیں بن سکتے اور تمہاری قومیت تبدیل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے وہ اس موقع سے ناجائز فائدہ اٹھانے کیلئے اپنے آپ کو "قریشی" لکھوائیں۔ لہٰذا جملہ قریشی حضرات کا فرض ہے کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں کہ ان کے علاقہ میں کہاں کہاں کے اور کون کون سے مراسی اپنے آپ کو قریشی مشہور کر رہے ہیں۔ تاکہ ان کے متعلق کوئی خاص کوشش عمل میں لائی جائے۔ "ندوۃ القریش" کی طرف سے حکومت پنجاب کی خدمت میں ایک یادداشت رزولیوشن کی صورت میں پیش کر دی گئی ہے کہ وہ اضلاع پنجاب کے ڈپٹی کمشنران کو بذریعہ سرکلر ہدایت کر دے کہ وہ اپنے اپنے ضلع کے افسران متعینہ مردم شماری کو مطلع کر دیں۔ کہ بوقت مردم شماری اندراج قومیت میں خاص امتیاز روا رکھیں اور مراسیوں کو قریشی نہ لکھیں۔ ہمیں امید ہے کہ حکومت پنجاب ہماری اس واجبی درخواست کو درخور اعتنا سمجھ کر اس پر مناسب کارروائی کرکے قوم قریش کو شکر گذاری کا موقع دیگی،

کہنے کو تو کانگرس میں مولانا آزاد بھی شامل ہیں اور مسٹر ظفر علی خاں بھی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری بھی شریک جدوجہد ہیں اور تصدق احمد شیروانی بھی، مفتی کفایت اللہ بھی تلاش سوراج میں سرگرداں ہیں اور ڈاکٹر انصاری بھی، لیکن انکی قدر و قیمت یہ ہے کہ گفتگوئے صلح کے وقت انہیں قطعی عضو معطل سمجھا گیا۔ انہیں خالی الذہن تصور کرکے ان کی رائے کی بالکل پروا نہ کیگئی، عقدہ کشائی کے قابل صرف پنڈتوں کے ناخن تدبیر ہی موزوں تر سمجھے گئے اور بس، اگر یہی کیفیت ہے اور ان مسلمانوں کی کانگرس کی بارگاہ میں یہی حیثیت ہے تو لاریب یہ مسلمانوں کے نمائندے کہلانے کے مستحق نہیں۔ اور ہمیں ان مسلمانوں کی حماقت پر افسوس ہے،

ہندو کانگرسی قوم پر فدا اور قومی حقوق کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینے کو تیار ہیں۔ لیکن یہ بھولے لوگ طمع و لالچ اور حرص و آز کے بندے ہیں۔ کانگرسی ساحروں نے روپہلی جادوگری سے انکی زبانیں گنگ کر دی ہیں، ان کے دلوں پر چپی کا منتر پڑھ دیا ہے اور جس قیمت پر وہ ہاتھ آئے خرید لئے گئے ہیں، یہ بات اب پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ مولانا آزاد دو ہزار، ظفر علیخاں پانسو اور علی بہادر صرف پچاس روپے ماہوار کانگرس کے ہاتھ بک چکے ہیں اور انکا قوم کے نفع و نقصان پر غور کرنیوالا دماغ رہن ہو چکا ہے۔ کیا مسلمانوں کو انہی نمائندوں اور رہنماؤں پر توقع ہے کہ وہ ان کا حق نیابت ادا کریں گے اور گاڑھے وقت کام آئیں گے، فاعتبروا یا اولی الابصار،

واقعات مذکورہ پر غور کرنیوالے دماغ اور حالات پیش آمدہ پر مبصرانہ نظر ڈالنے والی آنکھیں بلاخوف تردید کہہ رہی ہیں کہ کانگرس کا وجود مسلمانوں کے لئے ایک سراب، ایک دھوکہ اور ایک بلائے بے درمان ہے، سادہ لوح مسلمان ان حیلہ گروں کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر ناحق اپنی زندگی تباہ و برباد کر رہے ہیں، اور دو گھڑی کی واہ واہ کے لئے جیلوں میں جانا پسند کرکے اپنی اور اپنے بال بچوں

کی پریشانی کا موجب ہو رہے ہیں، انہیں ان حالات سے سبق لینا چاہیئے اور متوقع ہے کہ وہ عقل و خرد سے کام لیکر اپنی غلط روش کی اصلاح کریں، اور آئندہ عمداً ان لوگوں کے نقش قدم چلنے کی کوشش نہ کریں جو ذاتی اغراض کے لئے ملت فروشی کر رہے ہیں، خدا ہدایت دے۔

فیصلہ ثالثی" کے مطالعہ کے بعد حکیم شہاب الدین صاحب سابق سکرٹری استقبالیہ کمیٹی انجمن قریشیان کا رجسٹرڈ نوٹس جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے بھی ملاحظہ کے قابل ہے، فیصلہ مذکور کے تیسرے روز ہی بعد یہ نوٹس ہمیں موصول ہو گیا تھا، سردست اس پر ہم اپنی طرف سے کسی کمی بیشی کی ضرورت نہیں سمجھتے،

بخدمت جناب قریشی محمد علی صاحب ردنق مدیر رسالہ القریش امرتسر، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ فروری ۱۹۳۸ء میں مبلغ پچاس روپے جو میں نے استقبالیہ کمیٹی میں خرچ کرنیکے لئے حاصل کئے تھے۔ آپ کے پاس بعد امانت رکھے۔ جن میں سے پچیس روپے ایک آنہ آپ سے واپس لیکر خرچ کر لئے اور ایک آنہ کم چوبیس روپے آج تک آپ کے پاس بطور امانت جمع ہیں بتاریخ ۲۲ کو آپ کے مقدمہ بنام قاضی عنایت علی صاحب میں ثالثان نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ ایک آنہ کم چوبیس روپے انجمن قریشیان ہند میں داخل کرو، چونکہ یہ رقم میری بمد امانت آپکے پاس ہے اس کی وصولی کا حق سوائے میرے کسی کو نہیں اس لئے بذریعہ نوٹس ہذا مطلع کرتا ہوں کہ یہ رقم انجمن قریشیان ہند کو ادا نہ کریں ورنہ مجھے بذریعہ عدالت چارہ جوئی کرنی ہو گی۔ (دستخط) حکیم شہاب الدین، امرتسر، ۲۶ اگست ۱۹۳۸ء

"زمیندار" کے "نکات" اور "انقلاب" کے "افکار و حوادث" میں کبھی کبھی جدید الشیوخ مولویوں اور پیروں کے متعلق کچھ ایسے حالات و کوائف کا انکشاف ہوتا ہے کہ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے اور یقین نہیں آتا کہ مولویت کے بہروپ میں اس قسم کی کہیلیں کہیلی جاتی ہوں۔ لیکن ہمیں یہ دیکھکر کہ ریش دراز حضرت پر جب سے مولویت کا رنگ چڑھا ہے حق العباد کے پیچھے وہ لاٹھی لئے پھرتا ہے، آپکی بارگاہ میں بیٹے کنبہ پروریوں کو اعزا و اقارب پر فوقیت اور غاشیہ برداروں کو شریف الطبع والدین پر فضیلت حاصل ہے، لیکن مریدان باصفا کے حلقہ میں جب شان الوہیت سے براجمان ہوتے ہیں تو آپکی پند و نصائح اور وعظ و کلام سے ناصحان دہر و عالمان زمانہ لرزہ براندام ہوتے ہیں، اور جب مراقبہ میں بیٹھتے ہیں تو جا نماز تار تار ہو جاتا ہے اور دانہ ہائے تسبیح پناہ مانگتے ہیں خیر سے آپنے درس و تدریس کا شغل بھی کر رکھا ہے اس لئے شاگردان رشید کا سلسلہ بھی لامتناہی ہے۔ مولوی صاحب خود میاں فضیحت کے مصداق بن رہے ہیں، انہیں اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے تعلیم اسلام کے تحت پہلے اپنے حالات کی اصلاح پر متوجہ ہونا چاہیئے، امید ہے کہ تفصیلی تذکرہ کی ضرورت پیش نہ آئیگی،

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

قوتِ بازو

شومئ تقدیر سے میں چاہِ غم میں گر پڑا   اور محو شکوہ سنجی وحشتِ دل سے ہوا
بے کسی سے تنگ آکر مائلِ یاراں ہوا   ہاں مگر اس جستجو میں مفت سرگرداں ہوا
شرمسار احباب تھے اور آشنا سب تھے اداس   دے رہے تھے مشورے لیکن یہ دل میں تھا ہراس
تاکہیں ان سے نہ ہولیں سیم و زر کا خواستگار   یہ تخیل ان کے دل میں آرہا تھا بار بار

میں نے تب سوچا کہ ان کی آرزو بیجا ہی کیا   خود غرض بے لوث ہیں یہ کب ہیں درد آشنا
جو مرا غمخوار ہے اور جو مرا تیماردار   چارہ گر ہے جو مرا اور جو رفیقِ جاں نثار
اعتماد ابنائے عالم پر نہ کرنا چاہیے   ریگ پر تعمیر ہرگز گھر نہ کرنا چاہیے
اعتماد اب سے رکھونگا صرف اللہ پہ میں   اعتماد اب سے کرونگا "قوتِ بازو" پہ میں

اس ارادے میں بنایا اپنے کو جب استوار   تب ہوا مجھ پر نزولِ رحمتِ پروردگار
از سرِ نو ہمتِ مرحوم زندہ ہو گئی   جگمگی تدبیر کی، تقدیر روٹھی ہی رہی
جب مری روٹھی ہوئی تقدیر مجھ سے من گئی   تب مری ناگفتہ بہ حالت بھی بہتر ہو گئی
خود غرض احباب کی محفل میں آمد ہو گئی   دوست کچھ ایسے بھی آئے جو نہ آتے تھے کبھی
جی میں آتا ہے کہ جا کر ان سے کہدوں آج میں   آپ جیسے دوستوں کا اب نہیں محتاج میں
"نجم" کافی ہے مدد کو "قوتِ بازو" مجھے   یہ سلامت ہے تو دنیا میں مجھے کیا چاہیے

دوست وہ ہے جسکو ہر دم دوستی کا پاس ہو   شادماں ہو دوست اس کا یا اسیرِ یاس ہو
"قوتِ بازو" سے بڑھ کر کوئی نعمت ہی نہیں   یہ ہے وہ گوہر کہ جس کی کوئی قیمت ہی نہیں

نجم ندوی

ترجمہ "گڈ رائٹ ہینڈ" از کوپر

نازک اندامانِ کالج سے

مانگ لی نسوانیت سے تم نے ہر شیریں ادا
مرحبا اے نازک اندامانِ کالج مرحبا

جنگ سر پر اور یہ محبوبیت چھائی ہوئی
ناز سے نیچی نگاہیں چال اٹھلائی ہوئی

انکھڑیوں میں عشوۂ ترکانہ در کھولے ہوئے
سینٹ کی خوشبو میں روحِ ناز پر تولے ہوئے

خال و خد سے جذبہائے صنفِ نازک آشکار
کرزنی چہروں پہ زن بننے کے ارماں بےقرار

نازکی مقتضی پتلی چھڑی باندھے ہوئے
شوقِ کنگن کا کلائی پر گھڑی باندھے ہوئے

پاؤں رکھتے ہو وہم گلگشت کس کس ناز سے
اے میں قرباں رن میں نکلو گے اسی انداز سے

دیرے توپوں کے منہ کھولے ہوئے ہے روزگار
سینۂ گیتی میں ہے جس کی دھمک سے خلفشار

شغلِ زینت سے گر فرصت نہیں ملتی نہیں
کیا تمہارے پاؤں کے نیچے زمیں ہلتی نہیں؟

جن کے سینے تنگ ہیں مردانہ سیرت کے لئے
زندگی ان کی وبا ہے آدمیت کے لئے،

مرد کہتے ہیں اسے اے مانگ چوٹی کے غلام
جس کے ہاتھوں میں ہو طوفانی عناصر کی لگام

مرد کی تخلیق ہے زور آزمانے کے لئے،
گردنیں سرکش حوادث کی جھکانے کے لئے

مرد ہے سیلاب کے اندر اکڑنے کے لئے
بحر کی بپھری ہوئی موجوں سے لڑنے کیلئے

مرد کہتے ہیں اسے اے بندگانِ طمطراق
جو جلالِ ابرِ باراں کا اڑاتا ہو مذاق

جنگ میں ہو بانکپن جس کی شجاعت کا گواہ
رزم کے شعلوں میں کج کرتا ہو ماتھے پر کلاہ

دوڑتا ہو شعلہ خو بجلی کا دامن تھامنے
مسکراتا ہو گرجتے بادلوں کے سامنے

مضحکہ کرتا ہو خوں آشام تلواروں کیساتھ
کھیلتے ہوں جس کے پہلو سرخ انگاروں کیساتھ

تم مگر اس زندگی کے کھیل سے رہتے ہو دور
آفریں اے عصرِ حاضر کے جوانانِ غیور،

ہے تمہارا ارتقاءٔ پروردۂ سعیٔ زوال
الاماں! تعلیمِ ناقص کا اجل پرور مآل

یوں تمہارے منہ کے اندر ہے فرنگی کی زباں
خوف ہے گونگا نہ ہو جائے کہیں ہندستاں

یہ لباسِ مغربی جلووں کو چمکاتا نہیں،
تم کو اس بہروپیے پن سے حجاب آتا نہیں

جیب میں کوڑی نہیں اور اس قدر شانِ شکوہ
سر جھکائے شرم سے اے فاقہ مستوں کے گروہ

یہ بھی کوئی زندگی ہے غم کی ماری زندگی
نوعِ انسانی کی ذلت ہے تمہاری زندگی

یہ بھی کوئی زندگی ہے بے نظام و بے اساس
نقلِ مغرب کی تمنائے زبوں میں بدحواس

آہ اے بیگانۂ انجام و آغازِ حیات
سن کہ تاکھل جائے تیری موت پر رازِ حیات

اہلِ عالم کی نظر میں محترم ہوتا نہیں
مرد جب تک صاحبِ سیف و قلم ہوتا نہیں

سیف کا دامن تو ہے اک عمر سے چھوٹا ہوا
اور قلم ہے اک سو وہ بھی خیر سے ٹوٹا ہوا

عزم تیرا آگ کے سانچے میں جب ڈھل جائیگا
طوقِ محکومی کا لوہا خود بخود گل جائے گا

(کامیابی) جوشؔ ملیح آبادی

جوشِ مجاہدانہ

(از قلم جناب میاں محمد حسن صاحب تطیفی بی۔ اے میونسپل کمشنر لدھیانہ)

اے غازیو! حصارِ مقابل کو سر کرو
صف بندیٔ حریف کو زیر و زبر کرو

آلودہ زنگ سے نہیں خنجر ہوا ابھی
کہہ دو یہ دشمنوں سے کہ ہم سے حذر کرو

مردانگی کی دھاک بٹھا دو غنیم پر
قربانیٔ نفوس سے حاصل ظفر کرو

پوشیدہ ہیں جو خنجرِ خارا شگاف میں
جوہر وہ کارزار میں اب جلوہ گر کرو

لشکر میں جن کے ہے علمِ سرکشی بلند
ان شورہ پشتوں کو تہِ تیغ و تبر کرو

اعتذار خطبہ صدارت اور بعض قسم ضروری مضامین کی وجہ سے اس اشاعت میں گلدستہ رنگیں، معصوم قیدی اور دیگر مضامین شائع نہیں ہو سکے، احباب معذور سمجھیں ۔ مینجر

تذکرۃ السلف

ابومسلم خراسانی

اگرچہ ابومسلم خراسانی صرف ۳۷ سال زندہ رہا۔ لیکن اسی تھوڑی سی مدت میں اس نے اپنی کوشش اور تدبر سے بنو امیہ کی سلطنت کا خاتمہ کرکے خلافت عباسیہ کی بنا قائم کردی۔ اسی لئے تاریخ نے اسے "بانیِ دولت عباسیہ" کا غیر فانی خطاب عطا کیا ہے۔ خلافت عباسیہ میں مسلمانوں نے تہذیب و تمدن اور اخلاق و تمول میں جو نمایاں ترقی کی اور خصوصاً ہارون الرشید و مامون الرشید کے عہد حکومت میں جو عروج دنیائے اسلام کو حاصل ہوا حقیقت میں اس کا سہرا اسی ایرانی مدبر کے سر ہے۔ جب تک سلاطین کی تاریخ میں "بنی عباس" کا نام زندہ ہے۔ ابومسلم خراسانی کے احسانات بھی سنہرے حروف سے لکھے جائیں گے۔

لیکن یہ تلخ حقیقت نہیں بھولتی کہ ابومسلم کو اس جانفشانی کا جو صلہ ملا وہ یہ تھا کہ خاندان عباسیہ کے ہی ایک خلیفہ نے اسے قتل کرادیا۔

دعوت عباسیہ ابومسلم کو اپنے ناظرین کو روشناس کرانے کے قبل ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ "دعوت عباسیہ" کے متعلق چند الفاظ کہہ دیں جس سے ابومسلم کی شخصیت اور حیثیت متعین کرنے میں آسانی ہوگی۔

تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب پر یہ بات پوشیدہ نہ ہوگی کہ خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کے انتقال کے بعد مسلمان مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور ہر فرقہ کسی بڑے صحابی کے زیر اثر ہو کر دوسروں کو بھی اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرتا تھا۔ آخر کار یہ مختلف فرقے دو بڑے گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ حضرت علی رضؓ کو خلافت کا مستحق خیال کرتا اور دوسرا حضرت امیر معاویہؓ کو اس اہم ذمہ داری کا اہل تصور کرتا۔ ہر گروہ میں متعدد بااثر اور ذمہ دار صحابہ شامل تھے۔

لیکن آخر میں امیر معاویہ اپنی حکمت عملی اور سیاسی تدبر سے کامیاب ثابت ہوئے اور تمام ملک پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد اسلامی حکومت متواتر ان کے خاندان میں منتقل ہوتی رہی۔ یہ خاندان بنو امیہ کے نام سے مشہور ہے۔

لیکن جو لوگ حضرت علیؓ کے ہوا خواہ تھے اور ان سے بیعت کر چکے تھے وہ اس کے باوجود ہمیشہ بنو امیہ کی خلافت سے انکار کرتے رہے۔ اور حضرت علی اور ان کی اولاد کو مستحق خلافت سمجھتے اور ان کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد جناب حسنؓ و جناب حسینؓ علیہم السلام اور اس خاندان کے دوسرے حضرات کے ہاتھ پر یکے بعد دیگرے بیعت کرتے رہے جو "ائمہ اثنا عشر" (بارہ امام) کے نام سے مشہور ہے۔ یہ لوگ عام طور سے "شیعہ" کہلاتے تھے اور آج بھی اس فرقہ کے لوگ اسی نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔

بعد میں شیعوں کے بھی مختلف فرقے ہوگئے۔ ایک فرقہ "کیسانیہ" نامی تھا جو حضرت محمد ابن حنفیہؓ کو مستحق خلافت سمجھتا تھا۔ آپ حضرت علی کے صاحبزادہ تھے اور آپکی والدہ بنت جعفر قبیلۂ "حنفیہ" میں سے تھیں۔ جب حضرت محمد ابن حنفیہ کا انتقال ہو گیا تو فرقہ "کیسانیہ" نے انکے صاحبزادے ابوہاشم عبداللہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ تاریخ میں وہ زیادہ تر اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں۔ فرقہ کیسانیہ اس زمانہ میں شیعوں کا سب سے زبردست فرقہ سمجھا جاتا تھا۔

شیعوں کا ایک فرقہ "فرقہ راوندیہ" کے نام سے مشہور تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے چچا حضرت عباسؓ عصبہ ہونیکے سبب سے مستحق خلافت تھے۔ ان کے استدلال کی بنیاد یہ آیت تھی "واولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض" ان کا یہ بھی خیال تھا کہ چونکہ حضرت عباسؓ کو ان کا جائز حق نہیں ملا اس لئے خدا نے ان کے خاندان میں امارت و خلافت قائم فرمائی لیکن اس کے ساتھ ہی وہ لوگ حضرت علیؓ کی بیعت کو بھی جائز تصور کرتے تھے۔ کیونکہ حضرت عباس نے آپ سے فرمایا تھا کہ اے بھتیجے! کیا میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کروں، پھر کوئی مخالفت نہیں کرسکے گا۔ دوسرا قول، انکی رائے میں یہ جملہ کہہ کر حضرت عباس نے اپنا حق خلافت حضرت علی کو ہبہ کردیا تھا اور جو شخص کوئی چیز کسی کو ہبہ کردے، پھر وہ اس کے پسماندگان و ورثا اسے واپس نہیں لے سکتے۔

سلیمان ابن عبدالملک کے زمانہ (۹۶ - ۹۹ھ) میں ابوہاشم ابن محمد ابن حنفیہ ملک شام میں سفر کررہے تھے راستہ میں اتفاق سے بیمار ہوگئے اور ضلع بلقا کے ایک موضع میں محمد ابن علی ابن عبداللہ ابن عباس رضہ کے مکان پر قیام کیا۔ مرض میں زیادتی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ وہیں انکا انتقال ہوگیا۔ انتقال کیوقت انہوں نے وصیت کی کہ ان کے بعد ان کے میزبان محمد ابن علی امام سمجھے جائیں عراق اور خراسان میں ابوہاشم کے کثرت سے معتقدین تھے۔ جب انہیں اطلاع ہوئی کہ آپنے محمد ابن علی کے حق میں وصیت فرمائی ہے تو وہ لوگ محمد ابن علی کی خدمتمیں حاضر ہوئے اور خفیہ بیعت کرلی۔ اب محمد ابن علی نے حصول بیعت کے لئے اطراف ملک میں اپنے داعی روانہ کئے۔ یہ واقعہ ۱۰۰ھ کا ہے تمام خراسان نے اس دعوت کو قبول کیا اور بکثرت اشخاص ان کے ہواخواہوں میں شریک ہوگئے اس زمانہ میں خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز دمشق کے حکمران تھے۔ محمد ابن علی نے ایک باضابطہ نظام کے ماتحت بکثرت داعی اور نقیب مقرر کرکے تمام ملک میں ان کا جال پھیلادیا:۔

لیکن ۱۲۴ھ میں ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کے تین لڑکے تھے ابراہیم، ابوالعباس (سفاح) اور منصور، انہوں نے ابراہیم کے حق میں وصیت کی چنانچہ ان کے انتقال کے بعد ابراہیم سے لوگوں نے بیعت کی اور ان کو "امام" کا لقب دیا گیا۔ ان کے بعد امامت سفاح کی منتقل ہوئی، جیسا آئندہ ذکر کیا جائیگا۔

یادداشت :۔ القریش کی تاریخ اشاعت ہر انگریزی مہینے کی سترہ (۱۷) مقرر ہے۔ احباب نوٹ کرلیں اور بیس تاریخ سے قبل عدم رسی کی شکایت نہ کیا کریں۔ (منیجر)

خاتونِ جنت کا جہیز

لختِ جگر جنابِ رسالتمآبؐ کی — جن پر ریاضِ دہر کی سب نگہتیں نثار
فرمایا جن کو بضعۃ منی وہ فاطمہؑ — ایماں کا باغ جن کی تولّا سے آبیار
پڑھنا سلام نام پہ جنکے ہے فرضِ عین — قدموں کی خاک سرمۂ بر چشمِ افتخار
وہ سیدہ رئیسۂ مستورانِ خلد — ہوگی شفیع جنکی طلب روزِ گیرودار
معلوم ہے کہ عقد ہوا جب علیؑ کے ساتھ — کیا کیا ملا عطیۂ محبوبِ کردگار

خرمے کی چھال سے بُنی اک چارپائی تھی — سونے کا تخت تھا نہ مسہری تھی شاہوار
اک ریشِ خرمہ سے بھرا چمڑے کا بسترا — پایا تھا بہرِ راحتِ برسیلِ دہر نہار
چمڑے کا ایک تکیہ تھا جسمیں بھری تھی چھال — بلیں تھیں کچھ نگی نہ گہرہائے آبدار
دو چادریں یمانی تھیں سوسی کی طرح کی — اک چکی اک پیالہ تھا گدے عدد میں چار
دو بازو بند چاندی کے تھیں دو نہالیاں — ان میں بھری تھی چھال روئی تھی نہ زنہار
کملی بھی ایک دی تھی رسولِ الٰہ نے — فرملی تھا فخرِ شہنشاہِ روزگار
مٹی کے دو گھڑے بھی تھے پانی کی ایک مشک — کچھ چیزیں اور جنکی تھی قیمت بہ اختصار
اتنی بھی چیزیں تھیں کہ نہ تھیں اختلاف ہے — ممکن ہے اس سے بڑھ کے رہا ہو کچھ انحصار
سب سے عزیز تھیں یہ حبیبِ الٰہ کو — نازاں ہے انکی ذات پہ کونین کی بہار
مٹی کے ٹھیکرے تھے انہیں سیم و زر کے ڈھیر — تھا خار زار انکے لیے عیشِ روزگار
کچھ بھی تکلفات کی پروا نہ تھی انہیں — محبوب بھی تھی محبتِ محبوبِ کردگار
تعدادِ مہر چار سو مثقال نقرہ تھی — بیتی تھی ایسے سرورِ عالم کو ناگوار

محنت دلِ رسولؐ کی مسعود بیٹیاں — کیا دیکھ بھی سکیگی کبھی چشمِ روزگار
لوگو خدا کے واسطے سوچو تو یہ ذرا — کیا منہ دکھاؤ گے انہیں تم روزِ گیرودار

پوچھیں گے جب حضور کہ اے میرے امتی | میرے شعار سے تمہیں کس واسطے تھا عار
اسراف تھا خدا کو بھی مجھکو بھی ناپسند | کرتے تھے تم اسی پہ مگر زندگی نثار
کیا میری فاطمہ سے وہ اچھی تھیں بیٹیاں | کرتے تھے مفلسی میں بھی تم جن پہ زر نثار
برباد اپنے ہاتھ سے ہوتے تھے آپ تم | اس پر تھے شکوہ سنج ستم ہائے روزگار
میرا شعار چھوڑ کے گمراہ ہو گئے | درگاہ میں خدا کی کیا مجھ کو شرمسار

اللہ ہم پہ رحم کرے عقل اور عشق | دونوں کا ہم سے بس یہ تقاضا ہے بار بار
ہو جائیں اتباع محمدؐ پہ شیفتہ | رسی خدا کی تھام لیں ہاتھوں میں استوار
دارین کی سلامتیاں بس اسی میں ہیں | بیڑا بغیر فضل الٰہی نہ ہوگا پار

افضال ایزدی کی نہیں ہم پہ انتہا | پایا وہ مہرباں جو ہے محبوب کردگار
گلہائے تازہ تازہ درود و سلام کے | ہر دم بر آں نام محمدؐ پہ ہوں نثار
دے ان کے اتباع کی توفیق اے خدا
محشر میں ان کے آگے نہ کر ہم کو شرمسار

الحکمۃ والموعظۃ

۱۔ انسان دوسروں کی خدمت کیلئے ہے نہ اس لئے کہ دوسرے اس کی خدمت کریں ۲۔ اسوقت دنیا کو جس بات کے سمجھنے کی ضرورت ہے یہ ہے کہ غیر محسوس طریقہ ترقی فنا ہو چکا اب ایک محسوس طریقہ کی ضرورت ہے ۳۔ اکثر اوقات انسان خیال کرتا ہے کہ ابتدائی ایمان اب تک مجھ میں موجود ہے حالانکہ اس کا ایک ذرہ بھی باقی نہیں ہوتا۔ ۴۔ ایمان زندگی کی طاقت ہے، ایمان کا اصل کام یہ ہے کہ وہ زندگی کی اس حقیقت کو بتائے جس کو موت کی حقیقت نہیں زائل کر سکتی ۵۔ اگر انسان کمال حاصل کرنے کی کوشش کرے تو اسے کبھی رکاوٹیں پیش نہیں آسکتیں، میرا خیال ہے کہ حیات بعد الموت بھی انسان حصول کمال کی کوشش کرتا رہیگا۔ شخصی حصول کمال کی کوشش میں زندگی کی تمام حقیقت اور خوشی پنہاں ہے، ۶۔ روحانی زندگی کے لوازم ہمیں عطا کئے گئے ہیں اس کے بعد ہم کو اختیار دیا گیا ہے کہ ان کو جیسے چاہیں استعمال کریں ۷۔ اس سے زیادہ مسرت رساں اور کوئی تعلیم نہیں ہو سکتی کہ انسان اپنی کوشش سے درجہ کمال تک نہیں پہونچ سکتا۔ ۸۔ حقیقت کوشش کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے معلوم نہیں ہو سکتی۔ سب سے ارفع و اعلیٰ اور صحیح بات جسکو انسان دیکھ سکتا اور جس پر غور کر سکتا ہے وہی

عُلومِ قدیمہ کی تلاش

علامہ قفطی نے "تاریخ الحکماء" میں ارسطو کی سوانح کے ضمن میں احیاء فلسفہ کا ایک عجیب و غریب واقعہ نقل کیا ہے وہ لکھتا ہے:

"محمد بن اسحٰق الندیم نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ مامون نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص سرخ و سفید جس کی پیشانی چوڑی ہے، دونوں ابرو ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں، سر گنجا ہے آنکھیں دورنگی ہیں اپنے تخت پر بیٹھا ہے اور میں گویا اس کے سامنے کھڑا ہوں اور اسکی ہیبت مجھ پر چھائی ہوئی ہے، چنانچہ میں نے اس سے کہا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا، کہ میں "ارسطا طالیس" ہوں، میں یہ سنکر خوش ہوا اور میں نے کہا کہ اے حکیم میں تجھ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، اس نے جواب دیا پوچھ! میں نے کہا، "بھلائی کیا ہے"؟ اس نے جواب دیا عقل! میں نے کہا اور؟ اس نے کہا "شرع" میں نے کہا "اور"؟ اس نے کہا "اور کچھ نہیں"! میں نے کہا کچھ اور بتا اس نے کہا ... ... توحید پر قائم رہو، چنانچہ مامون نے خواب سے بیدار ہوتے ہی ارسطا طالیس کی کتابیں تلاش کرانی شروع کردیں، لیکن اسلامی ممالک میں ان کا کہیں پتہ نہ ملا۔ ابن اسحٰق کے علاوہ ایک شخص کا بیان ہے کہ مامون نے شاہ یونان سے خط و کتابت کی اور ارسطو کی کتابیں اس سے منگوائیں اس نے بھی کتابیں تلاش کرائیں لیکن اس کے ملک میں بھی ان کا پتہ نہ چلا اس کو بہت افسوس ہوا اور کہنے لگا کہ مسلمانوں کا بادشاہ یونانی اسلاف کے علم کو مجھ سے طلب کر رہا ہے۔ لیکن مجھے کہیں نہیں ملتا ہے۔ اب میرے لئے کیا عذر ہے اور اس یونانی قوم کی مسلمانوں کی نظروں میں کیا وقعت رہیگی۔ چنانچہ اس نے جستجو شروع کردی کہ قسطنطنیہ کے ایک گرجے کے راہب نے آکر کہا کہ جو کچھ تو چاہتا ہے میں اسے جانتا ہوں بادشاہ نے کہا بتا چنانچہ اس نے کہا کہ فلاں جگہ پر ایک مکان ہے جس میں ہر بادشاہ زمام حکومت ہاتھ میں لیتے وقت قفل لگا دیا کرتا ہے بادشاہ نے کہا کیا یہ وہی جگہ ہے جس کے متعلق لوگوں کا بیان ہے کہ اس میں اگلے بادشاہوں کا مال ہے ... ... راہب نے کہا کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ وہاں ایک مندر ہے جہاں یونانی لوگ قبل اشاعت مسیح پوجا پاٹ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب قسطنطین ابن آنہ کے عہد میں یہاں مذہب مسیحی نے جڑ پکڑ لی تو لوگوں کے پاس سے فلسفہ کی کتابیں لے کر جمع کیگئیں اور اس گھر میں مقفل کردیگئیں، اس وقت سے برابر بادشاہ قفل ڈالتے چلے آتے ہیں جیسا کہ تمنے ابھی سنا۔ بادشاہ نے حکومت کے سربرآوردہ لوگوں کو بلایا اور یہ واقعہ ان کو بتا کر ان سے مشورہ کیا کہ آیا مکان کھولا جائے، چنانچہ انہوں نے رائے دیدی۔ اس کے بعد راہب سے بادشاہ نے دریافت کیا کہ وہ کتابیں اگر ملگئیں تو کیا ممالک اسلامیہ کو بھیجدی جائیں۔ کیا دنیاوی اعتبار سے کوئی خطرہ اور آخرت کے اعتبار سے کوئی گناہ تو نہیں؟ راہب نے کہا کہ ان کے بھیجدینے میں تجھے ثواب ہوگا کیونکہ جس قوم میں یہ فن گھسا۔ اس کی بنیاد تک اس نے ہلا دی۔ چنانچہ بادشاہ وہاں گیا اور مکان کھول کر دیکھا تو جو کچھ راہب نے بیان کیا تھا وہ بالکل ٹھیک تھا۔ بے انتہا کتابیں اس میں

برادرانِ قریش سے

قریش من حیث القوم ترقی کی دوڑ میں اقوام عالم سے اس قدر پسماندہ ہے کہ جہان و جہانیاں کا مرکز انگشت نمائی اس کے سوا کوئی دوسری قوم نہیں۔ کبھی "الناس تبع لقریش فی الخیر والشر" کا امتیازی فخر اس کے شایانِ شان تھا۔ اور اب یہ ہے کہ راہ نوردانِ بادیۂ ضلالت میں یہ سب سے پیش پیش ہے۔ دنیا کی تمام نحوستیں اور زمانہ کی تمام صعوبتیں اس کے لئے وقف ہیں ذلتکدۂ گمنامی ہے اور یہ۔ لاریب کوئی قوم اس وقت تک اپنا وقار قائم رکھنے اور عزت کی زندگی بسر کرنے کے قابل نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اس کے لئے متحدہ سعی و جہد اور متفقہ کوششیں عمل میں نہ لائے۔ ابنائے آدم اصلاح و ارتقا کے لئے ...رہیں اور گردشِ ادوار سے تنگ آ کر اپنے اپنے قبائل کی شیرازہ بندی کے لئے انتہائی مساعی عمل میں لا رہے ہیں، دنیا جہان مار و کوئی قوم کوئی گروہ اور کوئی فرقہ ایسا نظر نہ آئیگا جو اصلاحی سرگرمیوں میں مشغول و منہمک نہ ہو اور زمانہ کے حالات ایسے ہیں کہ اس کے سوا چارہ نہیں۔ "قریش" اگر اوج عروج سے حضیض مذلت کی انتہائی گہرائیوں میں گری اور اس کی تمام فضیلتیں چھن گئیں تو اسکی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس نے ضروریات قومی میں تغافل و تساہل سے کام لیا۔ اگر اس کا زندہ اقوام میں شمار نہیں اگر آج وہ پستی کے عمق عمیق میں بے حال و پریشان ہے تو محض اس وجہ سے کہ ہمنے اس کے اسباب و علل پر غور کرنیکی کبھی زحمت گوارا نہیں کی۔ قوم کے مرض مزمنہ کی تشخیص اور اس کے چارہ کار کیلئے کوئی صحیح نسخہ تجویز نہیں کیا۔ نکتہ سنج ذہن۔ معاملہ فہم دماغ اور دوربیں نگاہیں ان اثرات مہلکہ سے خوب واقف ہو چکی ہیں جو اس بے اعتنائی اور لاپرواہی کیوجہ سے پیدا ہو کر قوم کے نقصان کا موجب ہوئے۔ چونکہ نحوست کی علامتیں اس وقت تک دور نہیں ہو سکتیں۔ جب تک کہ افراد قوم اجتماعی حیثیت میں امکانی کوششیں عمل میں نہ لائیں۔ لہٰذا ارباب حل و عقد کے خیال میں ضروری ہے کہ ایک مرکز ہو جہاں سال بسال برادرانِ قریش جمع ہو کر قوم کے اصلاحی امور پر غور کیا کریں۔ ایک مجلس مشاورت ہو جو ان کوششوں کے تواتر کو خوش اسلوبی اور حسن انتظام کے ساتھ جاری رکھنے کے ذرائع پر غور کرے قوم کے اجزائے منتشرہ کی ترتیب و تنظیم کیلئے حالات کو روبراہ لائے۔ قوم کے ناداروں بیکسوں اور یتیموں کی تکالیف کا تا بحد امکان انسداد کرے۔

بہی خواہان قوم یہ سنکر خوش ہونگے کہ ان اہم ضروریات کیلئے "ندوۃ القریش" کا قیام و استقلال عمل میں آ چکا ہے، اکثر معززین قوم نے اس کی ممبری کو فخریہ قبول کرتے ہوئے خادمان قوم و کارپردازانِ "ندوہ" کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ جماعتی کاموں کی انجام دہی اس وقت تک جب تک کہ انفرادی قوتیں متفقہ سعی و جہد سے کام نہ لیں نہیں ہو سکتی اور شاہد مقصود و منزل محمود محال بلکہ ناممکن ہے۔ لہٰذا ہر فرد برادری کا فرض ہونا چاہیئے۔ کہ "ندوہ" کے مقاصد عظمیٰ کی تکمیل و انجام دہی کے لئے ممکنہ کوشش عمل میں لائے۔ آپ اس کی رکنیت قبول کریں ۲ر ماہوار یا ۱۲ر روپیہ سالانہ چندہ ممبری کوئی ایسا

بوجہ نہیں کہ ناقابل برداشت ہو، عزیزو اقارب اور رشتہ داروں و دیگر بھائیوں کی فہرستیں دفتر میں بھجوائیں اور تجاویز مفیدہ پیش کرکے کارکنان ندوہ کی رہنمائی سے عنداللہ ماجور و عندالقوم مشکور ہوں۔ میں امید کرتا ہوں کہ میری یہ اپیلیں جو خالصتہً قومی مفاد کے لئے کیجارہی ہیں رائیگاں نہ جائینگی۔ خدائے تبارک وتعالٰے ہمیں اور آپ سب صاحبان کو اس کار خیر کی انجام دہی کی توفیق عطا کرے۔ وباللہ التوفیق!

خادم قوم

بشیر احمد شبلی بی۔اے صدیقی
آنریری جنرل سکرٹری ندوۃ القریش

امرتسر
۶ ستمبر سنہ ۱۹۳۰ء

ندوۃ القریش

۷ ستمبر کی کارروائی

ٹھیک ۹ بجے صبح دفتر رسالہ بلاغ میں قریشی محمد علی صاحب رونق کی صدارت میں مجلس انتظامیہ کا اجلاس منعقد ہوا سابقہ کارروائی کنفرم ہونے کے بعد دفتر کے ریکارڈ کے متعلق بابو محمد طفیل صاحب جوائنٹ سکرٹری نے رپورٹ پیش کی کہ کاغذات بالکل با ترتیب کرکے رجسٹر مثلبند کی تکمیل کردیگئی ہے سکرٹری صاحب نے خط وکتابت اور گوشوارہ آمد و خرچ پیش کیا اور بیرونجات سے چند ایک احباب کے سوا باقی تمام منظور شدہ ممبران کے چندہ ہائے ممبری بذریعہ منی آرڈر موصول ہو گئے ہیں۔ شیخ محمد عظیم صاحب آڈیٹر نے مدوار بالتفصیل سالانہ بجٹ جس کا تخمینہ ۶ سو روپیہ کیا گیا ہے پیش کیا چونکہ وہ نہایت غور و خوض کے بعد ترتیب کیا گیا تھا اس لئے معمولی بحث کے بعد من وعن پاس ہو گیا۔ اس کے بعد مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب کا گرامی نامہ اور خطبہ صدارت پیش ہوکر تجویز ہوا کہ چونکہ یہ خط اکثر غلط فہمیوں کو رفع کرنیکا موجب ہوگا لہذا اسے شائع کردیا جائے اور خطبہ صدارت بھی القریش میں شائع کردیا جائے جس قدر ضرورت ہوگی زائد کاپیاں دفتر کے لئے حاصل کرلیجائینگی۔ حکیم شہاب الدین صاحب نے ایک یادداشت پیش کرتے ہوئے کہا کہ دفتر میں رسید بک نمبر ۱ و ۳ ختم شدہ موجود ہے نمبر ۲ کے کوپن موجود ہیں اور نمبر ۱۳ زیر کار ہے۔ بیرونجات سے بعض درمیانی رسید بکوں کے کوپن آچکے ہیں روپیہ بھی وصول ہوچکا ہے لیکن اصل کتابیں نمبر ۴ تا ۱۲ کل ۹ ابھی تک موصول نہیں ہوئیں۔ تجویز ہوا کہ متعلقہ احباب سے رپورٹیں طلب کیجائیں۔ اس کے گورنمنٹ پنجاب کی چٹھی جو رزولیوشن نمبر ۱۰ کے جواب میں اور پرائیویٹ سکرٹری کی مراسلت جو رزولیوشن نمبر ۸ کے جواب میں موصول ہوئی ہیں۔ پڑھی گئیں اور انگریزی فائل کے ساتھ شامل کیگئیں۔ حقوق زراعت سے متعلقہ رزولیوشن نمبر ۲ کا جواب چونکہ حکومت کیطرف سے ابھی تک موصول نہیں ہوا اس لئے تجویز ہوا کہ باقاعدہ سلسلہ جنبانی کیلئے ایک درخواست بھیجدیجائے اس کی ترتیب قریشی محمد عظیم اور بابو محمد طفیل صاحبان نے اپنے ذمہ لی۔ تحریک ہوئی کہ چونکہ مردم شماری میں بہت تھوڑا وقت رہ گیا ہے اور بہت ممکن ہے کہ مراسی اس موقع پر بھی قریشیت پر کوئی حملہ کریں۔ لہذا انجمن قریشیان پنجاب گوجرانوالہ کے پاس کردہ رزولیوشن ۵ اکتوبر سنہ کی ہمدردی

اضافہ کے ساتھ تجدید کیجائے اور حکومت پنجاب سے استدعا کیجائے کہ وہ کارکنان متعلقہ کے نام ایک سرکلر جاری کرکے انہیں ہدایت کردے کہ وہ مراسیوں کی قومیت کے اندراج میں خاص احتیاط سے کام لیں، رزولیشن بالفاظ ذیل منظور ہوا۔

"قریشیان ہند کی نمائندہ جماعت" ندوۃ القریش" انجمن قریشیان پنجاب گوجرانوالہ کے ۵۔ اکتوبر ۲۸ء کے پاس کردہ رزولیوشن کا اعادہ کرتا ہوا حکومت پنجاب کو توجہ دلاتا ہے کہ

(۱) مراسی تمدنی حالت کے لحاظ سے ایک گری ہوئی جماعت ہے،

(۲) زراعت پیشہ اقوام میں شمار ہونے کی خاطر مراسی اپنے آپ کو قوم قریش سے منسوب کرتے ہیں بحالیکہ تاریخی لحاظ سے ان کا یہ ادعا محض لغو اور بے بنیاد ہے،

(۳) ۲۹ نومبر ۲۶ء کو مراسیوں کے ایک وفد کو ہز ایکسلنسی سر جیوفری ڈیمونٹ مورنسی گورنر پنجاب واضح الفاظ میں جواب دے چکے ہیں۔ کہ" مراسی قریشی نہیں کہلا سکتے"۔

(۴) کاغذات سرکاری مثلاً کاغذات مال رجسٹر ہائے اموات و پیدائش اور خصوصاً کاغذات مردم شماری ۱۹۳۱ء میں مراسیوں کو قریشی نہ لکھا جائے۔ اور اہلکاران مردم شماری کو بذریعہ سرکلر ہدایت کردیجائے کہ وہ بوقت مردم شماری اندراج قومیت میں خاص احتیاط سے کام لیں۔ تاکہ قریش ایسی شریف النسب قوم مخلوط النسل نہ ہو اور زراعت پیشہ اقوام کے حقوق محفوظ رہ سکیں"۔

اس کے بعد درخواست ہائے ممبری پیش ہوئیں اور حسب ذیل احباب کے اسمائے گرامی ممبران" ندوۃ القریش" میں منظور ہوئے،

(۱) پیر علی احمد صاحب فریدی چشتی (فیروزپور)
(۲) منشی عبدالقادر صاحب ممبر کورٹ آف وارڈس
(۳) مخدوم محمد الدین صاحب (جہلم)
(۴) منشی عبدالقادر صاحب (لاہور)
(۵) قریشی احمد اللہ صاحب (شیخوپورہ)
(۶) پیر عبدالرشید صاحب سوداگر (گوجرانوالہ)
(۷) قریشی محمد ایزد بخش صاحب فاروقی اسسٹنٹ انسپکٹر
(۸) پیر علی اصغر صاحب ڈپٹی کلکٹر

(۹) قریشی غلام حسن صاحب رئیس گورنمنٹ پنشنر (گجرات)
(۱۰) بابو عبدالغنی صاحب صدیقی اوورسیر
(۱۱) قریشی محمد چراغ صاحب صدیقی
(۱۲) قریشی ایس غلام رسول صاحب (زمیندار) اکونٹنٹ
(۱۳) بابو فضل حسین صاحب قریشی (زمیندار) اوورسیر
(۱۴) قریشی حیات علی صاحب نمبردار (سیالکوٹ)
(۱۵) شیخ شاہ محمد صاحب قریشی گورنمنٹ پنشنر
(۱۶) بابو عبدالغنی صاحب قریشی کلرک دفتر وائسرائے بہادر

(باقی آئندہ)

جلسہ بخیروخوبی برخاست ہوا، الحمد للہ۔ منشی ... بی۔ اے

خطبۂ صدارت

جو مولانا سید حکیم فرید احمد صاحب عباسی الہاشمی طبیب خاص طبیہ کالج دہلی نے "ندوۃ القریش"
کے افتتاحی اجلاس منعقدہ ۲۹ جون سنہ ۳۱ کو بحیثیت صدر پڑھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونصلی ونسلم علی رسولہ سیدنا ومولانا محمدن النبی الرحمۃ وہادی الامۃ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین ، **اما بعد** ! حضرات ! میں خدائے وحدہٗ لاشریک لہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہمارے دلوں میں اپنی قوم کی فلاح و بہبودی کے جذبات پیدا کردیے ہیں اور اس نے ہمارے دلوں میں اس خیال کو مستحکم کردیا ہے کہ ہم باتباع حضور سرور عالم علیہ التحیہ والثناء اول اپنے گھر والوں کی اصلاح و تنظیم کریں اور پھر تمام مسلمانوں کے لئے ایسا مرکز بنائیں جس سے اسلام اور اہل اسلام کو قوت حاصل ہو اور جو تفرقہ مسلمانوں میں پڑا ہوا ہے وہ دور ہو جائے۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں فرقہ وارانہ اختلاف کی گنجائش ہی نہیں۔ رہا اختلاف آرا یہ کوئی بری چیز نہیں ہے [illegible] حدیث پاک اختلاف امتی رحمۃ ، صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں بھی اختلاف ہوتا تھا لیکن نہ انکی مسجدیں الگ ہوتی تھیں اور نہ درسگاہیں ، سب ایک امام کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے اور ایک امیر کے ماتحت جہاد کرتے تھے ۔ ان کے جتنے بھی کام تھے سب ایک نظام کے تحت ہوا کرتے تھے۔ لیکن آج ہم میں جو اختلافات ہیں وہ محض اس وجہ سے ہیں کہ ہر جماعت [illegible] خاص جماعت ہے اور اس کے خیالات دوسری اسلامی جماعتوں سے الگ ہیں۔ موجودہ حالت یہ ہو رہی ہے کہ ہم ایک دوسرے کی تنقیص ہی نہیں بلکہ تکفیر کرتے رہتے ہیں، اسی وجہ سے ہماری اجتماعی زندگی خراب ہو رہی ہے اور روز بروز ہم کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ اے کاش ہم میں اجتماعی روح ہوتی تو ہم میں کا ہر ایک فرد کمال انسانی کا زندہ مجسمہ نظر آتا۔ وہ اتحاد و یگانگت جب ہم میں سے نکل گیا ہماری ساری قوتیں برباد ہو گئیں، غور فرمائیے۔ اسلام میں غیبت کو زنا سے بدتر بتایا گیا ہے لیکن ہم میں سے کوئی شخص الا ماشاء اللہ ایسا نہیں ہے جو اس گناہ میں مبتلا نہ ہو، غیبت کی تعریف حضور سرور عالم روحی فداہ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ کسی شخص کی ایسی بات دوسرے سے بیان کرنا جو اسے بری لگے اگرچہ وہ برائی اس میں موجود ہو اس پر عرض کیا گیا کہ اس میں کیا مضائقہ ہے؟ آپ نے فرمایا یہی تو غیبت ہے اور اگر وہ برائی اس میں نہ ہو اور اس برائی کے ساتھ اس کو متہم کیا جائے تو یہ غیبت نہیں ہے بلکہ بہتان ہے۔ بہرحال مسلمانوں کی عموماً اور سادات قریش کی خصوصاً اجتماعی قوت نہ ہونے سے انکی حالت روز بروز انحطاطی حالت اختیار کرتی جاتی ہے۔ انفرادی حیثیت سے آج بھی ہم میں بعض بعض نفوس ایسے ہیں کہ جو کمال انسانی کی زندہ مثال ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ باہم ایک دوسرے کی حرمت نہیں کرتے۔ اے کاش اگر آج ہم میں اجتماعی روح ہوتی جو اسلامی تعلیم کا ایک جزو لاینفک ہے تو

ہم آپ کو بتا رہے کہ ہم میں کتنے افراد ہیں جو عمدہ خصائص سے مالا مال ہیں۔ آپ دیکھیئے کہ دیگر اقوام میں معمولی لوگ محض اتحاد و یگانگت کے باعث اپنی قوم میں کتنی شہرت رکھتے ہیں مگر ہم میں اعلیٰ درجہ کے صاحب کمال موجود ہیں مگر باہمی بغض و عناد کے باعث انکی شہرت نہیں کیا یہ بات قابل افسوس نہیں ہے ؟

اگر غور سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کے جتنے اختلاف ہیں وہ سب ذاتی بغض و عناد پر مبنی ہیں اور بس جس کے باعث ہم روزانہ علمی روحانی جسمانی حیثیت سے گرتے چلے جا رہے ہیں، ادھر تو ہماری یہ اندرونی حالت ہے اور اُدھر دنیائے مغربیت کے حیا سوز طریقوں نے ہماری حالت کو اور بھی برباد کر دیا ہے۔ ظہر الفساد فی البر والبحر کا مضمون ہے۔ حضرات یہ وقت ہے کہ کوئی عظیم الشان جماعت پھر ہدایت کے لئے کھڑے ہو جائے جو حضور سرور عالم کے اسوہ حسنہ پر پوری پوری پابند ہو کر دنیائے اسلامی کو جگائے۔ آپ خیال کریں کہ خداوند عالم نے ہماری ہدایت کے لئے اپنا کلام نازل فرمایا اور ہم کو اس کا امین بنایا اس کی حفاظت کی ذمہ داری ہم پر لازم کر دی ہمارا فرض ہے کہ ہم اس پر پورے طور پر عامل ہوں اور دوسروں کو یہ کلام پہونچائیں۔ بمصداق کلام پاک لانذرکم بہ ومن بلغ۔ یہ ہمارے لئے ایسا دستور العمل ہے کہ اس میں کسی قسم کے تغیر و تبدل کرنیکی گنجائش ہی نہیں اور یہ ایسا کلام ہے کہ جاہل سے لیکر علامہ تک اس سے فائدہ اٹھاتے رہے ہیں۔ ایک ہمارے لئے باعث افسوس یہ امر ہے کہ قریش نے ہندوستان میں آکر اپنے آبائی اجدادی زبان کو خیرباد کہدیا۔ اور عربی زبان جو ہماری باعث ناز زبان تھی اور یہ فضیلت حاصل تھی کہ قریش ہی کی زبان میں کلام پاک بلسان عربی نازل ہوا تھا۔ ہم نے اپنی عربی زبان کو بھی چھوڑ دیا اب ہم جو کچھ جدوجہد کرسکتے ہیں وہ صرف یہی ہے کہ شریعت محمدی کی طرف دمبدم رجوع کریں۔ ہمارے لئے مشعل ہدایت صرف حضور سرکار دو عالم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدس اور حضور کا اسوہ حسنہ ہے حضور کا اخلاق جو کچھ تھا وہ کلام پاک ہی تھا۔ کان خلقہ القرآن اس پر شاہد ہے،

مسلمانوں نے اگر کلام پاک کو مضبوط پکڑ لیا اور اس کے اوامر و نواہی پر پورے پابند ہوگئے۔ تو نصر من اللہ وفتح قریب کے مژدے سے تمام قوموں پر ممتاز ہو جائیں گے،

حضرات! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے جب امتداد زمانہ کی بنا پر انبیاء علیہ السلام کی تعلیمات زائل ہوئی گئیں تو پروردگار عالم نے حضور سرور عالم کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا اور یہ بھی انتظام کر دیا کہ آپ کے دین کی حفاظت بھی بدرجہ اتم ہوتی ہے تاریخ گواہ ہے کہ اس کے لئے چند صورتیں اختیار فرمائیں (۱) یہ کہ حضور کی حقیقی وراثت روحانی فرزندوں اور بمصداق من سلک علی طریقی فھو آلی یعنے جو شخص میرے طریقہ پر چلا وہ میری آل میں سے ہے۔ جیسا کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی بابت ارشاد ہوا تھا۔ سلمان منا اہل البیت یعنے سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے،

باقی وہ لوگ جو حضور کے خاندان اور حضور کے قبیلہ کے ہونگے اور حضور کے اسوہ حسنہ پر پورے پورے عامل ہونگے ان کے درجات اور مراتب اس بارہ میں اوروں سے مزید بڑھے ہوئے ہونگے کیونکہ انکو روحانی وجسمانی دونوں تعلق ہیں،

ایسے لوگ وراثت کے پورے پورے حامل ہونگے یہ مرتبہ قریش کو حاصل ہے ۔ (۲) جو کتاب ہماری ہدایت
ہے اس کی حفاظت کا یہ اور بھی انتظام کیا ہے کہ مسلمان اس کو حفظ کر لیتے ہیں اور اس کی کتابت کا بھی انتظام اور دنیوی ترقی
چنانچہ بڑے بڑے خلفا اور سلاطین اس کی کتابت کو اپنا فخر سمجھتے رہے ہیں ۔ (۴) اسلام کو کسی سلطنت کے تابع نہ کر حالت
جب کوئی قوم علمبردار ہوئی اور اس نے اوامر ونواہی کی تعمیل کوتاہی کی اس سے علمبرداری لیکر دوسری قوم کو دیدی گئی ۔ [illegible]
کافروں کو مسلمان کرکے اس کا علمبردار بنا دیا گیا ۔ اب بھی خدا کے فضل سے مسلمانوں میں حفاظت دین کے لئے مختلف قوموں میں
حکومتیں ہیں ۔ مگر ایک مرکز اسلامی کی ضرورت ہے اور اس کی ضرورت ہے کہ تمام اہل اسلام ایک لڑی میں منسلک ہو جائیں
اور ایک مرکز کے تحت میں کام کرنے لگیں ۔ اگرچہ تمام مسلمانوں کے لئے کلام پاک کے اتباع سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے ۔ مگر
ضرورت ہے بمصداق کلام پاک ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ایک گروہ ان میں سے
ایسا ہونا چاہیئے کہ لوگوں کو بھلائی کیطرف بلائے اچھی باتوں کا حکم کرے اور بری باتوں سے روکے ، حضرات! دنیا کو اس امر
کی دعوت دینا آپ کا فرض ہے کیونکہ آپ کی بابت ارشاد ہے ۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر
یہ آپ کے آباء اجداد کی شان میں ہی نازل ہوئی تھی ۔ اس کلام کے سامع وہی لوگ تھے ، اور ارشاد ہے وانہ لذکر لک ولقومک و
یعنی ذکر ہے کہ آپ کیلئے اور آپ کی قوم کیلئے اور اس کمیٹی تم سے سوال ہوگا کہ جنہے یہ امانت آپکی سپرد کی تھی ۔ آپ نے کیا
کیا ۔ آپکا فرض تھا کہ دوسروں کو پہونچاتے الرسول شہیدا علیکم وتکونوا شہداء علی الناس ۔ اس لئے ضرورت ہے کہ آپ میں سے
یا آپ کو خود ایک جماعت ہو جانا چاہیئے جو تبلیغ کا کام کرے ۔ حضرات حضور سرور عالم علیہ التحیۃ والثنا نے سب سے پہلے جن کو دعوت
دعوت تھی وہ آپ ہی کی قوم تھی وانذر عشیرتک الاقربین کے مورد آپ ہی کے آباؤ اجداد تھے ، حضرت عبداللہ بن عباس
علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قریش کا کوئی بطن ایسا نہ تھا جس سے حضور کی قرابت نہ ہو آپ ہی کی قوم کے بارے میں حضور کا ارشاد ہے فضل
قریشیا بسبع الخصال ، انی منہم وان النبوۃ فیہم والحجابۃ فیہم والسقایۃ فیہم وعبدوا اللہ عشر سنین لا یعبدہ غیرہم ونصرہم یوم
الفیل وانزل فیہم سورۃ لم یذکر فیہا احدا غیرہم یعنی اللہ تعالی نے قریش کو سات باتوں کی بنا پر فضیلت عطا فرمائی ۱۔ میں انہیں میں سے ہوں
۲۔ نبوت انہیں ہے ۔ ۳۔ دربانی بیت اللہ کے لئے ہی ہیں ۔ ۴۔ سقایہ الحجاج جیسی عظیم الشان خدمت انہیں کے سپرد ہے ۔ ۵۔
دس سال انہوں نے خدا کی عبادت کی کہ تمام جہاں میں ان کے سوا اور کوئی نہیں کرتا تھا ۔ ۶۔ اصحاب فیل جیسے [illegible] حملے کے وقت خدا نے
انکی مدد فرمائی ایسی مدد کہ تھوڑی سی دیر میں دشمن کو برباد کر دیا ۔ ۷۔ اپنے کلام میں ایک سورت ایسی نازل فرمائی کہ ان کے سوا
اور کسی کا ذکر نہیں ہے وہ لایلاف ہے ۔ جناب ابوطالب نے جب خطبہ دیا تو قریش کی تعریف میں مختصر الفاظ سے تمام دفتر کو [illegible]
دیا ۔ فرماتے ہیں ۔ یا معشر القریش انتم صفوۃ اللہ من خلقہ انتم قلب العرب ، اے گروہ قریش! تم اللہ کی مخلوق کے خلاصہ اور تم عرب کے
لئے بمنزلہ دل کے ہو ۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ حضور کی تشریف آوری کا انتظام کوئی اتفاقی امر نہیں تھا بلکہ ایک نہایت محکم ارادہ ربانی کے
ماتحت تھا ۔ نور محمدی کی حفاظت اور نفس محمدی کی تربیت کیلئے جو جو طریقے جناب باری عز اسمہ نے اختیار فرمائے ہیں وہ [illegible]

حضرات! ایک حدیث جس کے راوی حضرت عباس عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ یہ ہے کہ ان اللہ خیر خلق الخلق فجعلنی من خیر خلقہ ثم حین خلق القبائل
جعلنی من خیرہم قبیلۃ وحین خلق الانفس جعلنی من خیر انفسہم ثم حین خلق البیوت جعلنی من خیرہم بیتاً۔ اے ذاتا واصلاً۔ یعنے جب اللہ تعالے
نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھکو بہترین مخلوق میں سے پیدا کیا اور جب قبائل بنائے تو مجکو بہترین قبیلہ میں سے کیا اور جب نفوس بنائے تو
بہتر جانوں سے مجھہ کو پیدا کیا اور جب گھر بنائے تو بہترین گھروں میں سے مجکو پیدا کیا۔ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تقلبک فی الساجدین
کی تفسیر حضرت ابن عباس نے اسطرح فرمائی ہے کہ نور محمدی حضرت آدم علیہ السلام کو مفوض ہوا۔ پھر وہ نور ایک نبی سے دوسرے نبی کو
منتقل ہوتا رہا یہاں تک وہ نور قریش میں آیا اور قریش سے بنی ہاشم میں۔ بنی ہاشم میں سے جناب عبدالمطلب کے بعد جناب عبداللہ اور
ان سے حضرت آمنہ صلواۃ اللہ علیہا کو مفوض ہوا۔ اس طریقہ سے حضور ہزاروں جاہ و جلال کے بعد دنیا میں رونق افروز ہوئے۔ حضور
کی بعثت کے متعلق جناب باری کا ارشاد ہے لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم یتلوا علیہم ایاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب
والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ یعنے اللہ تعالے نے مومنین قریش پر بڑا احسان کیا ہے کہ انھیں ایک رسول بھیجا جو خدا کی آیتیں
انھیں سناتا ہے اور انکو ہر طرح سے پاک صاف کرتا ہے اور کتاب و حکمت سکھاتا ہے اس سے پہلے یہ لوگ ان باتوں سے بالکل ناواقف تھے۔

حضرات! یہی وہ قوم ہے جس پر ملک عرب میں اول رحمت الہی کا نزول ہوا تھا اور پہلی بار حضور نے جب اپنی قوم کو ہدایت نامہ سنایا۔
اور فاصدع الیک کی تبلیغ فرمائی تھی اس کیفیت کو مولانا حالی نے ایک شعر میں ادا کر دیا ہے ع وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی عرب
کی زمین جس نے ساری ہلا دی۔ یہ وہ آواز تھی کہ تمام سادات قریش کے دلمیں گھر کر گئی اور آگے پیچھے سب کے سب دائرہ اسلام میں داخل
ہوگئے۔ حضرات آپ ہی نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا اور آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ اسلام چار دانگ عالم میں پھیل گیا۔ آج
بھی آپ سے زیادہ کوئی مستحق نہیں ہے کہ آپ اس وقت تمام عالم کو دعوت اسلام دیں اور تمام مسلمانوں کو جسد واحد کر دیں۔ اس لئے
میں چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے آپ اپنی اصلاح کریں اور پھر تمام مسلمانوں کی۔ ظاہر ہے کہ نصیحت اس شخص کی کارگر ہوا کرتی ہے۔ جو خود
کامل ہو نیز یہ کہ وہ نسبی و حسبی حیثیت سے ذی وجاہت ہو تاکہ لوگ اس کی آواز کو غور سے سنیں اور نسبی و حسبی حیثیت میں جلد تقویٰ و
طہارت اور روحانی قوت سے ہوا کرتی ہے۔ مال و جاہ سے نہیں ہوتی۔ پس مسلمانوں میں اگر کوئی گروہ خاندانی حیثیت سے ذی وجاہت اور
ذی اثر ہوسکتا ہے تو وہ سادات قریش ہیں۔ کیونکہ یہی لوگ رسول خدا کے قبیلہ کے لوگ ہیں۔ ابتداء اسلام سے یہی لوگ ہدایت کا کام
کرتے چلے آئے ہیں۔ آج بھی انھیں ایسی ہستیاں ہیں جنکی مقناطیسیت سے ایک عالم مسخر ہے اس دور انحطاط میں آپ ہی میں سے ایک جماعت
ہونی چاہئے جو بلاخوف لومۃ لائم مخلوق خدا کی ہدایت کیلئے کھڑی ہوجائے اور جو تفرقہ مسلمانوں میں پڑا ہوا ہے اس کو مٹا کر سب کو ایک
مرکز پہ قائم کر دے۔ **حضرات!** "ندوۃ القریش" کے قائم کرنیکی یہی غرض ہے مجھے اپنی قوم کی حالت دیکھہ دیکھکر سخت
تکلیف ہوتا تھا اسی بنا پر چند سال ہوئے کہ میں نے "ندوۃ القریش" کے قیام کی ضرورت ظاہر کی تھی۔ الحمدللہ کہ وہ میری تحریک مقبول ہوئی
اور آج ہم سب اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ ندوۃ القریش کی بنیاد رکھی جائے۔ آپ حضرات نے اس جلسہ کی صدارت کیلئے منتخب فرمایا ہے۔ یہ
بڑا بھاری بوجھ میرے سر پر ہے۔ بمصداق آسماں بار امانت نتوانست کشید، قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند، میں خداوند دو عالم

سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میری مدد فرمائے اور ہمارا ندوہ رسول خدا کے قبیلہ و خاندان کی بہبودی و اصلاح اور انکی دینی و دنیوی ترقی کے لئے کربستہ ہو جائے۔ حضرات! میں جس قوم کی جماعت بنانا چاہتا ہوں اس قوم کی کتاب کا شیرازہ اور اس کے اوراق منتشر حالت میں ہیں اور طرہ یہ ہے کہ ہر ہر فرد اس قوم کا اپنے اپنے خیالات میں مست نظر آتا ہے قوم کی بہبودی کا قطرہ بھی ولیں نہیں آیا ان سب کو ایک مرکز پر لانا اور ان میں اتحاد و یگانگت پیدا کرنا سوائے مدد خداوندی نہیں ہو سکتا۔ ان کی حالت تو یہ ہے ،

نہ علمی شوق کچھ باقی نہ میراث پدر انمیں سیادت رکھئی لے ایکے طبع ناز پرور میں

صفائی قلب کا ہم سے سبق لیتا تھا اک عالم نہ تھا مہر فلک سے کم ہر اک بچہ جو تھا گھر میں

نہ قومی ان کا ندوہ ہے نہ یہ مخزن ہیں علموں کے نہ روحانی ترقی ہے نہ سودا شوق کا سر میں

یہ قوم خدا کی محبوب قوم ہے آج میں اس کے **ندوہ** کا تو کلا علی اللہ **افتتاح** کرتا ہوں۔ اور مجھے خدا کے فضل سے امید ہے کہ یہ ہمارا ندوہ رسول خدا کی قوم کی اصلاح کر کے تمام اہل اسلام کی پوری پوری خدمت کریگا اور فرقہ بندی کے زہریلے اثرات کو دور کردیگا۔ **حضرات**! مجھے ندوہ کی تحریک پیش کرتے وقت یہ خیال ہوا تھا کہ مسلمانوں میں بہت سی انجمنیں ہیں اور سادات قریش میں بھی اختلافات ہیں اور انکی بھی انجمن ہے کہیں یہ ندوہ ان سے نہ ٹکرا جائے مگر جبکہ ہمارے ندوہ کی بنیاد اسلام و اہل اسلام کی بہبودی پر ہے جس قدر بھی انجمنیں ہونگی یہ ندوہ سب کا معین و مددگار رہیگا اور جہاں تک میرا خیال ہے سب انجمنیں اس کی معین و مددگار ہونگی۔ رہا یہ امر کہ انجمن قریشیاں امرتسر میں قائم ہے اور ندوہ بھی یہیں قائم کیا جا رہا ہے اور دونوں کا مقصد بھی ایک ہی ہے تو اس کے تصادم کا ضرور مجھے خیال تھا مگر یہ بھی خدشہ رفع ہو گیا۔ جبکہ میں نے خیال کیا کہ قریش کی بہبودی کیلئے ایک یہ انجمن کیا ہر ہر گھر میں انجمنیں قائم ہوں۔ ہمارا مقصد حاصل ہے، ہمارا ندوہ تمام اصلاحی انجمنوں کے ساتھ ہے اور تمام اصلاحی انجمنوں کو ندوہ کا ساتھ دینا چاہیئے ،

ہماری سب کی خواہش ہے کہ جسطرح حضور سرور عالم ؐ نے اپنی قوم کی اول تنظیم کی تھی اور آپکی قوم یعنے سادات قریش نے تمام عالم کو آپکا پیام پہونچایا تھا۔ اسی طرح پھر سادات قریش کی تنظیم ہونی چاہیئے اور دنیا میں وہ ہی پہلا سبق پھر دوہرایا جائے۔ اول را باآخر نسبتے ہست کا مضمون ہے بمصداق حدیث پاک مثل امتی کسفینۃ نوح اولہم خیر ام آخرہم ادکما قال۔ یعنے میری امت کی مثال حضرت نوح کی کشتی کی سی ہے اس کے پہلے بہتر ہیں یا پچھلے۔ ظاہر ہے کہ ہم نے حضور کو دیکھا نہیں لیکن ہم صدق دل سے یقین کرتے ہیں کہ حضور سرور عالم ؐ خدا کے بھیجے ہوئے رسول تھے جو تمام عالم کی ہدایت کیلئے تشریف لائے تھے۔ نیز ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ حضور نے اپنے فرائض کی تبلیغ کے بعد اس کی ذمہ داری ہمارے سروں پر ڈالی ہے لیکون الرسول شہیدا علیکم وتکونوا شہداء علی الناس اس پر دلیل ہے ،

اگر آج ہم اس دور پُر فتن میں سختی کے ساتھ حضور کے اسوۂ مبارک پر عمل نہیں کرینگے اور اعتصام بحبل اللہ نہ کرینگے تو ہم کس طرح اس بشارت کے مستحق ہو سکتے ہیں تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر شہید۔ حضرات! استکے فادکی داستان

گو تکلیف دہ ہے لیکن غور فرمایئے کہ ہمارے پڑھے لکھے لوگ دو طبقوں میں نظر آتے ہیں۔ ایک مغربی تعلیمیافتہ دوسرے مشرقی علوم کے تعلیمیافتہ۔ افسوس ہے کہ دونوں پر مغربیت نے اثر کیا ہے۔ مغربی تعلیمیافتہ حضرات کے یہ خیالات ہیں اور وطن پرستی پر بہ رم دے رہے ہیں۔ آج مذہب صرف وطن پرستی پر نظر آرہا ہے۔ بڑے بڑے لوگ اس کا سبق دے رہے ہیں جو سخت عبرتناک واقعہ ہے۔ بقول شخصے ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے۔

حضرات! ہمارا اصلی وطن وہ ہے جہاں سے ہم آئے ہیں اور جہاں ہمکو جانا ہے یہ ہمارا وطن نہیں ہے جہاں ہم پیدا ہوئے اور زندگی بسر کی اور مرگئے بقول علامہ اقبال، طارق چو برکنارۂ اندلس سفینہ سوخت، گفتند کار تو زنگاہ خرد خطا است، دوریم از سواد وطن باز چوں رسیم، ترک سبب ز روئے شریعت کجا روا است، خندید دست خویش بشمشیر برد و گفت، ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست،

حضرات! ہم ملک عرب میں پیدا ہوئے پھر تمام ملکوں میں پھیل گئے اور سب ملکوں کو اپنا ہی ملک تصور کرنے لگے۔ یہی ہم کو خیال رکھنا چاہیئے ،مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا۔

حضرات آپ خیال فرمائیں کہ کسی نے حضرت سلمان سے دریافت کیا۔ کہ آپ کا وطن اور آپکا نسب؟ آپ نے ارشاد فرمایا سلمان ابن اسلام ابن اسلام ابن اسلام،

ادھر ہمارے پرانے تعلیم یافتہ ذرا ذرا سی بات پر کفر کے فتوے شائع کر رہے ہیں۔ فرقہ وارانہ تعصب اس قدر ہے کہ ایک دوسرے مسلمان کی تکفیر کر رہا ہے اور اسے نقصان پہونچانے میں بھی دریغ نہیں کرتا بلکہ ثواب سمجھتا ہے،

جب ہماری یہ حالت ہو رہی ہے تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ ہم سادات قریش کھڑے ہو جائیں اور امت رسول کی اصلاح کریں ضرور ہمارا یہ فرض ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آپ اس کیلئے نہ کھڑے ہوئے تو قیامت کے دن آپ سے اس بارہ میں سوال ہوگا۔ کہ آپ نے امت رسول کی کیا خدمت کی، وسوف تسئلون اسپر شاہد ہے،

حضرات! میں آپکے اس اجتماع کو خدا کی ایک نعمت سمجھتا ہوں بشرطیکہ آپ صدق دل کے ساتھ امت رسول کی عموماً اور قوم رسولؐ کی خصوصاً اصلاح و بہبودی کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ اگر میں اور آپ ان پاک ارادوں پر قائم رہے تو مجھے یقین ہے کہ خداوند عالم ہماری کوششوں کو ضرور بارور کریگا۔

آیئے اب سوچیں کہ ہمکو کیا کرنا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہر قریشی کو چاہیئے کہ اپنے اوقات میں سے مستقل طور سے ایک وقت قوم کی خدمت کیا اسلام کی خدمت کیلئے وقف کردے۔ جب ہماری قوم کے تمام افراد اس کیلئے تیار ہو جائیں گے اور ہر شخص کچھ نہ کچھ خدمت کرنے لگے گا۔ تو پھر دیکھیئے کہ کس قدر ہمارے کام میں تنظیم ہو جائیگی،

ہمیں چندے کی ضرورت نہیں ہے جب ہمارا کام چل پڑیگا روپیہ خود بخود آنے لگیگا۔ دوسرا قدم ہمکو اس طرف اٹھانا چاہیئے کہ جو مالدار لوگ ہیں ان سے زکوٰۃ دینے کا عہد لیا جائے ہر ہر صوبہ کے قریشی حضرات اس کی کوشش کرکے صوبہ وار بیت المال قائم کریں

تاکہ اس صوبہ کے جس قدر قریشی غریب ہوں اس سے انکی امداد اور ان کے بچوں کی تعلیم کا انتظام ہوسکے ۔

تیسرا قدم ہم کو ایک اور اٹھانا ہے اور وہ الحمد للہ کہ اٹھا ہوا ہے۔ یعنی اپنی قوم کا اخبار ہونا چاہیے وہ اخبار "**القریش**" کانی ہے جو **باحسن وجوہ قوم کی خدمت** کر رہا ہے۔ اس کو **ترقی** دینا ہر **قریشی** کا فرض ہے۔ یہی ایک ذریعہ قوم کو متحد بنانے کا ہے۔

چوتھا قدم یہ ہوگا کہ ہر شہر اور ہر صوبہ میں **ندوۃ القریش** کی شاخ ہو جہاں مختصر طریقہ سے ایک "**دارالمطالعہ**" ہو اور ایک **پنچائت** قریشیوں کی قائم ہو۔ مگر اس وقت تو ہماری توجہ "**ندوۃ القریش**" کی سکیم کو مقبول بنانے میں صرف کردینی ہے۔ خداوند عالم مسبب الاسباب ہے جو ہمارے نیک ارادوں کی تکمیل کریگا۔

ہم کو مایوس نہ ہونا چاہیئے جس طرح اللہ تعالٰے نے ہمارے دلوں میں یہ خیال مستحکم کردیا ہے ہمیں یقین ہے کہ ہمارے ندوہ کے تمام مقاصد پورے ہوتے رہینگے ، اس تمام خطبہ کو ختم کرنے کے بعد میں **سرکار نظام** خلد اللہ ملکہ کی خدمت میں ایک نظم ندوہ کی طرف سے پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے ،

خطاب بہ گیہاں خدیو دودمانِ عالی نسب سلطان ابن سلطان

حاتم زمان سکندر دوران حضور نظام عالیمقام خلد اللہ ملکہ

فیض سے سرکار کے ایسا ہوا کچھہ اہتمام ۔۔۔ بن گیا ملکِ دکن اسلام کا دارالسلام

ہوگئے ساماں جیسے تھے کبھی بغداد میں ۔۔۔ دجلہ علم و فن کا اب بہنے لگا ہے صبح و شام

شرح احمدؐ کے موافق فیصلے ہونے لگے ۔۔۔ آپ ہیں جس دن سے زیب مسندِ شاہِ نظام

ہو اب اپنی قوم کی جانب توجہ کچھہ ضرور ۔۔۔ اس کی پستی میں نہیں باقی رہا ہے کچھہ کلام

قوم ہے یہ آپکی جو سید الاقوام ہے ۔۔۔ جو رہی صدیوں تلک ہے حافظِ بیت الحرام

اب بھنور میں آگئی ہر قوم کی کشتی شہا ۔۔۔ نا خدا سرکار ہوں تو بچ سکیگی لاکلام ،

گر نہ کی سرکار نے اس قوم پر چشمِ کرم ۔۔۔ تو جہالت ہند میں کام ان کا کردیگی تمام

ندوۂ قریش پہ ہو لطف و کرم کی اب نگاہ — سرپرستی آپکی ہوگی تو بن جائیگا کام

اہل حل و عقد سارے متفق اس پر ہوئے — ابتدائی جلسہ امرتسر میں ہو با احتشام

قوم قریش کی ہوئی ہے آج پوری آرزو — ہو گیا ہے آج امرت سر میں ندوہ کا قیام

بعد ازاں ملکِ دکن میں سب قریشی جمع ہوں — صدر جلسہ کے بنیں واں حضرتِ والا مقام

سرپرستی قوم کی سرکار نے کر لی اگر! — پھر یقیناً حسب سابق سب کی یہ ہوگی امام

ہو توجہ عرض پر عباسی مہجور کی
کام بن جائے ہمارا آپ کا ہو جائے نام

فرید احمد عباسی

ندوۃ القریش کے مقاصد

(۱) تبلیغ و اشاعت اسلام

(۲) انسداد رسوم قبیحہ

(۳) تعلیمی معاشری، اقتصادی اور زراعتی ترقی کے وسائل پر عمل،

(۴) اتحاد و یگانگت، اخوت و مروت، صلہ رحمی و ایثار، استقلال و ثبات، حسن اخلاق، احسان اور ہمدردی و رواداری کی خو پیدا کرنا،

(۵) اعمال حسنہ سے روابط و ضوابط باہمی مستحکم و استوار کرنا،

(۶) قومی تنظیم،

(۷) غیر مستطیع مستحقین کی مناسب امداد و اعانت؛

میری سرگذشت

(قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کے ذاتی حالات)

نمبر ۶

ایک ہفتہ تک کوئٹہ میں قیام کرنے کے بعد یکم جولائی ۱۹۴۶ء کو بروز آیت وار زہری کے لئے ہم واپس روانہ ہوئے، اور قلات کی راہ سے شاہ بیگ زئی پہونچے،

تھوڑے ہی روز بعد یوسف خاں کی شادی شاہ بیگ زئی کے قمبرانی خاندان میں خاتون عفت پناہ حور بی بی سے ہوئی، ملکی دستور کے مطابق اظہار شادمانی کے لئے شادی سے چار پانچ روز قبل صبح اور بعد دوپہر دونو وقت "چاپ" یعنی جھمر کا کھیل جاری رہا۔ نیچارہ اور بیندران کے لوگ "چاپ" کھیلنے میں بہت مشاق ہیں،

مختلف عمر کے پچاس ساٹھ اشخاص دائرہ کی صورت میں دست افشانی کرتے ہوئے مخصوص وضع پر رقص کرتے ہیں اور مرکز میں مراسی کھڑا ہو کر ڈھول پیٹتا ہے، براہوی زبان میں اسے "چاپ" کہتے ہیں،

خوشی کی اس تقریب پر سردار گوہر خاں اور علاقہ کے دیگر سرداران و معتبرین بھی چاپ کھیلتے رہے ایک دن میں نے بھی اس خوشی میں حصہ لینے کی غرض سے سردار گوہر خاں کے ساتھ قریباً آدھ گھنٹہ تک چاپ کھیلا۔ اگرچہ میں پوری طرح نہیں جانتا تھا۔

بعض اوقات بعض قسم کے توہمات بھی کبھی حقیقت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ ایک عجیب روائت ہے کہ جس قمبرانی گھرانے میں یوسف خاں بیاہا گیا۔ انکی جائداد غیر منقولہ از قسم آب و اراضیات و باغات کا اس سے پیشتر جو مالک ہوا وہ زیادہ عرصہ تک سلامت نہیں رہا۔ چنانچہ اس وقت بھی اس خاندان کا کوئی مرد اس جائیداد پر بدوں مستورات کے قابض نہیں اور اب بہ لحاظ تعلقاتِ قرابت وہ تمام تر جائداد یوسف خاں کے نام پر ہی اگر ضرورت ہو تو منتقل ہو سکتی ہے،

براہوی اقوام میں عام طور پر شادی اس وقت کی جاتی ہے، جبکہ ضروری اخراجات مہیا ہو جائیں، شادی قریباً بلوغت کے بعد کیجاتی ہے۔ متمول گھرانوں میں دولہا کی عمر قریباً بیس سال اور غربا میں اس سے زیادہ ہوتی ہے، عام طور پر اسباب کو ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ دلہن عمر میں چار پانچ سال کم ہو، قریبی رشتہ داروں میں بچوں کی منگنیاں بہت ہی کم تعداد میں ہوتی ہیں۔ اعلیٰ اور متوسط جماعتوں میں تعدد ازدواج غیر معمولی نہیں، امرا وارث پیدا کرنیکی خواہش سے متاثر ہو کر متعدد بیویاں کرنے میں یا کسی با اثر خاندان کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کی غرض سے،

غربا میں تعدد ازدواج مجبوراً عمل میں آتا ہے جبکہ از روئے رواج متوفی کے بھائیوں یا رشتہ داروں کو لازماً اس کی بیوہ سے شادی کرنی پڑتی ہے۔ کنیزوں و لونڈیوں کے ساتھ مباشرت رواجاً جائز ہے لیکن زیادہ عمل میں نہیں آتی۔ کیونکہ ایسی تعلقات کی اولاد معاشرتی طور پر حقارت سے دیکھی جاتی ہے اور وراثت سے خارج سمجھی جاتی ہے۔ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ شادی کو ترجیح دیجاتی ہے کیونکہ اول بدل آسانی سے ہو سکتا ہے اور دلہن کا "لب" (زر معاوضہ) اگر ادا کرنا ہو تو کمتر ہو سکتا ہے، جو فریقین پیشتر سے واقف ہوتے ہیں، ان کے باہمی تعلقات شادی کے رشتے سے مضبوط ہو جاتے ہیں۔ بیوہ کے نکاح ثانی پر کوئی رسوم نکاح کے سوائے نہیں ہوتیں، سابقہ ایام میں دولہن کی قیمت (لب) نہ مانگی جاتی تھی اور نہ ادا ہی کیجاتی تھی، اور اب بھی معزز قبیلے لڑکی کی قیمت کا مطالبہ کرنا توہین خیال کرتے ہیں، غربا میں لڑکیوں کی قیمت طلب کیجاتی ہے۔ یہ قیمت فریقین کی حیثیت اور لڑکی کی عمر اور اوصاف کے لحاظ سے تین سو سے لیکر پانچسو روپیہ تک ہوتی ہے، جو کبھی نقد کبھی بھیڑوں بکریوں اور اونٹوں کی شکل میں اور کبھی اراضی کی صورت میں ادا کیجاتی ہے، بیوہ کی قیمت کنواری لڑکی کی قیمت سے عموماً نصف ہوتی ہے، غیر معجل مہر تسلیم کیا جاتا ہے اور عموماً طلائی مہروں میں نکاح سے پہلے مقرر کیا جاتا ہے اور فریقین کی حیثیت کے لحاظ سے گیارہ روپے سے لیکر تین سو روپے تک ہوتا ہے،

لڑکیوں کے اول بدل[۱] کا طریقہ قبائل میں رائج ہے، ایسے معاہدے عموماً قریبی رشتہ داروں تک محدود ہوتے ہیں، عام طور پر شادی کے اخراجات فریقین کی حیثیت کے لحاظ سے سو روپیہ سے لیکر پانچسو روپے تک ہوتے ہیں، سوائے "زرلب" کے جس کا بار دولہا پر پڑتا ہے، دولہن کے والدین عموماً اس کو ایک جوڑہ پارچات، چند زیورات، بستر اور کچھ خانہ داری کا سامان دیتے ہیں، دولہا کو بھی ایک جوڑہ کپڑوں کا دیا جاتا ہے۔ امیر گھرانے دولہن کو زیادہ جوڑے دیتے ہیں، بہتر زیورات اور عمدہ سامان خانہ داری بھی،

براہوئیوں میں طلاق کا رواج عام نہیں، البتہ ادنے جماعتوں میں رائج ہے جو بعض اوقات خفیف وجوہات پر ہی طلاق دیدیتے ہیں۔ عام طور پر جونہی کہ لڑکی کام کاج کے قابل ہو جاتی ہے تو اس کے والدین اس کو مویشی چرانے کے لئے بھیجدیتے ہیں علاوہ ازیں اس سے معمولی فرائض خانہ داری کا کام بھی لیا جاتا ہے۔

براہوئیوں کی اصطلاح میں جسے "لب" کہا جاتا ہے۔ افغانوں میں اسے "وَلوَر" کہتے ہیں۔ افغانوں کے رواج کے مطابق جونہی کہ لڑکی سیانی ہو جاتی ہے یا سمجھدار عمر تک پہونچتی ہے تو اس کا باپ مجلس عام میں بہ لحاظ اس کی خوبصورتی یا بلحاظ سلیقۂ خانہ داری کے اس کی تعریف کرتا ہے اور جو اشخاص بیوی کے ضرورتمند ہوں ان سے درخواستیں طلب کرتا ہے، زیادہ دولت مند اور معزز افغان بھی اس رواج سے بہت کم مستثنیٰ ہیں۔ لڑکی کو ایک ایسی انسانی جائداد سمجھا جاتا ہے کہ زیادہ بولی دہندہ کے ہاتھ اس کو نیلام کیا جاتا ہے

بعض اوقات صرف امید پر ہی کہ لڑکی ہوگی ناپیدا شدہ لڑکی کی منگنی کر دیجاتی ہے اور اس قسم کا وعدہ خصوصیت

[۱] یعنی زر نقد کا لفظ ہے۔ [۲] بخاری میں "وتوشتا" کہتے ہیں۔

کے ساتھ قابل پابندی سمجھا جاتا ہے ،

براہیوں میں یہ رواج عام ہے کہ کسی خونبہا یعنی معاوضہ خون میں لڑکی کا ناطہ دیا جاتا ہے۔ لیکن بلوچ اقوام میں یہ کثرت کے ساتھ مائج نہیں ، طبقہ عوام کے براہیوں میں بیوی کے لئے صرف پانی لانا۔ کھانا پکانا اور معمولی فرائض خانہ داری ہی ادا کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ ان کے علاوہ وہ ریوڑ کو چرانی اور شوہر کے گھوڑے کے لئے سائیسی کے لوازم بھی ادا کرتی ہے۔ اور کاشت کے کام میں بھی مدد دیتی ہے خصوصاً درو فصل کیوقت ،

علاقہ ژوب کے افغانوں کے فرقہ جعفر میں یہاں تک رواج ہے۔ کہ شادی شدہ عورت نہ صرف اپنے شوہر اور اپنی بچوں کے لئے ہی پارچات پوشیدنی حاصل کرنے کے ذرائع مہیا کرے جسمیں اس کا شوہر اسے روپے سے یا کسی دوسری طریق سے کوئی مدد نہیں دیتا بلکہ وہ یہ توقع بھی رکھتا ہے کہ اس کی بیوی لڑکیاں ہی جنے ، جو اپنی ماں کیطرح اچھی قیمت دلائیں۔ عام طبقہ کے افغانوں میں بیوہ جائداد کا ایک جزو یا حصہ سمجھی جاتی ہے ، اور بیٹے کے لئے یہ کوئی خاص بات نہیں کہ وہ مقررہ "ولور" حاصل کرنے کے بعد بیوہ ماں کا ہاتھ ولور ادا کرنیوالے کے ہاتھ میں دیدے ،

یہودیوں کیطرح افغان بھی کنواری لڑکیوں کے منسوب لڑکوں کے ساتھ ملنے میں کوئی مضائقہ نہیں جانتے۔ لیکن براہی اور بلوچ قطعاً اس کے خلاف ہیں۔ اور ہرگز اجازت نہیں دیتے ،

براہی اقوام میں زنا کی سزا قتل ہے اگر سیاہ کار اور سیاہ کارہ دونو قتل کر دیئے جائیں تو بہ رواج ملک کے مطابق ان کے ورثا کوئی دعویٰ نہیں کرتے۔ کیونکہ رواجاً ایسا دعوٰے قابل سماعت نہیں سمجھا جاتا اور یہ عدیم النظیر سوشیل خوبی ہے جو براہیوں میں پائی جاتی ہے۔

عرب کا دستور تھا کہ نوشاہ شادی کے بعد تین دن تک سسرال میں رہتا۔ عربوں کے اتباع عمل میں یہ رواج اب تک براہی اقوام میں بھی موجود ہے کہ شادی کے بعد دولہا تین دن تک سسرال میں رہے چنانچہ اس مقصد کے لئے کچھہ فاصلہ پر دولہا اور دلہن کی رہائش کے لئے ایک علیحدہ گدان نصب کیا جاتا ہے اور بعض اوقات ایک علیحدہ مکان اس مدعا کے لئے مختص کر دیا جاتا ہے

انگریزوں میں شادی کے بعد "ہنی مون" منانے کا رواج ہے جو عموماً نزدیک اور بعض اوقات کسی دور مقام پر جاکر، لیکن تعداد ایام مقرر نہیں ،

افریقہ کی وحشی اقوام میں شادی کے بعد پندرہ دن تک تخلیہ کی رسم ہے جسمیں دولہا اور دلہن علیحدہ رہتے اور خوشی مناتے ہیں ،

بادی النظر میں یورپ اور ہندوستان کی غیرمسلم اقوام میں ایک ہی بیوی پر قناعت کرنے کا رواج ہے۔ لیکن تعدد ازدواج نے مقتدر براہی اور بلوچ اقوام کے گھرانوں کی معاشرتی زندگی کو مستحکم اور مضبوط بنا دیا ہے اور اس رسم پر نکتہ چینی کرنے سے پیشتر بعض ممالک کے اس قدیم زمانہ پر نظر ڈال لینی چاہیئے جسمیں ایک ہی عورت کل خاندان کی بی بی ہوتی تھی یا اسی زمانہ کی ہندوستان

کی ان غیر مسلم اقوام کو دیکھ لینا چاہیئے جن میں آج بھی ایک عورت کئی بھائیوں کی بی بی ہوتی ہے ،

یہ امر واقع ہے ہو کہ مشرق کے مسلمانوں کی خانگی زندگی اس قدر دلچسپ ہے ۔ کہ انہیں رات کو کسی اور قسم کی تفریح کے لئے اپنے گھروں سے باہر جانیکی ضرورت نہیں رہتی ، البتہ ان میں سے بعض جب یورپ کا سفر کرتے ہیں ۔ اور وہاں کی راتوں کی چہل پہل دیکھتے ہیں تو وہ بہت ہی متعجب ہوتے ہیں اور وہ اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مغرب کے باشندوں کو اپنے گھروں میں کوئی دلچسپی نہیں ہے جسکی وجہ سے وہ بازاروں قہوہ خانوں تھیٹروں اور سینماؤں میں اپنا وقت گذارتے ہیں ،
کہا جاتا ہے کہ ایک موقعہ پر بغداد کے ایک تاجر نے جو یورپ کے کئی دار السلطنت دیکھ چکا تھا اسی بنا پر یہ نتیجہ نکالا کہ یہ طرز معاشرت ایک دردناک نتیجہ ہے ایک ہی شادی کی رسم کا ۔

قاضی تنظیر حسین فاروقی
ریٹائرڈ مستوفی

گوجرانوالہ
یکم ستمبر ۱۹۳۰ء

فیصلہ ثالثی کی حرف بحرف نقل

After hearing Parties, examining record and obtaining necessary evidence we hold that :- (1) We are not in position to say that Mr. Mohd Ali Raunaq had embezzled money of Anjuman Kureshian-i Hind.

(2) Mr Anayat Ali had grounds to suspect embezzlement but his language is unhappy. We regret to note that to some extent it is due to the negligent and irregular Conduct of Anjuman's proceedings throughout.

(3) We hold that only Rs 28/1 have been accounted for out of Rs 50/- advanced to Mr. Mohd Ali Raunaq on 14/7/25 and therefore he and no one else should pay the balance to Anjuman Kureshian-i-Hind, even though he does not acknowledge the authority of this body to realise the amount from him,

(4) In view of all the Circumstances of the Case we have come to the Complaints in the Court of Mr. S.S. Dulat I.C.S. and no further action, legal or otherwise should be taken by either party on the points dealt with by us.

(5) This award should be published in [illegible] and is without any Comment.

* difference and work as a body for the welfare of their Community. Sd. S.D. [illegible] Sd. S. [illegible] 23.[illegible]

(مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی صدر ندوۃ القریش کا والا نامہ)

جناب ایڈیٹر صاحب القریش، السلام علیکم، آپ کا خط آیا۔ میری طبیعت اچھی نہیں تھی، اس وجہ سے خطبہ صدارت کو صاف نہیں کر سکا۔ آج بھیجتا ہوں،

... . کا کوئی خط میرے نام نہیں آیا۔ نہ ندوہ کے متعلق انہوں نے مجھے کچھ لکھا اور کہتے بھی کیسے، وہ تو میری حالت دیکھ ہی چکے تھے،

الحمد للہ کہ آپ پر جو الزام کیا غبن کا اتہام لگایا گیا تھا وہ دور ہو گیا۔ مجھے یہ سنکر بہت خوشی ہوئی،

جب میں امرتسر میں تھا۔ تو انہوں نے ندوہ اور انجمن کے ایک ہونے کی تحریک کی تھی، میں نے ان سے کہدیا تھا کہ میں سوچ کر جواب دونگا۔ چنانچہ جب میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو انجمن، اس کی حالت میں رہنے دیا جائے۔ میں خاموش ہو کر چلا آیا۔ اس سے زیادہ کوئی گفتگو نہیں ہوئی،

رہا علی احمد کا ممبر ہونا اس کا علم مجھے آپ لوگوں کی تحریر سے ہوا ہے، اگر ہو بھی گئے تو ندوہ کو کوئی نقصان نہیں پہونچے گا اول تو یہ لڑکے ہیں ابھی تعلیم میں مشغول ہیں۔ طلبہ کی باتوں کا کیا خیال آپ کرتے ہیں،

میں جابجا قریشیوں سے ندوہ کی تحریک کرتا رہتا ہوں، تھوڑے سے نام بھیجدیئے، بات اصل میں یہ ہے کہ چندہ مانگنا آج کل کے زمانہ میں سخت شرم کی بات معلوم ہوتی ہے۔ آپ کو کیا لوگ متہم نہیں کرتے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ آپ چندہ مانگنے سے پہلے لوگوں کو اسباب پر ایسا پیمانہ کریں کہ قوم کی خدمت کیلئے تھوڑا سا وقت ہر شخص دے اور تمام قریشی کم از کم ایک گھنٹہ رات دن میں قوم کی تنظیم کیلئے وقف کر دیں،

میں نے ندوہ تو قائم کر دیا۔ مگر یہ کام آزاد لوگوں کا ہے۔ میں صبح سے شام تک تعلیم اور مطب سکھانے میں منہمک رہتا ہوں ورنہ میں آپ کو دکھا دیتا کہ قوم میں جوش کس طرح پھیلایا جاتا ہے۔ بہر حال جو کچھ مجھ سے ہو سکتا ہے کرتا رہتا ہوں،

میرے خطوط کے دیر میں پہونچنے سے آپ بدگمان نہ ہوں میرے خیالات کو کوئی **قوت** متزلزل نہیں کر سکتی اور نہ آپ اور میں جدا ہو سکتے ہیں،

سکرٹری کا خط آیا تھا جو امور طے کرنے ہوں وہ آپ نائب صدر کی حیثیت سے طے کرکے میری اطلاع کے لئے بھیجدیا کریں اور کام جاری رکھیں، فقط فرید احمد عباسی۔

(عداوت و کدورت اور حسد کی آگ عقل سلیم کو جلاکر خاکستر بنا دیتی ہے۔ اگر دشمن اہتمام کو زندہ رکھنے کی کوشش

نہ کریں تو یہ فعل دنیا سے مٹ جائے اور سینوں سے کینوں کے بخارات نکلنے کی کوئی صورت باقی نہ رہے۔ لیکن ہمیں ان باتوں کی ذرہ بھر پروا نہیں۔ جب بڑے بڑے اکابرین ملت، معتقدین قوم اور رہنمایان ملک اس سے نجات نہ پاسکے تو ہم کون ؟

قیل ان اللہ ذو ولد   قیل ان الرسول قد کہنا
ما نجی اللہ والرسول معاً   من لسان الوری فکیف انا

خدا کو صاحب اولاد اور رسول کو جادوگر کہا گیا تو ہم کس طرح ان تہمتوں سے نجات پاسکتے ہیں۔ وکفیٰ باللہ شہیدا

(رونق)

میاں نقیر محمد اور منشی غلام مصطفےٰ کے مابین کم وبیش ۲ سال سے سخت عناد و تفریق کی صورت پیدا ہوگئی تھی، حالات یہاں تک نازک ہو چکے تھے کہ ہنگامہ خیز مقدمات کے آثار نمایاں تھے۔ برادری کے بعض معاملہ فہم احباب نے اس قضیہ کو سلجھانے کیلئے کارکنان ندوۃ القریش کو توجہ دلائی منشی غلام مصطفےٰ نے بھی براہ راست خواہش کی کہ ارکین ندوہ اس معاملہ کو ہاتھ میں لیں ورنہ مقدمات کہری ہوجائیں گے۔ لیکن اہل ندوہ نے اس بنا پر کہ فریقین ندوہ کے ممبر نہیں ہیں اس معاملہ میں دخل دینے سے انکار کردیا۔ اسپر غلام مصطفےٰ نے چندہ دیکر ممبری داخل کردی۔ دوسرے روز میاں نقیر محمد نے بھی ایسا ہی کیا۔ چنانچہ آئندہ اجلاس میں حسب سفارش خاص کمیٹی دونوں کے نام ممبران ندوہ میں منظور کرلئے گئے۔ فریقین نے معاملہ ندوہ کے سپرد کردیا اور حتمی وحلفی عہد کیا۔ کہ ہمیں نیک و بد جسطرح کا بھی فیصلہ ہوگا بلا عذر منظور ہوگا۔ چنانچہ ۱۳ اگست کو فریقین اور ان کے گواہان کی موجودگی میں معاملہ پیش ہوا۔ زبانی و تحریری ثبوت لئے گئے اور دو گھنٹہ مقدمہ پر کامل غور وخوض کے بعد اسی روز فیصلہ سنا دیا گیا کہ اول الذکر ثانی الذکر کو مبلغ دو سو روپیہ نقد تیس دن کے اندر اندر ادا کردے اور ثانی الذکر اول الذکر کی تکالیف رفع کرنے کیلئے طلاق لکھدے۔ اگرچہ یہ فیصلہ فریقین کے لئے ہی کسی خاص خوشی کا باعث نہ تھا۔ لیکن انہوں نے اسے بہ طیب خاطر قبول کرلیا۔ یہ ہے ارکین ندوہ کا اعتماد اور یہ ہے قوم کی نظر میں اس کی عظمت، ندوۃ القریش کی یہ پہلی کامیابی ہے کہ اس کی وجہ سے ایک مشکل اور اہم ترین معاملہ طے ہوا۔ اور فریقین مقدمات کی زحمتوں اور تصرفات بے جا کی کونتوں سے محفوظ رہے، الحمدللہ،

ناظرین القریش یہ سن کر خوش ہونگے کہ انکا ایک بھائی قریشی عبدالغنی سٹینو گرافر آف سکرٹری ٹو گورنمنٹ انڈیا پچھلے ہفتے اپنے عہدہ پر اپنی احسن کارگذاری کیوجہ سے مستقل کردیا گیا۔ آپ القریش کے معاون اور "ندوہ" کے ممبر ہیں، ولیس وقتی رکھتے ہیں۔ خدا روز افزوں ترقی دے،

مکرمی جناب حکیم طالب علی صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر ضلع امرتسر نے اپنے صاحبزادہ کی تقریب سگائی پر قومی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے "ندوۃ القریش" کے لئے ۱۰ روپے عطا کئے، جزاہم اللہ !

فیصلہ ثالثی

فریقین کے بیانات سننے اور کاغذات متعلقہ دیکھنے اور فرداً شہادتوں کے بعد **افسوس کیساتھ** کہنا پڑتا ہے۔ کہ انجمن پریشانِ ہند کے **کاغذات اور حساب بیضابطہ اور غفلت سے رکھے جانے** کی وجہ سے ایم عنائت علی کو غبن کا شبہ ہوا۔ لیکن زبان (جو اس کے اظہار کیلئے استعمال کیگئی ہے) **ناخوشگوار** ہے، ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ ایم محمد علی رونق کے ذمے **کوئی غبن ثابت نہیں ہوا**،

مبلغ پچاس روپے جو ایم محمد علی رونق کو ۱۴ فروری ۲۵ء کو دئے گئے تھے اس میں سے چھبیس روپے ایک آنہ کا حساب پیش کیا گیا ہے، تیئس روپے پندرہ آنے کی بقایا رقم اگرچہ وہ **انجمن مذکور کے ایسی رقم کے وصول کرنیکے حق کو تسلیم نہیں کرتا، صرف وہی نہ کوئی اور دوسرا** ادا کرے،

مقدمہ کے تمام حالات مدنظر رکھتے ہوئے ہم اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ فریقین مقدمات متدائرہ واپس لیں اور ان امور کمتعلق جن کا ہمنے فیصلہ کردیا ہے قانونی یا کسی اور قسم کی کارروائی نہ کریں،

یہ فیصلہ ثالثی الفریش اور ضیا میں بلا کسی حاشیہ آرائی کے شائع کردیا جائے، ہم فریقین سے بصد دل خواہش کرتے ہیں کہ وہ مناقشات باہمی رفع کرکے متفقہ طور پر قومی خدمات انجام دیں،

دستخط

(۱) شیخ **مہر حق** بی۔ اے، ایل ایل بی (جرنلسٹ) پروفیسر لا کالج لاہور،

(۲) چودھری، **سراج الدین احمد** ایم۔ اے، ایم او ایل، منشی فاضل، مولوی فاضل وکیل امرتسر،

واقعات و حوادث

رام پور کا دربار مسند نشینی :- ۲۵ اگست کو نواب صاحب رام پور کی مسند نشینی کی تقریب پر سر مالکم ہیلی گورنر یو پی نے نواب صاحب موصوف کی خدمت میں ایک خریطہ پیش کرتے ہوئے اپنی اور ڈسٹرکٹ کی طرف سے ہدیہ مبارکباد گذرانا۔ اس موقع پر شاندار دربار منعقد کیا گیا جس میں متعدد یورپین اور ہندوستانی اکابر و عمائد شریک ہوئے مسند نشینی کے بعد بہت سے انعامات کا اعلان کیا گیا جنمیں ۱۲ لاکھ روپیہ مالیہ اراضی کی معافی، ہمدردی اور بہبودی آب کے انتظامات کا نفاذ بھی داخل ہے،

شورش کا خاتمہ :- ضلع گجرات اور شیخوپورہ میں کانگرس کی جد و جہد انقلاب کا حیرت انگیز زندہ نمونہ تھی، جلسوں کی کثرت والنٹیروں کی بھرتی، سول نافرمانی اور خدا جانے کیا کیا عجیب و غریب حالات رونما ہو رہے تھے لیکن ان ہر دو اضلاع میں ان تمام باتوں کا جنازہ نکل چکا ہے خاموشی کا سنسان جنگل ہے، ہُو کا عالم ہے اور پھر ایسے کہ گویا کبھی کچھ تھا ہی نہیں۔ تحریک مٹ چکی، جذبات ٹھنڈے ہو گئے اور وہ تمام ولولے مٹ گئے جو چند روز قبل آسمان سر پر اٹھائے ہوئے "انقلاب زندہ باد" کے نعروں سے سوراج و آزادی کا علم ہاتھ میں لئے ہوئے تھے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ کیا یہ ہنگامی جوش کا عبرت آمیز انجام نہیں؟ فاعتبروا یا اولی الابصار،

بیروزگاری کا مقابلہ :- وزیر اعظم نے ایک مکتوب کے دوران میں لکھا کہ اسوقت تمام دنیا کی حالت ایسی ہو رہی ہے جو ہر ایک کے لئے موجب تشویش ہی ہوئی ہے تجارت کے زوال کی وجہ سے ہر ایک ملک میں بیروزگاری بڑھ گئی ہے۔ انگلستان کی حالت بھی بہت خراب ہے لیکن دوسری صنعتی اقوام سے بدتر نہیں ہمیں ان مشکلات کا جرأت اور دلیری سے مقابلہ کرنا چاہیئے،،

لندن کانفرنس :- قطعی طور پر فیصلہ ہو گیا ہے کہ گول میز کانفرنس اکتوبر کے آخری ہفتہ میں منعقد ہو گی، ٹائمز آف انڈیا بمبئی کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ کانگرس کے ڈیلیگیٹ شامل بھی نہ ہوئے تو بھی کانفرنس ضرور ہو گی۔ چنانچہ اسوقت تک مندرجہ ذیل اشخاص گول میز کانفرنس کے ممبر مقرر ہو چکے ہیں اور انہیں دعوت نامے بھی موصول ہو گئے ہیں۔ بمبئی، مسٹر ایم اے جناح سر ابراہیم رحمت اللہ، سر پرشوتم داس، سر کاوس جی جہانگیر، سر فیروز سیٹھنا اور مسٹر جیکر، بنگال، مسٹر اوین کرجی، سر پی سی مترا مسٹر جے ان لسو، سر اے فضل حق، مسٹر غزنوی کرنل گڈنی، بہار، مہاراجہ دربھنگہ، سر سید احمد باقی صوبجات کے برگزیدہ سرکاری اصحاب کو دعوت دیجا رہی ہے،

کونسل کا بھنگی ممبر :- لاہور شہر کے غیر مسلم حلقہ کیطرف سے منی بھنگی بلا مقابلہ پنجاب کونسل کا رکن بنگیا ہے۔ اس پر کانگرسی حلقوں میں بغلیں بجائی جا رہی ہیں اور اس واقعہ کو "انقلاب زمانہ" کے نام سے تعبیر کیا جا رہا ہے اسلئے کہ اس سے پہلے ایسا ہونا ناممکن تھا۔ بعض ہندو اخباروں نے اسکو مساوات پسندی کا عملی ثبوت قرار دیا ہے۔ لیکن ہم اسکو نہ انقلاب پسندی کہہ سکتے ہیں اور نہ مساوات پسندی، یہ محض عارضی اور وقتی جوش ہے اور کچھ بھی نہیں اگر یہ واقعہ ہندو جاتی میں کسی حقیقی انقلاب کا ثبوت ہے تو کیا کوئی ہندو بزرگ مسٹر منی ممبر پنجاب کونسل کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھائیں گے اور کوئی ہندو اس کے ساتھ روٹی بیٹی کا تعلق قائم کرنے کی جرأت کریگا؟

قولہ تعالیٰ

إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

تمہیں پیدا کیا گیا ایک مرد اور ایک عورت سے اور قبیلے اور کنبے بنائے گئے کہ تم پہچانے جاؤ اللہ کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے

بفرمان عالی شان سلطان العلوم ہز اگزالٹیڈ ہائی نس اعلیحضرت تاجدار دکن خلد اللہ ملکہ مدارس محروسہ کے نام

جاری ہے

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

ماہ نومبر ۱۹۳۰ء | قیمت سالانہ ۳ روپے | جلد ۲ نمبر ۱۰

(تاریخ اشاعت ہر انگریزی مہینہ کی ۱۷)

سید مولانا مولوی میر محمد عبداللہ صاحب فرحتی عباسی الہاشمی امروہوی
محقق اقوام ہند سابق دیوان دربار سیتا مئو

نعت

(از جناب محمد عباس خانصاحب سفیر افضل گڈھی)

میں نسبت سے کچھ ماسوا چاہتا ہوں — ولائے رسولِ خدا چاہتا ہوں

تعلق دو عالم کا اک وسوسہ ہے — میں عشق شہِ دوسرا چاہتا ہوں

بڑھے رات دن دردِ عشق نبیؐ کا — کہ میں درد ہی سے دوا چاہتا ہوں

بتادے مجھے آئینہ روئی — میں حیرت میں کیا دیکھنا چاہتا ہوں

کسی کا سہارا، سہارا نہیں ہے — فقط آسرا آپ کا چاہتا ہوں

میرے ساتھ عالم کی دشواریاں ہیں — دعا کیجئے دعا چاہتا ہوں

ثباتِ دو عالم حقیقت نہیں ہے
سفیر اعتبارِ وفا چاہتا ہوں

شذرات

"عرفان" کی برادرانہ توجہ

معزز معاصر "عرفان" اپنی اکتوبر کی اشاعت میں صفحہ ۱۷ پر "القریش" کے عنوان سے ۱۰ صفحات کے ایک طویل مضمون میں رقمطراز ہے کہ "القریش کی پالیسی معاندانہ پالیسی معلوم نہیں ہوتی۔"

اور مراسیوں کی قرشیت کی تردید اسی رسالہ میں دیکھی گئی۔ لیکن طرفین کے دلائل کلی طور پر نظر سے نہیں گذرے۔ لہٰذا میرے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہے، مگر ایک خیال پیدا ہوتا ہے کہ مراسی (گانے بجانے والی قوم) باین حیثیت کہ مراسی قرشیت سے کوئی منافات نہیں رکھتا۔ ہر سلسلہ کہ قریش ایک اسم جامع ہے۔ جو متعدد خاندانوں پر حاوی ہے۔ یعنی اس شجر کی بہت سی شاخیں ہیں۔ اسی کثرت پر نظر کرتے ہوئے اس قبیلہ کو قریش کہا جاتا ہے، کیونکہ قرش اس مچھلی کو کہتے ہیں جو سب سے بڑی ہوتی ہے، اور یہ قبیلہ بھی دیگر قبائل سے کثرت میں بڑھا ہوا تھا۔ اس لئے قریش کہلاتا ہے۔ ان میں اچھے بھی تھے برے بھی، وضیع بھی شریف بھی، اعلیٰ بھی، ادنیٰ بھی، ان میں گانیوالے بھی تھے اور ان میں ذوات الاعلام (جھنڈے والیاں) بھی تھیں، پس لوگوں کی اولاد اگر ہندوستان میں اگر اپنے قدیم پیشہ کی عامل ہو تو قرشیت کے انتساب سے معلوم نہیں ان میں کونسا سرخاب کا پر لگ جائے گا۔ یہ تو ایک بوالہوسی ہے اور خیالی تفاخر جو اصلیت سے قطعاً مبرا ہے۔ اگر وہ واقعاً قرشی بھی ہوں تو پھر اس سے حاصل؟ اور اگر تاریخی حیثیت سے بھی یہ انتساب غلط ہو تو پھر تو یہ دعویٰ حماقت بالائے حماقت ہے۔" یہ الفاظ ہیں معاصر "عرفان" کے، فرمائیے آپ کیا سمجھے؟

اس کے بعد آپ نے چند صفحات خطبہ صدارت کے تبصرہ میں لکھے ہیں اور یہ افسوس کرتے ہوئے کہ "قرشی حضرات نے کبھی بنو فاطمہؓ کی فضیلت کا قولاً فعلاً اعتراف نہ کیا۔ اور جہاں کہیں بنو فاطمہؓ یا آلِ علیؑ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کا طریقہ نہایت خشکی لئے ہوتا ہے" لکھا ہے کہ "زیبا دلی یہ تھی۔ کہ انجمن قریش (ندوہ) میں بنو فاطمہؓ کو سب سے پہلے شرکت کی دعوت دیجاتی، مانا کہ وہ مذہباً مختلف ہیں۔ لیکن اختلافِ مذہب ان کو قرشیت سے خارج نہیں کرسکتا۔ بلکہ اس دعوت سے ایک بہت بڑے فتنے کا سد باب ہوجاتا۔ البتہ اگر سادات اس کی شکائت کریں تو بالکل جائز ہے اور اب اگر کہنے پر دعوت دیجائے تو وہ لطف نہیں آسکتا جو پہلے آجاتا۔"

ان سطور کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ "حاشا وکلا مناظرہ یا مجادلہ مطلوب نہیں۔ ایک آزادانہ و مودبانہ اظہار خیال ہے، میں بذات خود اس معزز معاصر کی قومی خدمت اور مرنجاں مرنج پالیسی کی قدر کرتا ہوں۔"

ہم حیران ہیں کہ معاصر موصوف کو اس تبصرہ میں ان الفاظ کی کہ "القریش کی پالیسی معاندانہ پالیسی معلوم نہیں ہوتی، لکھنے کی کیا ضرورت محسوس ہوئی۔ اگر ان کے خیال میں معاندانہ پالیسی کوئی بہترین وصف ہے اور اس وصف کا قومی وملی اور ملکی اصلاح کے لئے موجود ہونا ضروری ولابدی ہے، تو ہم اس سے معرا رہنا ہی موجب فخر سمجھتے ہیں، اور اگر ان الفاظ میں کوئی راز مضمر ہے تو اس کے سمجھنے سے ہم قاصر ہیں،

سادات قریش کی نسب اور اس کی خاندانی فضیلت وعظمت پر کسی بحث کی ضرورت نہیں، تحفظ نسب اس کا فرض اولین رہا ہے اور اسی فرض کی ادائیگی میں مرابست کے ادعائے باطلہ کی تکذیب پر پورا زور صرف کر دیا گیا ہے، اگر اس خیال سے کہ قریش میں کا نوالے بھی تھے اور ذوات الاعلام ہی، تحفظ نسب سے پہلوتہی کیجاتی۔ تو دنیا میں "سادات قریش" کے صحیح خاندانوں کا پتہ تک نہ چل سکتا اور وہ مخلوط ہو ہو کر بے نام ونشان ہو جاتے، اور وجعلنٰکم شعوباً وقبائل لتعارفوا کی خلاف ورزی کا صریح ارتکاب ہو جاتا۔ اس مضمون میں واضح طور پر معاصر موصوف نے اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا۔ کہ اس کےمتعلق آپ کی صحیح رائے کیا ہے، اور القریش کی اس خدمت کو جو محض تحفظ نسب وناموس کیلئے کیگئی ہے کس نظر سے دیکھتے ہیں،

خطبہ صدارت کے متعلق جو سطور آپ نے سپرد قلم کی ہیں ہم انہیں نظر انداز کرتے ہیں اور اس بحث میں جانا نہیں چاہتے۔ البتہ یہ افسوس کہ قریشی حضرات نے کبھی بنو فاطمہ کی فضیلت کا قولاً فعلاً اقرار نہ کیا اور جہاں کہیں بنو فاطمہ یا آل علیؑ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ہر کا طریقہ نہایت غلطی لئے ہوتا ہے" محض الزام ہے اور یہی وہ باتیں ہیں جو باہمی تفریق کا موجب ہیں اور نفرت وحقارت کی خلیج وسیع کر رہی ہیں، اور نہ اس کا دلیل ومبرہن ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اگر یہ کہا جائے کہ سادات کرام اپنی مخصوص فضیلت و برتری کی وجہ سے قریش سے شریک کار ہونا عار سمجھتے ہیں اور قریش کو ذرا غیر نظروں سے دیکھتے ہیں تو زیادہ موزوں ہوگا۔ "انجمن سادات" مدت سے قائم ہے، اسے کبھی اسبات کا خیال تک بھی نہیں ہوا۔ کہ اس میں کبھی قریش کو بھی یاد کر لیا جائے، باہم ملکر کام کرنے اور اصلاحی امور میں متفقہ ومتحدہ مساعی عمل میں لانے میں اگر کوئی امر مانع ہے تو وہ صرف یہ کہ سادات کرام اپنے آپ کو مذہباً جداگانہ خیال کرتے ہیں، بحالیکہ قریش بھی اسی مذہب کے پیرو ہیں جس کے سادات کرام، عقیدہ کا اختلاف کوئی ایسا اختلاف نہیں کہ بھائی سے بھائی جدا ہو جائے، اور ان میں اس قدر نفرت وحقارت پیدا ہو جائے کہ وہ قومی وملی مفاد کی باتیں بھی باہم ملکر نہ سوچ سکیں، باقی رہا "ندوۃ القریش" کی فراخدلی اور تنگدلی کا مسئلہ، یہ اعتراض اس لئے جائز نہیں۔ کہ آپ نے اس کے قواعد وضوابط ملاحظہ کئے بغیر یکطرفہ فیصلہ صادر کر دیا ہے، سادات سید القریش ہیں، قریش کا فخر ہیں، لہٰذا کسی طرح بنو فاطمہ سے علیحدہ رہنا نہیں چاہتے، ندوۃ القریش نے ہر قریشی اور ہر سید کو شمولیت کی دعوت دیدی ہے، اس نے کسی بھائی کے لئے بھی جو قریش کی ذریات سے تعلق رکھتا ہو شرکت کے دروازے مسدود نہیں کئے، برادران سادات آئیں، ہم انہیں شوق اور محبت ومودت کے ساتھ امتیازی جگہ دینے کے لئے تیار ہیں، کیا "عرفان" کے مدیر حکیم سید ذاکر حسین صاحب اختر ندوہ کی رکنیت قبول کرنے میں سبقت کرینگے؟ اور اپنے بھائیوں کو ترغیب دینگے کہ وہ "ندوۃ القریش" میں شریک ہو کر قومی خدمات کی انجام دہی میں حصہ لیں،

اخیر میں ہم معاصر موصوف کے ان الفاظ پر جو آپ نے القریش کی قومی خدمات کے متعلق سپرد قلم فرمائے ہیں دلی شکریہ ادا کرتے ہیں،

اعلحضرت کی رحم دلی

اعلحضرت حضور نظام شہریار دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی رحمدلی ونیک نفسی لائق صد ستائش اور قابل ہر تعریف ہے آپ رعایا برایا کی فلاح وبہبود، آرام وآسائش اور فارغ البالی کی تدابیر

پر شاہانہ فراخدلی کے ساتھ عمل کرنے کیلئے زر نقد پانی کیطرح بہا دینے سے دریغ نہیں کرتے ، بے شمار جاگیرات ، معافیات اور معاشہائے سلطانی کے علاوہ بیسیوں یتیم خانوں کی پرورش ہو رہی ہے ۔ حال میں اعلحضرت نے اپنے ممالک محروسہ کے لئے ایک نیا قانون نافذ فرمانے کا فرمان صادر فرمایا ہے ، جس کی رو سے ۱۰ سال سے کم عمر کے بچے بطور غلام فروخت ہو سکیں گے اور نہ بطور نچ ملازم رکھے جائیں گے اس قانون کی خلاف ورزی کرنیوالے مستوجب سزا ہونگے ، اور عدالت و کوتوالی کو اختیار ہوگا کہ وہ ان کا عدالت میں چالان کر دے ۔ اس فرمان واجب الاذعان سے نہ صرف ایک بہت بڑے فتنے کا سدباب اور بہت بڑی بدعت کا انسداد ہو جائیگا ۔ بلکہ ہزاروں لاوارث بچے بطریق احسن پرورش پاکر بہترین زندگی بسر کرنیکے قابل ہو جائیں گے ، خدائے برتر و توانا اعلحضرت کو شاہانہ عز و وقار اور جاہ و جلال کے ساتھ تا دیر سلامت رکھے ۔ آمین !

قانون اور اسلام

ترکہ و وراثت کے متعلق قرآن کریم میں صاف و صریح حکم موجود ہے ۔ لیکن مسلمان رواج کے مقابلہ میں احکام الہٰی کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتے ۔ لڑکیوں کو ترکہ سے محروم رکھا جاتا ہے اور انہیں جائداد سے ایک حبہ تک دینا بھی گوارا نہیں کیا جاتا ۔ بعض اسلامی جماعتیں اسے احکام الہٰی کی صریح خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے کوشاں ہیں کہ اس کے لئے ایک خاص قانون بنجائے ، تاکہ عوام اس پر عمل کرنیکے لئے مجبور ہو جائیں ۔ چنانچہ گذشتہ سال اسلامی جرائد اور مجالس کے پیہم تقاضوں سے متاثر ہو کر خواجہ عبدالحی صاحب لدھیانوی نے اسمبلی میں ایک مسودہ قانون بدیں مطلب پیش کرنے کی اجازت چاہی تھی کہ رواجی قانون کو منسوخ کر دیا جائے ، اور عورتوں کا حق وراثت شریعت اسلامیہ کے مطابق تسلیم کر لیا جائے ، مگر یہ مسودہ وائسرائے ہند کی اجازت کے باوجود بھی کسی وجہ سے پیش نہ ہو سکا ۔ اب پھر کوشش کی جا رہی ہے کہ مسودہ مذکور پیش ہو کر قانون بنجائے ، اور اس طریق سے احکام قرآنی و فرمان ربانی کی تعمیل کی کوئی صورت نکل آئے ، یہ کوشش بظاہر ایک مفید اور نیک کوشش ہے ۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ ایک کمزور ، اور بے سود سعی ہے ، ضرورت کا تقاضا یہ ہے ۔ کہ مسلمانوں کو صحیح معنوں میں مسلمان بنایا جائے ۔ ان کے دلوں میں اس قدر احساس پیدا کر دیا جائے کہ وہ از خود قانون اسلام کی قدر کرتے ہوئے دینی و دنیوی ترقیوں کے لئے اسے صراط مستقیم قرار دیکر حکومتوں کے قوانین سے بے نیاز ہو جائیں ، بہت سے مسلمان صاحب نصاب ہونیکے باوجود زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ، صاحب ثروت ہو کر بھی فریضۂ حج کی ضرورت نہیں سمجھتے اور یہی ارکان اسلام ہیں ، پھر کس کس بات کیلئے قانون بنایا جائیگا ۔ اور قرآن پر عمل کرنے کیلئے کیونکر قانونی حربے استعمال کئے جائیں گے ، ان تمام باتوں کا واحد علاج "تنظیم ملت" ہے ۔ مسلمان اگر اس پر پورا زور اور تبلیغ و اشاعت اسلام پر پوری قوت صرف کریں تو نہ صرف مسلمان مسلمان بن کر قانون اسلام کے پابند ہو سکتے ہیں ۔ بلکہ ہندوستان کی دیگر اقوام و مذاہب کو بھی ان کے اثرات سے معتدبہ مفاد حاصل ہو سکتے ہیں ۔ و ما علینا الا البلاغ ،

کانگرسی سرگرمیاں

گذشتہ اشاعت میں ذکر کیا گیا تھا ۔ کہ کانگرسی سرگرمیاں اپنی بے اصولیوں اور غیر آئینیوں کی وجہ سے روز افزوں سرد ہو رہی ہیں ۔ ضلع شیخوپورہ اور گجرات میں تو اس کا نہایت افسوسناک طریق پر خاتمہ ہو گیا تھا ۔ اب معلوم ہوا ہے کہ سیالکوٹ اور گورداسپور میں بھی یہ تحریک مٹ رہی ہے ۔ امرتسر ان تمام سرگرمیوں کا مرکز ہے ۔ یہاں بھی

اب وہ بات نہیں۔ نہ وہ جلسوں کی بہار اور نہ وہ جلوسوں کا زور، بدیشی کپڑا اگر بازار میں آ کر سجا کر فروخت کیا جاتا ہے تو دوکان میں کھلم کھلا، تحریک مقاطعہ کو ہر شخص نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگا ہے اور اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ گھر پھونک تماشہ دیکھنا کسی کو گوارا نہیں۔ تجارت، اور عام کاروبار کی سرد بازاری نے لوگوں کو اس قدر حیران کر رکھا ہے۔ کہ انہیں کانگرسی امور سے کوئی دلچسپی نہیں رہی، اور اگر یہی کیفیت چند رے اور رہی تو یقین کیا جاتا ہے کہ بہت جلد یہ تمام سرگرمیاں ٹھنڈی ہو جائینگی، اور بہت ممکن ہے کہ اس کے بعد اس کا خاتمہ ہی ہو جائے اور کہنا پڑے، کہ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے،

لیڈران کانگرس کی غلط روی

مسٹر جناح نے "ٹائمز آف انڈیا" کے نمائندے سے چند کھری کھری باتیں کہہ دیں اور واضح کر دیا۔ کہ کانگرسی لیڈروں کی غلط روش کے نتائج ہولناک ہونگے، آپ نے کہا کہ سول نافرمانی کی تحریک پر اڑے رہنا نہ صرف غلطی ہی نہیں ہے بلکہ مصیبت ناک بھی ہے، ہم انگریزوں کو تباہ کر دینے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اس امر کا قوی احتمال ہے کہ اس کے تباہ ہونے سے پیشتر ہم خود ہی برباد ہو جائیں گے، لہٰذا ہمیں اپنی بے شمار مشکلات کو جو ہندو مسلم نفاق اور فقدان حب وطن کی وجہ سے پیش آ رہی ہیں، یا آئندہ آنے والی ہیں فراموش نہیں کر دینا چاہیئے"۔ ہر نکتہ ور اور سلیم العقل شخص ان غیر آئینیوں کو سمجھ سکتا ہے جو علمبرداران آزادی سے وقوع پذیر ہوئیں اور جنکی وجہ سے ملک گرداب فنا کی جانب کھچا جا رہا ہے، سول نافرمانی اور مقاطعہ مال وغیرہ باتیں بلا سوچے سمجھے ایسی غیر موزوں موقع پر شروع کر دیگئیں جو ملکی مفاد کے لئے کسی طرح مناسب نہ تھا۔ گول میز کانفرنس سے کچھ توقعات وابستہ تھیں، وہ بھی سر تیج بہادر سپرو اور مسٹر جیکر کی اس خاص غلطی کی وجہ سے جو ان سے وائسرائے سے انقطاع کرنے سے وقوع پذیر ہوئی جاتی رہیں، ہم تو یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ کانگرس کا ایک ایک خواہ وہ کسی درجہ کا ہو غرض کا بندہ ہے۔ اور ملکی مفاد کی آڑ میں اپنا الو سیدھا کر رہا ہے،

پنجاب کے جدید وزرا

ہز ایکسیلنسی سر جیفری مونٹ مورنسی نے پنجاب کے جدید وزرأ کو نامزد کیا ہے، آنریبل ملک فیروز خاں صاحب نون صیغہ تعلیم و صیغہ طبیہ، آنریبل سردار جوگندر سنگھ صاحب وزیر زراعت و آبکاری اور آنریبل ڈاکٹر گوکل چند صاحب نارنگ، لوکل سلف گورنمنٹ، صنعت وحرفت ومحکمہ برق کے وزرا مقرر ہوئے،

مسٹر منوہر لال صاحب نے اپنے وزارت تعلیم کے عہد میں فرائض منصبی کو اس خوش اسلوبی سے انجام نہیں دیا۔ جیسا کہ انہیں دینا چاہیئے تھا۔ ان کی نسبت عام شکایت یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کے حقوق و مفاد کو بے طرح ملیامیٹ کرتے رہے اور اپنی قوم کے افراد کو غیر معمولی مراعات دیتے رہے، نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی اخبارات و اسلامی مجالس نے ان کے رویہ کے خلاف زبردست احتجاج کیا اور آج ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ مسٹر منوہر لال کو وزارت میں کوئی جگہ ہی نہیں ملی۔ ہم امید کرتے ہیں کہ جدید وزرا اس سے عبرت حاصل کریں گے،

خوشحال حیدر آباد

یہ امر کس قدر بہجت افزا ہے۔ کہ ہندوستان کی سب سے بڑی اور ممتاز ریاست حیدر آباد دکن اپنے روشن ضمیر تاجدار کے زیر قیادت ہر حیثیت سے قابل رشک ترقی کر رہی ہے۔ خوش قسمتی سے اعلیحضرت کو مشیر کار بھی ایسے نصیب ہوئے۔ جن کی زندگی کا مقصد ایمانداری سے ریاست کے وسائل و ذرائع کو بہترین طریق پر نشو و نما دینا ہے۔ ان میں آپ

کے وزیر مالیات سر اکبر حیدری نواز جنگ کو ایک خاص درجہ امتیاز حاصل ہے۔ جنہوں نے ریاست کے مالیات کو جدید ترقی دی ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ فصلی سنہ ۱۳۴۱ میں ۲۵ لاکھ روپیہ محفوظ اور دیگر خیراتی کاموں میں دینے اور ۳۸ لاکھ روپیہ غیر معمولی اخراجات کے لئے وقف کرنے کے بعد ۵۸٫۴۵ لاکھ روپیہ فاضل نکلا ہے اس سال کو ہم ہر لحاظ سے خوشحالی کا سال کہہ سکتے ہیں اور تقریباً ہر ایک مد کے محاصل میں قابل قدر اضافہ ہوا ہے۔ مثلاً محاصل اراضی میں ۵ لاکھ، آبکاری میں ۲ لاکھ۔ افیون اور گانجہ میں ایک لاکھ، اسٹام اور رجسٹریشن میں ۱½ لاکھ اور ڈاکخانہ میں ۱ لاکھ اضافہ ہوا ہے اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ رفاہ عام کے کاموں پر حکومت نظام نے کفائت شعاری سے روپیہ خرچ کیا ہے نہیں بلکہ پوری فیاضی سے کام لینے کے بعد اس قدر رقم خزانہ عامرہ میں باقی رہی ہے، سال زیر رپورٹ میں ۷۸½ لاکھ تعلیم پر ۲۲½ لاکھ طب پر، مذہبیات پر ۳۱ لاکھ اور زراعت پر ۴⅓ لاکھ اور عمارات اور سلسلہ آمد و رفت پر ۸۴½ لاکھ روپیہ صرف ہوا ہے،

حضور نظام نے نہائت دانشمندی سے نظام گرنٹڈ سٹیٹ ریلوے کو خرید لیا ہے۔ جو اس سے پہلے ایک لمیٹڈ کمپنی کے قبضہ میں تھی۔ یہ ریلوے انشاء اللہ ریاست کیلئے خاص فوائد کا موجب ہوگی۔ بہرحال ریاست مذکور کی مالی حالت ہر طرح قابل اطمینان ہے، اور ہم اس کے ترقی کے بصدق دل خواہاں ہیں،

اعلحضرت کی اردو نوازی

دولت آصفیہ اردو کی جو شاندار اور بے مثال خدمت انجام دے رہی ہے وہ اہل نظر سے مخفی نہیں محکمہ ترجمہ اور جامعہ عثمانیہ نے اردو کو علمی زبان بنانے کے لئے جو سعی کی ہے وہ اردو زبان کے عروج و ترقی کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیگی۔ اعلحضرت کی شاہانہ توجہ کی بدولت حیدرآباد میں عام طور پر اردو کا صحیح مذاق پیدا ہو گیا ہے چنانچہ جامعہ عثمانیہ کے متعدد تعلیمیافتہ نوجوان اردو کی خدمت میں مصروف ہیں اور اپنی عمدہ تالیفات کے ذریعہ سے ملک کو فائدہ پہونچا رہے ہیں اور اعلحضرت کی قدر شناسی کی بدولت حیدرآباد میں ہر علم و فن کے ارباب کمال اور مشرقی و مغربی علوم کے تعلیم یافتہ اصحاب کا ایسا مجمع موجود ہے کہ اس علمی فضل کے اندر اردو لغت بلکہ اردو انائیکلو پیڈیا کا کام خوش اسلوبی سے انجام دیا جا سکتا ہے،

حال میں یہ مسرت بخش خبر ملی ہے کہ اعلحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ کی شاہانہ توجہ سے وہاں اردو لغت کی تجویز منظور ہو گئی ہے ایک اخبار کا بیان ہے کہ مولوی عبدالحق صاحب سکرٹری انجمن ترقی اردو کو دس سال کے لئے ان شرائط کے ساتھ ایک ہزار روپیہ ماہوار کا الاؤنس دیا جائیگا۔ کہ حکومت کو اس امر کا اطمینان دلایا جائے کہ یہ علمی کام واقعی اس مدت کے اندر مکمل ہو جائے گا۔ جب لغت تیار ہو جائے تو وہ سرکار کی ملکیت متصور ہوگی۔ اس مقصد کے لئے ایک لائحہ عمل مرتب کیا جائے تاکہ دس سال میں حکومت کو لغت کی تکمیل کا یقین ہو جائے، ناظم صاحب تعلیمات کے توسط سے کام کے متعلق سالانہ رپورٹ پیش ہوگی، تاکہ اندازہ ہو سکے۔ کہ کام پروگرام کے مطابق ہو رہا ہے،

لغت کی طباعت کے اخراجات حکومت کے ذمہ ہونگے، اور اس کا حق تصنیف اور جملہ حقوق جامعہ عثمانیہ کے حق میں محفوظ رہیں گے،

قریش اور حقوق زراعت

سادات کرام اور قریش میں نسبی و حسبی حیثیت سے کوئی تفاوت و تفریق نہیں۔ لیکن پنجاب میں سادات بو سید القریش ہیں بلا امتیاز اس کے کہ وہ کسی ضلع میں کس قدر آباد ہیں اور انکی زراعتی حیثیت کیا ہے زراعت پیشہ قرار دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ پنجاب کے ہر ضلع میں زراعت پیشہ تسلیم کئے جاچکے ہیں۔ لیکن قریش کو یہ مراعات حاصل نہیں، وہ پانچ چھ اضلاع میں ان حقوق سے محروم ہیں جس کی زد ان کی معاشرتی ترقی پر افسوسناک اور نقصان دہ طریق پر پڑتی ہے، قریش کی کوئی نمائندہ جماعت نہ تھی جو حکومت کو اس فروگذاشت کی جانب متوجہ کرکے حقوق کی حفاظت کرتی، چنانچہ اپنی اہم ضروریات کے لئے "ندوۃ القریش" کا وجود عمل میں آیا۔ اور اس نے اپنے ۲۹ جون کے اجلاس میں حکومت سے استدعا کی کہ وہ ان دو چار اضلاع پنجاب میں جہاں قریشی حقوق زراعت سے محروم ہیں زراعت پیشہ تسلیم کئے جائیں، چنانچہ حکومت نے اس بارہ میں ایک مراسلت نمبری ۲۶۱۳ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۵ء کو جاری کی ہے اور ڈپٹی کمشنران سے دریافت کیا ہے۔ کہ کیا یہ قوم وراثتاً زمیندار ہے؟ اور کیا یہ ایک معروف قوم ہے؟ اور اپنے حقوق زمینداری محفوظ کرنے اور اراضیات کی خرید کے لئے زراعتی حقوق کا مطالبہ کرتی ہے؟

اس مطلب کا مراسلہ نمبری ۷۵۵/۲/۳۰۶ مورخہ ۲۴ اکتوبر کو کمشنر لاہور ڈویژن کی طرف سے بھی متعلقہ ڈپٹی کمشنران کے نام جاری ہو چکا ہے،

ندوۃ القریش کی پیہم مساعی سے پریشانی کے اس زمانہ میں حکومت اس ضرورت پر توجہ مبذول کی ہے، اب اضلاع متعلقہ کے قریشی برادران کا فرض ہے کہ وہ اس کے لئے پوری پوری کوشش کریں اور اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ دیں،

پنجاب ہی نہیں تمام دنیا کی مسلمان قوموں میں قریش ایک معزز، مقتدر اور ممتاز قوم ہے، اور پنجاب کے تمام اضلاع میں بڑی بڑی جاگیروں اور اراضیات کی مالک ہے اور زراعت پیشہ تسلیم کیجا چکی ہے۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ان اضلاع میں انہیں یہ حق حاصل نہو،

آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس کی خدمات

کانفرنس نے گذشتہ ۱۸ سال میں ۳۰ ستمبر ۱۹۳۵ء تک تقریباً ۳۵ ہزار روپیہ تعلیم پر صرف کیا ہے جس سے ۱۲۰ طلبا فارغ التحصیل ہوئے جو کامیاب زندگی بسر کر رہے ہیں) ۳ وکیل، ۱۰ سول انجنیئر، ۲۲ گریجوایٹ، ۴۰ ایم اے، ۶۱ انڈر گریجوایٹ، ۴ بی ٹی ٹرینڈ ٹیچرز، ۳۰ ونرنری اسسٹنٹ ۲ فارسٹ رینجر، ۱۰ ایگریکلچرل اسسٹنٹ، ۴ سب اسسٹنٹ سرجن، ۱ اسسٹنٹ سرجن، ۲ سگنیلر، ۱ طبیہ کالج، ۳ ڈرائنگ ماسٹر ۱، اوورسیر، ۲ سب اوورسیر، ۱، ایس اے وی، ۴ جے اے وی، ۱۹۳۰/۳۱ء کے لئے ۳ ہزار روپے کے وظائف ۱۸ طالب علموں کو دیئے گئے بوحسب ذیل تعلیم پاتے ہیں، ۲ اسسٹنٹ سرجن، ۳ سب اسسٹنٹ سرجن، ۲ وکالت، ۴ ایم اے، ۴ اسلامیہ ہائی سکول لاہور، ۳ سینٹری انسپکٹر، کانفرنس کی طرف سے کشمیر میں دس ابتدائی مکاتب دیہات میں جاری ہیں۔ اس کانفرنس نے مسلمانان کشمیر کی شکایات و تکالیف کے انسداد میں بھی کسی حد تک کامیابی حاصل کی ہے، کانفرنس کی کوشش سے اب کشمیری قومیں پنجاب میں بھی اراضی ایکٹ انتقال اراضی کی مدسے لے سکتی ہیں، پنجاب کی برادری میں جو غیر شرعی رسوم جاری ہیں ان کے انسداد کے لئے ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے۔ قریشی برادری کا کثیر

سے اداران لیف کشمیری، ادر علم کا فروغ نتیجہ ہے

دعوتِ بیداری

اے امینِ عشق! اے نظمِ جہاں کے رازدار
آج کیوں بھولے ہوئے ہے دینِ فطرت کے شعار

دعوت و تبلیغِ حق تیرا ہے فرضِ اولیں
گرمِ جولاں عرصۂ عالم میں اے شہسوار

کفرزارِ دہر کو ہے جوئے ایماں کی تلاش
گلستاں بننے کو ہیں بے تاب دشت و کوہسار

پھونک دے ایوانِ باطل برقِ اِلّا اللہ سے
اور قصرِ حق پرستی کی بنا کر استوار

ہمکنارِ ساحلِ مقصود ہونا سہل ہے
جب ہوا کا رُخ موافق ہو مقدّر سازگار

لطف جب ہے موج سے کشتی گریباں گیر ہو
بحر بے پایاں ہو طوفانی، فضا تاریک و تار

ہو اسی پیکار میں لذت کشِ جامِ بقا
زِندگی کی جان ہے غافل! یہ پیہم گیر و دار

اٹھ دکھا گم کردہ راہوں کو صراطِ مستقیم
اک زمانے کو ہے میرِ کارواں کا انتظار

طالبانِ حق کو اے ساقی صلائے عام دے
تشنہ کاموں کو مئے خمخانۂ اسلام دے

ابو مسلم خراسانی
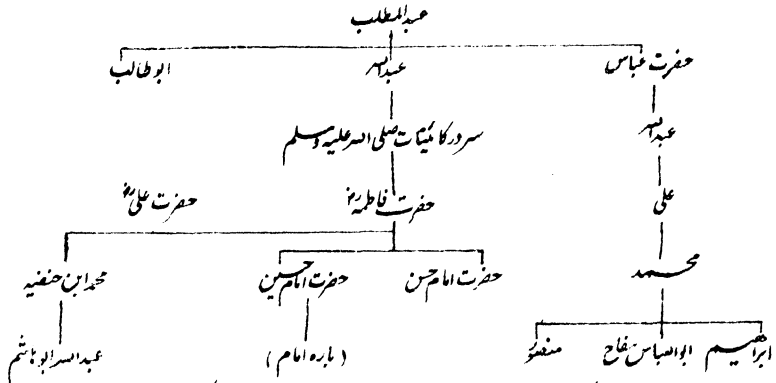
حکومت بنی امیہ امیر معاویہ کے حسن تدبیر اور اعلیٰ سیاسی قابلیت اور ان کے معاونین کی کوشش و کارگذاری سے قائم ہوئی تھی جن میں زیاد، عمر عاص، مغیرہ بن شعبہ خاص طور سے مشہور ہیں،

لوگوں نے امیر معاویہ کی بیعت زیادہ تر تلوار کے ڈر یا روپیہ کے لالچ سے جو ان کو دیا جاتا تھا کی تھی۔ لیکن ان کا دلی منشا و اعتقاد یہی تھا۔ کہ مستحق خلافت اہل بیت نبوی ہی ہیں،

جب امیر معاویہ کا انتقال ہوگیا اور انکے یہ معاونین بھی ختم ہوگئے تو قریب تھا۔ کہ حکومت امیر معاویہ کے خاندان سے پھر نکل جاتی۔ جس کو عبید اللہ بن زیاد نے حضرت امام حسین اور ان کے خاندان کو مشہور واقعہ کربلا میں شہید کرکے اپنے خیال میں بچا لیا۔ یہ واقعہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسلام میں یادگار رہے گا۔

جب یزید اور اس کا بیٹا معاویہ بھی مرگئے تو پھر قریب تھا کہ حکومت عبد اللہ بن زبیر کیطرف منتقل ہو جائے جو حرمین میں تھے۔ لیکن مروان بن الحکم نے اس کو سنبھالا اور اسکی اولاد نے اپنے قبضہ میں رکھا۔ یعنی عبد الملک بن مروان اور اس کے بعد ولید اور سلیمان و یزید و ہشام وغیرہ ہوئے، ہشام ۱۲۵ھ میں مرگیا تو دو سال تین خلیفہ ہوئے۔ آخر ۱۲۷ھ میں مروان بن محمد جو حمار کے لقب سے تاریخ میں مشہور ہے خلیفہ ہوا اور اس کے ہی زمانہ میں بنی عباس نے حکومت حاصل کی۔ بنی امیہ کا یہ شرف تاریخ اسلام میں مسلم ہے کہ ان کے زمانہ میں اسلامی ممالک میں خاص طور سے توسیع ہوئی۔ چنانچہ مشرق میں ان کی سرحد افغانستان تک اور مغرب میں اندلس و مراکو تک پھیلی ہوئی تھی،

انہوں نے سکے جاری کئے اور اس وقت کے مناسب حال ملک کا بہترین انتظام کیا۔ لشکر مفتوحہ ممالک کی حفاظت و جدید فتوحات کیلئے تمام سلطنت میں پھیلائے۔ بسبب حسن انتظام و انصرام دولت و ثروت کی کثرت ہوگئی جس کی تاریخ شاہد ہے، لیکن آخر میں جیسا کہ عام قاعدہ ہے اس خاندان کے خلفا بھی عیش پرستی بدمستی رشک و حسد کھیل کود میں منہمک ہو کر امور سلطنت سے غافل ہوگئے جس کا آخر نتیجہ جیسا کہ فطرت کا قانون ہے ان کے آفتاب اقبال کا زوال تھا۔

خراسان والے بوجوہ مذکورہ بالا کثرت سے دعوت عباسیہ کے دل سے طرفدار تھے اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ملک دارالحکومت سے بہت فاصلہ پر تھا۔ خلفا جیسا کہ چاہیئے اس کا انتظام نہیں کر سکتے تھے،

یہی اسباب عباسیوں کی کامیابی اور خاندان بنو امیہ کے تباہی کے ہوئے،

ابو مسلم ، ابو مسلم کا نام عبدالرحمن تھا۔ اس کے والدین موضع ماخوان خراسان کے علاقہ میں مرو سے ۴ کوس پر واقع ہے، ابو مسلم کا باپ موضع ماخوان اور قریب کے چند دیہات کا زمیندار تھا۔ وہ مویشی کی تجارت کیا کرتا تھا اور اس کے مویشی کوفہ کے بازار میں فروخت ہوتے تھے،

ایک مرتبہ ابو مسلم کے والد کے ذمہ جو مالگذاری واجب الادا تھی وہ ادا نہ ہو سکی۔ حاکم شہر نے چاہا۔ کہ گرفتار کرکے حاکم اعلیٰ کے پاس بھیجدے، ابو مسلم کے والد کو بھی اس کی خبر لگ گئی۔ اپنی ایک لونڈی وشیکہ نامی کے ہمراہ جس سے بے انتہا مانوس تھا آذربیجان کیطرف فرار ہو گیا۔ اس وقت یہ لونڈی حاملہ تھی۔ جب یہ لوگ رستان نامی موضع پر سے گذرے تو وہاں اتفاقاً عیسیٰ ابن معقل سے جو اس کا خاص دوست تھا ملاقات ہو گئی، وہاں چند دن آرام لینے کیلئے ٹھہر گئے، چونکہ سفر میں لونڈی کی ہمراہی سے بڑی دشواریاں پیش آتی تھیں اس لئے اسے عیسیٰ ابن معقل کے سپرد کرکے خود تنہا آذربیجان روانہ ہو گیا۔ اور وہاں پہونچنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد انتقال کر گیا۔ لونڈی عیسیٰ ابن معقل کی نگرانی میں رہی اور کچھ دن بعد اس کے بطن سے ابو مسلم پیدا ہوا جس کی تربیت اور پرورش عیسیٰ ابن معقل نے اپنی اولاد کیطرح کی۔ بچپن ہی سے اسکی عادات و اطوار میں ایک غیر معمولی ذہانت اور تدبر کی جھلک نمایاں تھی جس کی وجہ سے عیسیٰ اس سے بہت محبت کرتا اور اسکی تعلیم و تربیت کا پورا پورا لحاظ و اہتمام رکھتا۔
لیکن زمانہ کو ابو مسلم کی یہ فارغ البالی گوارا نہیں ہوئی۔ عیسیٰ اور اس کے بھائی ادریس پر بھی سرکاری مالگذاری کا بقایا برآمد ہوا اور ان دونوں کو اس علت میں گرفتار کرکے اصفہان بھیجدیا گیا۔ وہاں سے خالد ابن عبداللہ القسری گورنر عراقین نے اطلاع ہونے پر دونوں کو طلب کرکے کوفہ میں قید کر دیا۔ ان دنوں ابو مسلم عیسیٰ کے حکم سے دیہات میں وصول مالگذاری کیلئے گیا ہوا تھا۔ جب اسے انکی گرفتاری کا حال معلوم ہوا تو جس قدر غلہ وصول کیا تھا اسے فروخت کرکے اور اس طریقہ سے جو کچھ جمع ہو سکا وہ لیکر کوفہ آگیا۔ اور عیسیٰ اور ادریس سے جیل میں ملاقات کرتا اور ان کے احکام کی تکمیل کرتا رہا۔

اسی دوران میں محمد ابن علی ابن عبداللہ کے نقبا کی ایک جماعت مذکورالصدر مقاصد کی تبلیغ کے لئے کوفہ میں وارد ہوئی ان میں شیعہ جماعت کی اکثر معزز اور بڑے بڑے سردار شامل تھے۔ یہ لوگ عیسیٰ و ادریس سے ملاقات کیلئے جیل میں گئے،

وہاں ان کی ابومسلم سے بھی ملاقات ہوئی، اور اس کی فراست و دانائی سے بہت متاثر ہوئے، ابومسلم نے بھی ان کی جانب ایک خاص کشش کی، اور محمد ابن علی ابن عبداللہ کی دعوت کی تفصیلات سے آگاہ ہونا چاہا۔ ان لوگوں نے اس دعوت کی تمام کیفیت بیان کی جس سے ابومسلم نے فوراً محسوس کر لیا۔ کہ مستقبل قریب میں یہ دعوت بہت زیادہ اہمیت حاصل کر لیگی، چنانچہ وہ بھی ان لوگوں کا شریک کار ہو گیا اور ان کے ساتھ ملکر کام کرنے لگا۔ تھوڑے دن بعد عیسیٰ و ادریس جیل سے فرار ہو گئے اور اب ابومسلم کا اس جماعت نقبا کے سوا کوئی ٹھکانا نہیں رہا۔ کوفہ سے یہ لوگ مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے اور ابومسلم بھی ان کے ہمراہ چلدیا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ محمد ابن علی کا انتقال ہو گیا تھا اور انہوں نے اپنے بیٹے ابراہیم کے حق میں امامت کی وصیت کی تھی، یہ نقبا امام ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیس ہزار اشرفی اور دو لاکھ درہم جو وہاں پیش کئے وہاں ابومسلم کو بھی انکی خدمت میں پیش کیا۔ امام ابراہیم اس کی دانشمندی، فراست، ذہانت، اور قوت گویائی دیکھکر نہایت محظوظ ہوئے اور اسے اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ اب ابومسلم امام ابراہیم کے کاروبار میں شریک ہو کر انکا معاون خاص بن گیا اور جماعت نقبا رخصت کر دی گئی،

کچھ عرصہ کے بعد پھر وہی جماعت اپنے کام سے امام کی خدمت میں واپس آئی اور خراسان میں دعوت عام کے قیام و اہتمام کی غرض سے ایک ذمہ دار منتظم شخص کی ضرورت ظاہر کی۔ آپس میں مشورہ کیا گیا۔ امام ابراہیم نے کہا کہ میں نے اس خراسانی نوجوان (ابومسلم) کو اچھی طرح سے آزمایا ہے اور اس کے ظاہر و باطن کی کامل طور پر آزمائش کی ہے میں اسے ایک سنجیدہ اور کوہ وقار آدمی اور پرجوش کارکن سمجھتا ہوں۔ میری رائے میں یہ اس کام کا سب سے زیادہ اہل ہے یہ کہکر انہوں نے ابومسلم کو طلب کیا اور اسے اس جماعت کا منتظم اور ذمہ دار کر کے خراسان کی جانب روانہ کیا،

اس وقت حکومت بنی امیہ کا آخری تاجدار مروان ابن محمد دمشق میں حکمران تھا۔ تمام ملک میں قتل و غارتگری اور فتنہ و فسا کا بازار گرم تھا۔ امرا ذاتیات کی بنا پر ایک دوسرے سے بدگمان اور رشک و حسد میں مبتلا تھے ایک ہی خاندان کے افراد آپس میں صفائی اور تعاون سے محروم تھے۔ سلطنت کی بنیادیں کھوکھلی ہو چکی تھیں،

ابومسلم نے اس فرصت کو غنیمت سمجھا اور فوراً خراسان میں امام ابراہیم کی بیعت کا اعلان عام کر دیا۔ لوگ جدید انتظامی اور خانہ جنگی سے عاجز آچکے تھے، جوق جوق شریک دعوت ہونے لگے اس وقت خراسان میں بنی امیہ کی جانب سے نصیر ابن سیار گورنر تھا۔ جب اسے معلوم ہوا تو اس نے فوراً دمشق میں خلیفہ کو ابومسلم اور امام ابراہیم کی دعوت کے متعلق انکی کارروائیوں سے مطلع کیا خلیفہ نے اس اطلاع پر گورنر کو لکھا کہ اس فتنہ نوخیز کو نہایت سختی اور کوشش سے جلد از جلد فرو کرنا چاہیئے، اور اس کے متعلق انتہائی جد و جہد سے کام لینا چاہیئے، دوسری طرف مروان نے امام ابراہیم کو گرفتار کر کے حران میں قید کر دیا۔ اور قید ہی میں زہر دیکر ان کا کام تمام کر دیا۔ لیکن یہ تحریک اب کافی نشو و نما پا چکی تھی اور صرف امام ابراہیم کے خاتمہ سے ختم نہیں ہو سکتی تھی۔ ابومسلم اس کے بعد بھی مسلسل اپنے کام میں معروف رہا اور برابر دعوت کو تقویت دیتا رہا۔

اب اس نے علی الاعلان حکومت کے خلاف فوجی نقل و حرکت شروع کر دی۔ اہل خراسان اس کے معین و مددگار تھے۔ انہوں

نے اس کارروائی میں نہایت دلچسپی اور انہماک کے ساتھ اس کا ہاتھ بٹایا اس نے ایک معقول اور منظم لشکر کے ساتھ اپنے مستقر سے جنبش کی اور شہروں پر قبضہ کرتے اور ملکوں کو فتح کرتے ہوئے عراق کی جانب پیش قدمی شروع کر دی ،

ادھر جب ابو العباس اور منصور کو ان کے بھائی ابراہیم کی گرفتاری کا علم ہوا تو وہ نہایت ہراساں اور خوفزدہ ہوئے اور فرار ہو کر کوفہ چلے آئے ، ان کے ہمراہ اعزہ و اقرباکی ایک کافی جماعت بھی کوفہ آگئی ، وہاں ان کے ہوا خواہوں نے تسلی و تشفی کی اور انہیں پوشیدہ کر دیا ،

اب ابو مسلم اپنے لشکر کے ساتھ عراق میں داخل ہو گیا اور کوفہ پہونچکر ابو العباس و منصور کی مخفی پناہ گاہ میں ان سے ملنے گیا۔ مکان کے اندر جاکر ابو مسلم نے سب سے پہلے یہ سوال کیا کہ تم میں حارثیہ کا فرزند کون ہے ۔ منصور نے ابو العباس سفاح کی جانب اشارہ کر کے کہا کہ یہ ، ابو العباس کی والدہ کا نام حارثیہ تھا ۔ ابو مسلم نے سفاح کو سلام کیا اور خلافت پر ہدیۂ تبریک پیش کیا۔ اب ابو العباس نے علی الاعلان دعوت خلافت دی اور مسجد میں جاکر خطبہ پڑھا ۔ یہ واقعہ ۱۳۲ھ کا ہے اور یہ خلافت بنی امیہ کا آخری اور دولت عباسیہ کا پہلا دن شمار کیا جاتا ہے ، اس واقعہ کی انتہا مروان اور سفاح کے درمیان ایک فیصلہ کن معرکہ پر ہوئی جس میں مروان بنی امیہ کے اکثر امرا کے ساتھ قتل ہوا اور شاہان بنی عباس کے لئے مسند خلافت خالی کر دی ۔ ہم اس واقعہ کی تفصیلات بخوف طوالت مضمون نظر انداز کرتے ہیں ؛ (باقی آئندہ)

ایک منحوس تاریخی ہیرا

ہز ہائی نس آغا خاں کی فرانسیسی بیگم کی خطرناک بیماری کو ایک الماس کے اثرات بد پر محمول کیا جا رہا ہے ۔ کہتے ہیں ۔ کہ جب آغا خاں نے اپنی دلہن کو یہ الماس ہدیۃً پیش کیا تھا تو فرقہ اسمٰعیلیہ کے بعض پیروں نے پیشگوئی کر دی تھی کہ یہ ہیرا بیگم کے لئے منحوس ثابت ہوگا ، کیونکہ اس کا اس کے اصل مالک کے پاس رہنا ضروری ہے ، چنانچہ جب سے بیگم آغا خاں کو یہ ہیرا ملا ہے انکی صحت اچھی نہیں رہتی ،

یہ ہیرا سترھویں صدی کے آخر میں بحیرہ خزر کے کنارہ سے دستیاب ہوا تھا کہا جاتا ہے کہ یہ ہیرا آنیوالے واقعات کی پیشگوئی کرنے کی اہلیت رکھتا ہے ۔ کیونکہ ایسے مواقع پر اس کا رنگ تبدیل ہو جایا کرتا ہے ۔ اس ہیرے کے نیچے دعائیں مانگی جاتی تھیں جن کا طریق یہ ہوتا تھا کہ سولہ سترہ سال کی ایک لڑکی اس ہیرے کے نیچے جو محراب کے ساتھ لٹکتا رہتا تھا ۔ جس کے نیچے قاملوں کا حاکم اعلیٰ بیٹھا کرتا تھا بیٹھتی اور اس کا جسم چہرے کے سوا کپڑوں سے ڈھانک دیا جاتا تھا ۔ لڑکی اوپر کیطرف منہ کر کے ہیرے کو تکتی رہتی اور لوگ سجدہ کرتے تھے ؛

جب قاملوں کے اس بادشاہ کی طاقت تباہ ہو گئی تو یہ ہیرا وراثۃً آغا خاں کے قبضے میں آگیا ۔ اس ہیرے کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اسمٰعیلیہ کے امام ہی کو راس آتی ہے اور کسی اور کے پاس پہونچ جائے تو اس پر مصائب نازل ہو جاتے ہیں ؛

بزمِ قریش

مکرمی قریشی محمد ایزد بخش صاحب فاروقی اسسٹنٹ انسپکٹر اپنے ایک گرامی نامہ میں اپنے ہونہار لختِ جگر کی وفات کی اطلاع دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اگرچہ ملازمت کی مجبوریوں اور عزیزوں کی تکالیف کی وجہ سے "ندوۃ القریش" کا زرِ چندہ تاخیر سے بھیج رہا ہوں، لیکن یہ میری غفلت ہے کہ آپ کو انتظار کی زحمت ہوئی۔ لہٰذا اس تاخیر پر میں اپنے آپ کو ۸ / ماہوار جرمانہ کرتا ہوں اور پانچ کی بجائے چھ روپے بھیجتا ہوں، میں قومی کام کے لئے سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوں، میری ہر وقت یہی دعا ہے کہ اللہ پاک صدقہ رسول پاک ہمارے ندوہ کو تا دیر سلامت رکھے اور عروج و منزلِ مقصود کو جلدی پہونچے، آپ صرف ہمت کرتے جائیں کامیابی اللہ پاک ضرور دیگا۔ اگر سب بھائی صرف نماز کے پابند ہو جائیں تو دینی و دنیوی کامیابیاں ہمارے قدموں میں ہونگی۔

آپ نے اپنے پہلے مکتوب میں چندہ ممبری للعہ سالانہ کی بجائے عہ سالانہ ارسال کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن اس خط میں چھ روپے سالانہ یا آٹھ آنہ ماہوار ارسال کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ سال رواں کا زرِ چندہ بذریعہ منی آرڈر ممبری ۱۹۶۵ء وصول ہو گیا ہے۔ یہ خط ندوۃ القریش کے اجلاس میں پڑھا گیا۔ حاضرین جلسہ نے آپ کے اس صدمہ سے جو آپ کو عزیز کی وفات سے پیش آیا ہے نہایت رنج والم کا اظہار کیا اور قرار دیا کہ بذریعہ القریش اظہار ہمدردی کیا جائے۔ دعا کی گئی کہ خدائے برتر و اکبر ان ہمدردانِ قوم کو چشمِ زخم سے مامون و مصئون رکھے اور نعم البدل عطا کرے اور وہ آپ کی آنکھوں کا نور بنا رہے۔ لیکن ندوہ آپ کی اس قومی ہمدردی کا جو آپ نے قومی کاموں کے لئے چھ روپے سالانہ کی امداد سے فرمائی ہے قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ محمد طفیل سکرٹری۔

محترم مولانا رفیق احمد صاحب فاروقی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "القریش" کی قومی خدمات کا میں دل سے معترف ہوں، ایک بے حس اور برسوں نہیں صدیوں کی سوئی ہوئی قوم کو بیدار کر کے شاہراہِ عمل پر لانے میں جو مساعی جمیلہ اس نے انجام دی ہیں وہ کسی طرح نظر انداز کرنے کے قابل نہیں، دردمندانِ قوم اور اصلاحی امور سے دلچسپی لینے والے حضرات کا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ اس قابلِ قدر قومی جریدہ کی عملی قدر کریں۔ اور اس کا طریقہ صرف یہ ہے کہ اس کی توسیع اشاعت میں تا بحد امکان کوشش کی جائے، دو خریداران کی قیمت میں اپنی گرہ سے پیش کرنے کے علاوہ تین خریدار بھی پیش کرتا ہوں ان کی قیمتیں بذریعہ وی پی وصول کر لی جائیں، ناظرین القریش میں سے صرف پچاس حضرات کی خدمت میں میری برزور اپیل ہے کہ وہ دو دو خریداران کی قیمت اپنی گرہ سے ادا کر کے غیر مستطیع حضرات کے نام القریش جاری کرائیں یا دو دو خریدار بہم پہونچا کر کار پردازانِ القریش کی حوصلہ افزائی کریں، اس سے رسالہ کے ناظرین میں ایک سو نئے خریداران کا اضافہ ہوگا اور دائرہ اثر بڑھے گا۔ امید ہے کہ میری یہ اپیل رائیگاں نہ جائیگی، محترم برادران دیگر اقوام کی جد و جہد پر نظر ڈالیں گے تو انہیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ وہ اپنے قومی جرائد کی کن کن ذرائع سے امداد کر رہے ہیں اکثر قومی اخبار و رسالہ

کی ترقی خالصتہً قوم کی ذاتی ترقی ہے۔ لہٰذا اس سے کسی طرح سے بھی دریغ نہ کرنا چاہیئے۔ خدا ہمیں توفیق عطا کرے، آمین (ہم آپ کی اس توجہ فرمائی کے بدل مشکور ہیں۔ ایڈیٹر)

سید غلام یٰسین صاحب علوی الہ آباد سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "القریش" مطبوعہ ستمبر میں صفحہ ۳۲ پر کے ایک نوٹ کی مطالعہ سے یہ معلوم کرکے کہ "ندوۃ القریش" نے برادری کے مابہ النزاع امور کے تصفیہ کے مسئلہ کو بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور پنچایت سسٹم کے ذریعہ سے قومی مقدمات کا فیصلہ شروع کر دیا ہے بیحد مسرت ہوئی۔ اتحاد و یگانگت اور اس کے بعد اعتماد و بھروسہ یہی وہ باتیں ہیں جو ایک سلجھی ہوئی برادری اور قوم میں ہونی چاہئیں۔ بحمد اللہ کہ آپکی مساعی سے قریش میں بھی یہ خوبیاں پیدا ہونے لگی ہیں۔ ورنہ کہاں قریش ایسی خود پسند قوم اور کہاں باہمی تنازعات کو بوجہ احسن سلجھانے کیلئے متضاد طبائع کا مل کر بیٹھنا۔

این سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اللہ عزاسمہ و سبحانہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے "قریش" کی اصلاح کا ذریعہ "القریش" بنا دیا اور اس کی حیات ابدی کا سہارا حضور نظام خدا انہیں اپنے حفظ میں رکھے، بن گئے، فللّٰہ الحمد!

(القریش بفضل خدا اپنا فرض انجام دے رہا ہے، افراد قوم اگر اپنا فرض محسوس کریں تو
وہ کون سا عقدہ ہے کہ وا ہو نہیں سکتا   ایڈیٹر)

محترم قاضی نظر حسین صاحب فاروقی، قریشی دوست محمد صاحب (اودھ) کے مراسلہ مطبوعہ القریش ماہ جنوری ۳۰ء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "تاریخ الشیوخ" نامی کتاب جس میں قنائیوں نے ادعائے قریشیت کا اظہار کیا ہے میری نظر سے نہیں گذری اس لئے اس کے حسن و قبح کے متعلق فی الحال میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن حال میں حکیم محمود احمد صاحب عباسی کی پُر از معلومات تالیف "تاریخ امروہہ" میری دیکھنے میں آئی جس میں ہندی مسلمان اور عرب نژادگی کے عنوان سے ایک علیحدہ باب مختص کیا گیا ہے اور اس میں قابل مولف نے قنائی اور نوربانف وغیرہ اقوام کے نسب کے متعلق تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہے۔ اس لئے اگر قریشی صاحب موصوف تاریخ مذکور از صفحہ ۲۱۴ تا ۲۵۶ ملاحظہ فرمانے کی تکلیف گوارا کریں۔ تو امید ہے کہ ان کا مدعا اس سے پورا ہو سکیگا۔

۲ نومبر ۳۰ء ۱۲ بجے دن دفتر القریش میں قریشی محمد علی صاحب رونق کی صدارت میں خاص اجلاس منعقد ہوا۔ اگزکٹو ممبران کے ماسوا عام ممبران بھی شریک جلسہ تھے، چونکہ "ندوۃ القریش" کے اجلاس منعقدہ ۲۹ جون کے پاس کردہ رزولیوشن دربارہ حقوق زراعت کے متعلق حکومت نے سلسلہ جنبانی شروع کر دی ہے اور متعلقہ اضلاع کے ڈپٹی کمشنر صاحبان کی خدمتیں مراسلتیں موصول ہو چکی ہیں۔ اس لئے اسی مسئلہ پر بحث شروع ہوئی، کامل ایک گھنٹہ کے غور و خوض کے بعد قرار پایا کہ چونکہ معاملہ نہایت اہم ہے اس لئے مزید غور و خوض کے لئے آئندہ اجلاس میں پھر پیش ہو اور اس عرصہ میں اضلاع متعلقہ سے خط و کتابت کی جائے اور حکام اضلاع کو توجہ دلائی جائے کہ وہ اس معاملہ میں خاص توجہ فرمائیں، اس کے بعد تنظیم برادری کا مسئلہ پیش ہوا ایک مسودہ پڑھا گیا۔ جملہ ممبران نے اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے بالاتفاق اظہار پسندیدگی کیا۔ چونکہ معاہدہ جس پر برادری کو پابند ہونا لازم ہوگا کی بعض دفعات

قابل ترمیم و اصلاح قرار دی گئیں اس لئے اس غرض کے لئے یہ مسودہ حکیم شہاب الدین اور منشی محمد علی صاحبان کے سپرد کیا گیا کہ وہ بعد اصلاح آئندہ اجلاس میں پیش کریں، تنظیم اور اصلاح کی ابتدا چونکہ مصلحین کے گھر سے ہوا کرتی ہے اس لئے قرار پایا۔ کہ اس کے پاس ہونے پر فوراً عمل شروع کر دیا جائے، اور بعد ازاں عام برادری کو دعوت دیجائے،

"ندوۃ القریش" کیطرف سے عنقریب ایک سرکلر ان اضلاع کے قریشی حضرات کی خدمتیں ارسال ہوگا جن کے لئے زراعتی حقوق کا مطالبہ کیا جارہا ہے لہٰذا ان کا فرض ہوگا۔ کہ وہ اس کے متعلق اپنی امکانی کوششیں عمل میں لانے سے دریغ نہ کریں،

"ندوۃ القریش" بتدریج قومی خدمات انجام دینے کا تہیہ رکھتا ہے، سردست اس کے سامنے "حقوق زراعت" اور "تنظیم" دو اہم کام ہیں۔ ان کی انجام دہی میں اراکین ندوہ عہدہ برا ہونیکے بعد کسی دوسری ضرورت کی جانب متوجہ ہونگے۔ ممکن ہے کہ عملی کام کے اس انہاک میں عام کام اور عام اجلاس نہ ہو سکیں۔ اس لئے اس خاموشی کو تساہل اور عدم کارکردگی پر محمول نہ کیا جائے۔

جن برادران قریش کے ذمے ندوۃ القریش کا چندہ واجب الادا ہے اور خطوط مطالبہ بھی لکھے گئے ہیں، وہ مہربانی کرکے بواپسی ڈاک اپنی اپنی ذمگی رقوم بھجوا کر مشکور کریں اور یا د رہانی کا انتظار نہ فرمائیں، چیف سکرٹری،

محترم قریشی محمد مختار صاحب وکیل تحریر فرماتے ہیں کہ قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کی خدمات جلیلہ کے شکریہ میں ندوۃ القریش کے افتتاحی اجلاس منعقدہ ۲۹ جون ۱۹۳۸ء میں آپ کی خدمت میں ایک طلائی تمغہ پیش کرنے کا رزولیوشن پاس ہوا۔ اس فنڈ میں جو رقم بوقت اجلاس جمع ہوئی وہ قاضی صاحب نے قومی فنڈ کی نذر کر دی، اور محترم مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی صدر جلسہ نے یہ تمغہ اپنی گرہ سے تیار کرا کر قاضی صاحب کو بھیجنے کا وعدہ فرمایا۔ لیکن اس وقت تک معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ وہ تمغہ قاضی صاحب کو پہونچ چکا ہے یا نہیں؟ اگر پہونچ چکا ہے تو خیر اور اگر نہیں تو میرے خیال میں اسے ایک مختصر سے اجلاس میں قاضی صاحب کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ تو حاضرین کو قومی خدمات کا شوق ہو، میرے ان الفاظ کو بذریعہ القریش جناب صدر تک پہونچا دیں مشکور ہونگا۔ (تمغہ ابھی تک قاضی صاحب کی خدمت میں پیش نہیں ہوا۔ امید ہے کہ جناب صدر تیار کرا کر آپکی رائے پر عمل کرنے میں احتراز نہ ہوگا۔ ایڈیٹر)

اکتوبر کے مہینہ میں ملیریا فیور کی وجہ سے گھر میں اس قدر تکلیف رہی کہ رسالہ کی ترتیب کا موقع ہی نہ مل سکا۔ ہمیں افسوس ہے کہ احباب کو القریش کی انتظار کی زحمت ہوئی۔ جو باتیں انسانی حیطۂ اقتدار سے باہر ہوں اس کی شکایت ہی کیا۔ تاہم ہم ناظرین کرام سے اس فروگذاشت کے لئے جو اکتوبر کا القریش شائع نہ ہونے سے ہوئی ہے، عذرخواہ ہیں۔ امید ہے کہ وہ ہمیں مجبور و معذور سمجھ کر نظر انداز کر دیں گے، ایڈیٹر،

خوشی کا مقام ہے کہ "ندوۃ القریش" کے سرگرم رکن قریشی محمد عظیم صاحب نائب صدر قانونگو، اپنی خداداد قابلیت کی وجہ سے صدر قانونگو منتخب ہوئے ہیں،

جن برادران قریش کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہو گیا ہے، وہ اپنا اپنا زرچندہ بذریعہ منی آرڈر بھجوا کر مشکور کریں، ورنہ وی پی وصول کرنے کے لئے تیار رہیں، مینجر،

سیرۃ الاولیا

حضرت ابو حازم مکیؒ

آپ ایک بزرگ کامل اور صاحب کرامت تھے، نہایت با اخلاص و پرہیزگار تھے۔ مجاہدے اور مشاہدے میں فقید المثال اور زہد و تقویٰ میں عدیم النظیر تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ بہت سے مشائخ کے پیشوا تھے اور بزرگان تابعین میں سے تھے آپ کو بہت سے صحابہ کرامؓ و نیز حضرت انسؓ بن مالکؓ و ابوہریرہ وغیرہ سے ملاقات کا اتفاق ہوا تھا۔ ایک دفعہ ہشام ابن عبدالملکؒ نے حضرت سے دریافت کیا کہ وہ کیا چیز ہے جس کی بدولت ہم اس کار سلطنت سے نجات حاصل کریں، آپ نے جواب دیا کہ درہم ہو کر تو وصول کرے، ایسی جگہ سے وصول کر کہ وہاں سے لینا جائز و حلال ہو اور ایسی جگہ میں خرچ کر کہ وہاں اس کا خرچ کرنا جائز و حلال ہو، ہشام بن عبدالملک نے کہا کہ ایسا کون کر سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ وہی جو دوزخ سے دور رہنے والا اور بہشت کا ڈھونڈنے والا اور خدائے رحمن کی رضا کا طالب ہو،

آپ لوگوں سے بالکل بے نیاز تھے۔ چنانچہ آپکی بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ ایکمرتبہ ایک قصاب کی دوکان کیطرف سے آپ کا گذر ہوا اس وقت دوکان میں گوشت فربہ تھا۔ آپ کی نظر اس گوشت کیطرف جا پڑی۔ اس موقع پر قصاب نے جو کچھ کہا اور آپ نے جو کچھ جواب دیا درحقیقت قابل صد عبرت ہے،

قصاب! یہ گوشت بہت ہی فربہ ہے، ابو حازم، میرے پاس پیسے نہیں ہیں، قصاب! میں آپکو مہلت پر دیتا ہوں جب پیسے ہوں دیدیجے گا۔ ابو حازم! میں اپنے نفس کو مہلت پر راضی کرونگا۔ قصاب! اسی لئے تو آپکی پسلی ہڈیاں نکل آئی ہیں، ابو حازم، قبر کے کیڑوں مکوڑوں کے لئے یہی کافی ہے،

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے حج کا ارادہ کیا اور جب بغداد پہونچا تو حضرت ابو حازم کیؒ کے پاس گیا۔ میں نے آپ کو سوتا ہوا پاکر تھوڑی دیر صبر کیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ مجھ سے فرمانے لگے کہ اس وقت میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ کہ آپؐ نے تمہارے لئے مجھ کو پیغام دیا ہے کہ اپنی ماں کے حقوق کی نگہداشت کرو۔ تمہارے لئے یہی بہتر حج ہے۔ پس اب تم لوٹ جاؤ اور اپنی ماں کی رضامندی و خوشنودی کے طالب رہو وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے واپس چلا آیا اور مکہ معظمہ نہ گیا۔

کسی شخص نے حضرت سہیل تستریؒ سے عرض کی۔ کہ حضرت رات چور میرے گھر میں گھس آئے اور تمام مال و دولت اور ساز و سامان اٹھا کر لے گئے، ایک پائی بھی نہیں چھوڑ گئے، آپ نے فرمایا کہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر بجالا کہ صرف دنیاوی مال و دولت کو لیگئے، اگر کہیں شیطان تیرے دل کے اندر گھس کر تیرے ایمان و اسلام کی دولت پر ڈاکہ ڈالتا اور سب کچھ چھین کرلے جاتا تو تو کیا کر سکتا تھا۔ شکر کر کہ حقیقی دولت پر خیریت گذری اور اب تک تو اس سے مالا مال ہے،

عبدالملک

قصر الزہرا

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ   آثار پدید است صنا دید عجم را

عظمت ماضیہ کی ان غیر فانی یادگاروں میں جو بقائے دوام کا تاج حاصل کرچکی ہیں، قرطبہ کا قصر الزہرا ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اس کی شان و شوکت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس وقت کے مبصرین فن نے متفقہ طور پر اسے دنیائے اسلام کی بےنظیر و بےعدیل عمارت تسلیم کیا ،

اس عجیب و غریب عمارت کا بانی اندلس عظمے کا اموی خلیفہ امیر المومنین ابو المعترف عبد الرحمن الناصر الدین اللہ تھا۔ جو سلسلۂ خلافت میں اندلس کا آٹھواں تاجدار اور اپنے نام کے لحاظ سے تیسرا عبد الرحمن تھا۔ یہ شہزادہ محمد بن عبد اللہ کا بیٹا تھا۔ جو ایام ولیعہدی میں اپنے باپ سے باغی ہونے عیسائیوں سے ساز باز کرنے اور ابن حفصون کے ساتھ ملکر مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے جرم میں ماخوذ ہوکر قید کی حالت میں فوت ہوگیا تھا۔ کہتے ہیں کہ بیٹے کی وفات کے بعد امیر عبد اللہ کی نگاہ جوہر شناس نے سلطنت کے لئے اپنے پوتے عبد الرحمن کو منتخب کیا اور اس کی تعلیم و تربیت کے لئے ملک کے قابل ترین علما اور اہل کمال کی خدمات حاصل کیں ، عبد الرحمن نے اپنے فطری رجحان اور طبعی ذہانت کی بدولت اس میں اس انہماک سے حصہ لیا کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اس میں وہ تمام خوبیاں پیدا ہوگئیں۔ جو تربیت کے ذریعے کسی کو پہنچ سکتی ہیں ،

۵ ربیع الاول سنہ ۳۰۰ھ کو امیر عبد اللہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ جس کے بعد عبد الرحمن تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا اس وقت اس کی عمر اکیس سال تھی مگر اس کی تاجپوشی سے جو خوشی ممالک محروسہ میں منائی گئی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ نہایت ہر دلعزیز تھا اور اس کا انتخاب نہایت صحیح ہوا تھا ایک شاعر نے اس موقعہ پر کیا خوب کہا ہے ،

بدا الهلال جديدا ۞ والملك غض جديد ۞ يا نعمة الله زيدي ۞ ان كان فيك مزيد

ان كان للصوم فطر   فانت للدهر عيد

عبد الرحمن سے پیشتر بنو امیہ کے تمام تاجدار سلطان یا امیر کے خطاب سے مخاطب کئے جاتے تھے مگر اس نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنی طاقت اور بنو عباس کی کمزوریوں کا اندازہ لگا کر سنہ ۳۱۶ھ میں اپنے لئے خلیفہ کا خطاب اختیار کیا اور امیر المومنین بن کر اپنا لقب الناصر الدین اللہ مقرر کیا ۔

عبد الرحمن الناصر الدین اللہ فہم و فراست کے ساتھ زیور حسن سے بھی آراستہ تھا۔ تمام ملک میں اس کے حسن و جمال کا شہرہ تھا۔ وہ معاملہ فہمی میں سارے دربار میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا اور سپاہیانہ کرتبوں میں تو اس کی یہ کیفیت تھی۔ کہ بڑے

بڑے تنومند اور بہادر سردار اس کا لوہا مانتے تھے، وہ نازک ترین امور سیاسی کو نہایت آسانی اور کامیابی کے ساتھ اس طرح سنبھال لیتا تھا کہ بڑے بڑے مدبر حیران رہجاتے تھے، اس کی ماں ماریہ ایک معزز عیسائی خاندان کی خاتون تھی،
اس جلیل القدر بادشاہ نے چند مہینوں کی علالت کے بعد رمضان المبارک سنہ ۳۵۰ھ کو سہ شنبہ کے روز بہتر برس کی عمر میں سفر آخرت اختیار کیا۔ اس کی مدت حکومت پچاس برس چھ مہینے اور تین دن رہی اور گو اس کی زندگی کا بیشتر حصہ ملکی فتوحات اور فوجکشی میں گذرا۔ مگر اس کے دیگر بیشمار کارنامے ایسے ہیں کہ کوئی اور بادشاہ سو برس اطمینان کے ساتھ حکومت کرنیکی صورت میں بھی پیش نہیں کرسکتا۔ مشہور عالم مورخ دوزی کا بیان ہے۔ کہ

"بنو امیہ کے ان حکمرانوں میں جو اندلس کے تخت پر جلوہ فگن ہوئے سب سے پہلا درجہ حقیقت میں عبد الرحمٰن الناصر الدین اللہ کو ملنا چاہیئے، اس نے اپنی حکومت سنہ ۳۰۰ تا ۳۵۰ھ کے دوران میں جو کارنامے کئے، وہ دراصل معجزے تھے، جس وقت اس نے سلطنت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی تھی، اس وقت تمام ملک فتنہ و فساد اور جنگ و جدل کے شعلوں سے بھڑک رہا تھا۔ فرقہ کی بادسموم ہر طرف منڈلا رہی تھی، طوائف الملوکی کی گرم بازاری تھی، شمالی عیسائیوں کے حملوں کے لئے تمام راستے کھلے تھے اور قریب تھا کہ افریقہ اور لیون کے باشندے اسے اپنا لقمۂ تر بنالیں لیکن عبد الرحمٰن نے تمام رکاوٹوں اور موانع کے باوجود نہ صرف اندلس کو بیرونی حملوں سے بچایا۔ بلکہ اندرونی فتنوں سے بھی پاک صاف کرکے اسے پہلے سے زیادہ مضبوط اور مستحکم کردیا۔ اس نے اندرون ملک میں امن و امان قائم کرکے بیرونی ممالک میں اس کی عظمت کا ڈنکا بجادیا،

اس کے بادشاہ ہونے سے پیشتر خزانہ عامرہ تقریباً خالی پڑا تھا۔ مگر اس کے وقت میں شاہی محاصل کی سالانہ مقدار ۰۰۰ ۵۴۸۰ سکہ طلائی تھی، جس میں سے ایک تہائی خرچ کرتا تھا، ایک تہائی پس انداز اور باقی ماندہ رقم اپنی تعمیرات میں صرف کرتا تھا۔ حساب لگایا گیا ہے کہ سنہ ۳۴۰ھ میں اس کے خزانہ میں دو کروڑ سکہ طلائی موجود تھے، چنانچہ ایک سیاح نے جو ماہر مالیات بھی تھا دنیا کو بتایا ہے کہ اس زمانہ میں ناصر الدین ہمدانی والئے الجزیرہ اور عبد الرحمٰن الناصر الدین اللہ دنیا کے مالدار ترین بادشاہ تھے،

کاشتکاری صنعت و حرفت اور علوم و فنون سب عروج پر تھے، قرطبہ کی آبادی اس وقت پانچ لاکھ نفوس پر مشتمل تھی تین عظیم الشان مسجدیں۔ کئی خوبصورت محلات، لاکھوں مکانات اور لہلہاتے باغات اس کی زیب و زینت کا باعث تھے، اگر وہ دنیا کے کسی شہر سے کسی بات میں کم تھا تو وہ عروس البلاد بغداد تھا۔ عبد الرحمٰن کی طاقت بھی خوب بڑھی ہوئی تھی۔ ایک عظیم الشان بیڑے کے ذریعے وہ بحیرہ روم میں خلفائے فاطمیہ سے لڑنے کیلئے ہر وقت تیار رہتا تھا۔ اور سبتہ پر قبضہ کرکے اس نے مراکش کی کنجی اپنے قبضہ میں کرلی تھی ایک زبردست فوج کے ذریعے جو غالباً اس زمانہ کی بہترین فوج تھی وہ شمالی عیسائیوں کی پیش دستیوں کو روکے ہوئے تھا۔ دنیا کے معزز ترین بادشاہ اس کی

دوستی کے خواہاں تھے، قسطنطنیہ کے قیصر جرمنی فرانس اور اٹلی کے بادشاہوں کے سفیر اس کے دربار میں حاضر رہا کرتے تھے،

یہ کارنامے یقیناً نہایت شاندار ہیں۔ لیکن جو چیز سب سے زیادہ محیر العقول ہے وہ ان کارناموں کو انجام دینے والے کا اپنا وجود ہے، یہ ایسی عجیب وغریب آدمی کا کام تھا کہ اس عالی نظری سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہ تھی۔ وہ ہر امر کی جزئیات تک سے واقف تھا۔ اسی وجہ سے وہ سلطنت کے عقد ہائے لاینحل چٹکیوں میں حل کر لیتا تھا یہ ہوشیار اور قابل ترین شخص جس نے مرکزیت قائم کی جس نے ملک وقوم میں اتحاد و یکجہتی کا بیج بویا جس نے دوسری حکومتوں سے تعلقات پیدا کر کے سیاسی توازن برقرار رکھا۔ اور جس نے اپنی رواداری اور آزاد خیالی سے دیگر مذاہب کے پیروؤں کو بھی اپنا مشیر بنانے میں دریغ نہ کیا۔ اگر انصاف کی نظروں سے دیکھا جائے تو یہ زمانہ وسطے کا ایک مطلق العنان خلیفہ ہی نہیں تھا، بلکہ دور حاضرہ کا ایک دستوری بادشاہ تھا۔"

امیر المومنین کو تعمیرات سے خاص شغف تھا۔ چنانچہ قرطبہ میں اس نے صد ہا عمارتیں تعمیر کرائیں۔ لیکن اس کے شوق اور اولوالعزمی نے اپنا پورا زور اس وقت دکھایا۔ جب قرطبہ کے شمال مغربی گوشہ میں سیرا مورینا کے دامن پر دارالخلافہ سے تین میل دور اس نے قصر الزہرا کی بنیاد رکھی۔ اس قصر کے بنا کی روائت بھی نہائت دلچسپ ہے، چنانچہ مسلمان مورخین کا بیان ہے کہ اس خلیفہ کے حرم میں ایک نہائت دولتمند جینی کنیزک رہتی تھی۔ اس کی تمنا تھی کہ اس کی دولت کسی دینی کام میں صرف ہو چنانچہ اس نے مرتے وقت امیر المومنین سے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس کا تمام ترکہ مسلمان قیدیوں کے فدیہ میں خرچ کیا جائے، خلیفہ نے اس کی وصیت کے مطابق تمام عیسائی سلاطین کے پاس اپنے قاصد بھیجے۔ مگر کسی کے پاس کوئی مسلمان قیدی نہ نکلا اس پر ایک اور کنیزک نے جو زہرا کہلاتی تھی اور بادشاہ سے نہائت مانوس تھی امیر المومنین کو یہ مشورہ دیا، کہ اس روپیہ سے ایک ایسا محل تعمیر کیا جائے جو شان و شوکت میں اپنا جواب نہ رکھتا ہو بادشاہ کو یہ بات بہت پسند آئی حکم دیا کہ اس رقم کے علاوہ اس کا ایک تہائی روپیہ خزانہ شاہی سے بھی لیا جائے جو بیس لاکھ بنتا تھا۔ چنانچہ اس ہزار مزدور اور چار ہزار بار برداری کی خاطر اس کام پر فوراً لگائے گئے

قصر الزہرا کی بنیاد ۳۲۵ھ میں رکھی گئی، اس روز سے آخر دن تک روزانہ چھ ہزار سلیں آتی رہیں جو نہائت خوبصورتی سے تراشی ہوئی تھیں۔ فرشی سلیں اور دیگر مصالحہ ان کے علاوہ تھا۔ مورخین نے اس مسالے، اس کی قدر و قیمت، کاریگروں کی تعداد ان کی مزدوری وغیرہ جی کھول کر بیان کی ہے اور اس میں کلام ہی نہیں کہ یہ تمام باتیں نہائت کارآمد اور دلچسپ ہیں۔ کیونکہ آج اگر ان کی تفصیل موجود نہ ہوتی تو یہ سب کچھ مبالغہ پر محمول کیا جا سکتا تھا۔ مگر ہم اس خیال سے کہ یہ طبائع پر گراں نہ گذرے مختصراً اسے درج ذیل کرتے ہیں،

اس قصر کے نقشے قسطنطنیہ کے معماروں اور مہندسوں نے تیار کئے تھے اس کی دیواریں ۱۷۰۰ × ۲۷۰۰ ہاتھ تھیں، اور ان کی صورت بالکل قلعہ کی فصیل جیسی تھی، اس عمارت کا بہت سا مسالحہ بیرون ملک سے مہیا کیا گیا تھا۔ چنانچہ سنگ

مرمر اور سنگ سماق نومیڈیا، یونان اور اندلس کی کانوں سے آیا تھا۔ رومیوں کے بنائے ہوئے ستون، ناربون، طرکونہ، ایوٹیکا اور قرطاجنہ کے قدیم بتخانوں سے حاصل ہوئے تھے اور چند مرصع ستون قسطنطنیہ کے بادشاہ نے بطور تحفہ ارسال کئے تھے، ان کے سبز اور گلابی رنگوں کو جو دیکھتا تھا حیران رہجاتا تھا،

اس قصر میں چھوٹے بڑے ملاکر مذہ ہزار سے کچھ زیادہ دروازے بنے تھے اور تمام دروازوں پر لوہے اور تانبے کی چادر لگاکر ان پر سونے کا جھول چڑھایا گیا تھا، دوپہر یا سہ پہر کو جب سورج کی سرخ اور ڈھلتی ہوئی کرنیں ان پر پڑتی تھیں تو یہ ایک عجیب بہار دکھاتے تھے، قصر کے گنبد اور بڑے کمرے نے جو مجلس الذہب کہلاتا تھا۔ تو اپنی آب وتاب سے دنیا بھر کے سیاحوں کو اپنا دالا وشیدا بنالیا تھا،

اس قصر اور اس کے گرد کے باغ کی زیب وزینت کے لئے ایک نہر بنوائی گئی، اس کا پانی نہایت شیریں اور سرد تھا اور یہ جبل قرطبہ سے لائی گئی تھی۔ اس نہر میں یہ کمال دکھایا گیا تھا۔ کہ یہ قصر کے تمام اونچے چبوتروں پر چڑھتی تھی اور کل عالی نشان نشستوں پر ہوکے گذرتی تھی، انتہائی بلندی پر ایک حوض میں ایک معلاّ و مرصع شیر بنایا گیا تھا، پانی شیر کے پیٹ سے چڑھ کر منہ کے ذریعہ حوض میں گرتا تھا۔ اور حوض کے چاروں کونوں سے چھلک کر باغ کی آبیاری کرتا تھا۔ باغ میں چند حوض اور فوارے اور بھی تھے جن سے فن تعمیر کا کمال ظاہر ہوتا تھا۔ ان میں سے ایک حوض تو سبز پتھر کا تھا جو ملک شام کی صنعت کا نمونہ تھا۔ اس کے کناروں پر بارہ جانوروں کے طلائی بت جواہرات سے لدے کھڑے تھے اور ان کے منہ سے ہر وقت حوض میں پانی گرتا رہتا تھا اور ایک چمکدار تانبے کا ان نما فوارہ تھا۔ جس پر نہایت خوبصورت بیل بوٹے بنے ہوئے تھے یہ شاہ قسطنطنیہ نے تحفہ کے طور پر بھیجا تھا،

قصر الزہرا کی عمارت سنگ مرمر کے ایک اونچے چبوترہ پر بنی ہوئی تھی اور اس کے صدر دروازہ پر کنیزک کا بت نصب تھا جس کے مشورہ سے یہ محل بنایا گیا تھا اور جس کے نام پر اس کا نام رکھا گیا تھا، ایک نہایت معتبر مورخ کا بیان ہے۔ کہ جب عمارت تیار ہوگئی تو امیرالمومنین الناصر نے ایک صاحب کو دکھا کر داد طلب کی، اس نے تعریف کے ساتھ ہی ساتھ یہ فقرہ بھی کس دیا۔ کہ اس عمارت کے سامنے زہرا کا بت بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے دیو نے اسے اپنی بغل میں لے رکھا ہے، یہ پھبتی چونکہ صحیح تھی، اس لئے امیرالمومنین نے حکم دیا کہ پہاڑ کاٹ کر پھینکدیا جائے چنانچہ کام شروع ہوگیا مگر لوگوں نے بمشکل تمام انھیں اس ارادہ سے باز رکھا۔ آخر ان کے حکم سے پہاڑ پر سبزہ و باغ لگادیا گیا، جس سے معلوم ہوتا کہ زہرا جنت میں بیٹھی ہے، (اخبار الاندلس جلد اول)

وہی مورخ کہتے ہیں کہ کوہ وقار امیرالمومنین ایسے ذی ہمت اور مستقل رائے کے آدمی تھے، کہ اگر وہ روکے نہ جاتے یقیناً پہاڑ اکھڑوا کر پھینکوا دیتے،

قصر الزہرا کے تین حصے تھے اور اس میں امیرالمومنین، ان کی حرمیں اور کنیزکیں جن کی تعداد چھ ہزار تین سو تھی، نیز

غلام اور خدم وحشم رہتے تھے آخرالذکر کی تعداد سترہ ہزار تھی، پہاڑ کے آخر میں شہر کیطرف محافظین شاہی، خواجہ سراؤں اور دربار شاہی کے غلاموں وغیرہ کے رہنے کے چارسو کے قریب مکانات تھے، ان کے علاوہ ایک ٹکسال اور چند مکانات اور بھی تعمیر ہوئے، یہاں تک کہ یہ ایک اچھا خاصا شہر بن گیا اور مدینۃ الزہرا کے نام سے مشہور ہوگیا،

قصرالزہرا کی تعمیر سے فارغ ہوکر امیرالمومنین نے اپنی توجہ مدینہ زہرا کی عالی شان مسجد جامع زہرا کیطرف مبذول کی، اس مسجد کی تعمیر میں جتنا روپیہ صرف ہوا وہ صرف آپ ہی کا حصہ تھا۔ کوئی اور بادشاہ ہوتا تو شائد اتنے مصارف کا متحمل نہ ہوسکتا ابن فرحی اور دیگر مورخین لکھتے ہیں، کہ

"جامع زہرا جس روز بننا شروع ہوئی اس روز سے اختتام اور تیاری تک روزانہ ایکہزار کاریگر کام بناتے رہے، جن میں سے تین سو معمار دو سو بڑھئی اور پانسو مزدور اور مختلف قسم کے کاریگر تھے" (مضامین شرحمہ اول)

یہ مسجد ۴۸ دن میں بن کر تیار ہوئی، چنانچہ ۲۳ شعبان ۳۲۹ھ کی شام کو اس میں پہلی نماز باجماعت ادا کی گئی۔ اس مسجد کا نقشہ ہوبہو وہی تھا جو شہر کی جامع مسجد کا تھا۔ مگر بعض خصوصیات کے لحاظ سے یہ اس سے بڑھی ہوئی تھی، اس میں پانچ دالان تھے اس کا سنہری اور روپہلی کام حسن صنعت کا بہترین نمونہ اور اس کی محراب ومنبر ایشائی مذاق کا عجوبہ تھا۔ اس کے مینار چمکدار پتھروں سے بنے ہوئے تھے اور اکتیس ہاتھ بلند تھے، اس کے صحن میں سرخ وخام کا فرش اور درمیان میں ایک حوض اور فوارہ لگا تھا۔ جس پر سونا چڑھا ہوا تھا اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کی تعریف ان فقرات سے بھی بالاتر ہے کہ "لا عین رأت ولا اذن سمعت، ولا خطر فی قلب بشر" ترجمہ، اس کی مثل نہ کسی نگاہ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی اور نہ ہی کسی کے دل نے ایسی پرشان مسجد کا تصور آیا، کہتے ہیں کہ جب یہ قصر تعمیر ہو رہا تھا، تو امیرالمومنین بنفس نفیس اس کی نگرانی کرتے تھے، آپ اس کام میں اتنے منہمک ہوگئے کہ تین جمعوں کی نماز قضا ہوگئی، قاضی منذر کو جب یہ معلوم ہوا۔ تو اس" علی روس الاشہاد" انہیں دھمکانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ جب آپ چوتھے جمعہ کے روز مسجد میں آئے تو اس نے خطبہ کو خداتعالیٰ کے اس قول سے شروع کیا۔

اتبنون بکل ریع اٰیۃ تعبثون ٥ وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون ٥ واذا بطشتم بطشتم جبارین٥

فاتقوا اللہ واطیعون ٥ واتقوا الذی امدکم بما تعلمون ٥ مدکم بانعام وبنین وجنٰت وعیون ٥

انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم ٥ اس کے بعد منذر نے ذیل آیت شروع کی، متاع الدنیا قلیل والاخرۃ خیر لمن اتقی پھر مکانات کے بنوانے، ان کی زیب وزینت میں مستغرق ہوجانے اور مزخرف عمارات میں بیدریغ روپیہ صرف کرنے کی مذمت کی اسی سلسلہ میں اس نے یہ آیت بھی پڑھی، افمن اسس بنیانہ علیٰ تقویٰ من اللہ ورضوان خیر ام من اسس بنیانہ علیٰ شفا جرف ھار فانھار بہ فی نار جھنم واللہ لا یھدی القوم الظالمین ٥

اس کے بعد اس نے نفس قرآن وحدیث کی رو سے اس شوق کے چھوڑنے توبہ کرنے اور لذاتِ دنیا کے انہماک سے بچنے کی

ہدایت کی، اس بیان پر سب لوگ رو رہے تھے، امیرالمومنین بھی خفیف ہوکر آنسو بہا رہے تھے۔ لیکن دل میں قاضی منذر پر بہت ناراض تھے،

جب وہاں سے واپس آئے تو اپنے بیٹے الحکم سے قاضی کی شکایت کی اور کہا کہ اس کے خطبہ کا صحیح مخاطب میرے سوا اور کوئی نہ تھا۔ انہوں نے میری ذلت میں کسر اٹھا نہ رکھی۔ مجھے پند و نصیحت کرنے میں انہوں نے سیاست ملک کا خیال بھی نہ کیا میں قسم کھاتا ہوں کہ آج سے ان کے پیچھے نماز نہ پڑھونگا۔ چنانچہ اس دن سے انہوں نے جامع زہرا میں نماز پڑھنا شروع کی،

ایک روز ولیعہد نے عرض کیا۔ کہ جب آپ قاضی صاحب سے اس قدر ناراض ہیں تو انہیں معزول کیوں نہیں کر دیتے ؟ امیرالمومنین سے رہا نہ گیا، فرمانے لگے کہ تم ولیعہدی سے معزول کئے جاسکتے ہو مگر قاضی منذر ایسے عالم کو معزول کرنا سخت حماقت ہے۔ مجھے اس وقت رنج تھا، میں نے قسم کھالی۔ اب میرا غصہ اتر گیا ہے اور اس لئے اپنی قسم کا کفارہ دیتا ہوں جب تک میں اور وہ زندہ ہیں۔ سب کے ساتھ انہی کے پیچھے نماز پڑھونگا۔ تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ میں ان سے ناراض نہیں ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے ایک دعوت کی جسمیں تمام علما اور بالخصوص قاضی صاحب" خوب لاچار کچھ کچھ وعظ بھی فرماگئے"

تقاضائے عمر اور عیش و عشرت کے نتائج نے خلیفہ ممدوح کی آخری زندگی کو تلخ کر دیا۔ آخر کار انہوں نے کاروبار سلطنت کا جوا کندھوں سے اتار کر اپنے بیٹے الحکم کے سپرد کیا اور خود گوشہ نشینی اختیار کرلی، ایک صاحب دل درویش سے آپ کو بے حد عقیدت تھی، چنانچہ بیشتر وقت انہی کی صحبت میں گذارتے تھے، انتقال کے بعد ان کے کاغذات سے ایک بیاض برآمد ہوئی جس میں اس نے اپنے پوشیدہ خیالات کو اس طرح قلمبند کیا تھا،

میں نے نہایت امن اور کامیابی کے ساتھ پچاس برس حکومت کی، میری رعایا مجھ پر فدا تھی۔ میرے دشمن مجھ سے لرزاں تھے، میرے حلیف اور دوست مجھ سے خوش تھے، دنیا بھر کے بادشاہ میری دوستی اور خوشنودی مزاج کے خواہاں تھے، کوئی چیز ایسی نہ تھی۔ جس کی انسان کے دل میں خواہش ہو اور مجھے میسر نہ ہو، قوت اور عیش سبھی کچھ حاصل تھا۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ اس طول و طویل زندگی میں صرف چودہ دن ایسے تھے جن میں میں بے فکر رہا اور مجھے حقیقی خوشی نصیب ہوئی، تمام تعریفیں اسی کو سزاوار ہیں۔ جس کی شان کو زوال نہیں اور جو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، لاالہ الااللہ وہوالحی القیوم،

قریشی محمد عبداللہ

اس اشاعت میں کوئی فسانہ نہیں دیا جا سکا، آئندہ اشاعت سے ایک درد انگیز واقعہ فسانہ کے رنگ میں **"مادر زاد وحشی"** کے عنوان سے شروع ہوگا۔ واقعاتِ دنیا میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا زہرہ گداز واقعہ ہے جس کے پڑھنے سے پتھر دل صحیح معنوں میں پانی ہوکر بہ جائیں گے، ناظرین انتظار کریں،

تجلیات

(رشحاتِ قلم مولنا عطا محمد صاحب طاہر)

ناں گلشنِ ہستی سے آشنا ہوں میں — بہارِ عمرِ دو روزہ پہ کیوں فدا ہوں میں
نشاں مرا نہ مری گرد راہ کو بھی ملا — تری تلاش میں کتنا گریز پا ہوں میں

یہ خار زار یہ تپتی ہوئی زمیں یہ سموم — کریم مجھ پہ کہ برہنہ پا ہوں میں
نہ وہ چمن ہے نہ وہ شاخِ آشیاں باقی — غرض ہر ایک تباہی کی ابتدا ہوں میں

نہیں، کہ مجھ کو کچھ امید التفات نہیں — تمہاری دیر نگاہی سے آشنا ہوں میں
پٹک دیا جسے ساحل پہ لا کے موجوں نے — اسی شکستہ سفینہ کا ناخدا ہوں میں

میری نگاہ میں ہے منزل ہبوط و صعود — جو ڈوب جاؤں تو سمجھو ابھر رہا ہوں میں
تاثرات کی اللہ رے برق سامانی — خود اپنی شعلہ نوائی سے جل بجھا ہوں میں

عدم عدم ہے سرا پردۂ ظہور نہیں — مگر وہاں بھی ترے جلوے ڈھونڈتا ہوں میں

کبھی ہے ترکِ تمنا کی فکر اے طاہر
کبھی فریبِ تمنا میں مبتلا ہوں میں

تصحیح:۔ جولائی کے رسالہ پر نمبر رواں ۶ دیا گیا۔ اس کے بعد کے نمبروں پر بھی غلطی نمبر ۶ ہی درج ہوتا رہا۔ جو درست نہیں ہے۔ ناظرین کرام اسے سلسلہ وار درست کریں،

کیفِ سخن

رہے گا یوں نہ اے ظالم ترا جور و ستم باقی نہ ہونگے ایک دن آخر نہ تم باقی نہ ہم باقی
صفائی وصل میں کرتا ہوں ان سے جملہ باتوں کی کہ آئندہ نہ رہ جائے کوئی تصفیہ بہم باقی
رہی دنیا میں یاد نیک و بد شداد و کسرےٰ کی نہ باغ داد ہے قائم نہ ہے باغ ارم باقی
بقائے عارضی اک خواب ہے اہل بصیرت کو فنا کہتے ہیں جس کو ہے ملکِ عدم باقی
سخاوت کا بھی درجہ کم نہیں دنیا میں شاہی سے کہ حاتم کا ہے اب تک شہرۂ جود و کرم باقی
جدائی میں تری خواب و خور و آرام رخصت ہیں نہیں دل میں مرے جز حسرت و رنج و الم باقی

بس اب اے فرحتیؔ بیدار ہو کچھ خواب غفلت سے
بہت سی ہو چکی ضائع رہی ہے عمر کم باقی

فرحتیؔ عباسی

غم و رنج ہے کبھی یاں تو کبھی ہے شادمانی اسی کشمکش میں اکدن ہے یہ ختم زندگانی
جو فلک کے باغ انجم میں خزاں کا دور ہوتا تو ہماری لوٹ لیتا نہ بہار زندگانی
لکھا کوہکن کے تیشے نے وہ نقش بیستوں پر ملی جس سے حسن شیریں کو حیاتِ جاودانی
مرے تن میں اب لہو کی کوئی بوند رہگئی ہو نہیں چھوڑیگا اسے بھی ترا چہرہ ارغوانی

یہ تو وجد اہل دل ہے سر تے تھے کلیم بے خود
اسے اب دکھا دو جلوہ ہے فضول لن ترانی

قطعہ

وہ کام منحصر ہے جو ہمت پہ آپ کی امداد غیر سے اسے ہلتہ نہ کیجئے
اے وجد آپ کو ہے ترقی کا گر خیال اپنے سوا کسی پہ بھروسہ نہ کیجئے

سید سکندر علی وجدؔ سروالوی

تعارفات

سوانح حیات حضرت مولانا میر محمد عبید اللہ صاحب فرحتی عباسی مستند المورخین سابق سپرنٹنڈنٹ صدر محتاج خانہ بوندی و مصنف تاریخ راجستان "پنشنر سب رجسٹرار، سابق انسپکٹر سائرات میواڑ، امروہی

(نوشتہ میر محمد عامر عباس صاحب عباسی مورخ خلفائے عباسیہ)

اکثر امرا، شعرا و مصنفین مختلف اوقات زمانہ میں گذر گئے ہیں جن کے کلام و بیان کو اہل زمانہ بشوق پڑھ کر حظ اٹھاتے ہیں لیکن ان اہل کلام و بیان کی زندگیوں کے حالات کسی کتاب میں نہیں پائے جاتے۔ کیونکہ بڑے سے بڑے شعرا و نثار مثل فردوسی انوری، سعدی، حافظ، فرد، جامی وغیرہ نے اپنی گذر اوقات یا حسب و نسب پر مطلق قلم نہیں اٹھایا۔ صرف تابعین و معتقدین نے رطب و یابس جو حالات صحیح و غلط طور پر دریافت ہوئے، عوام کی آگاہی کے لئے قلمبند فرمائے ہیں۔ جب قدیم مصنفین اہل فارس کی یہ کیفیت پائی جاتی ہے تو اہل ہند جو اکثر اردو نویسی کے عادی ہیں۔ کب اس صریحی کمی کو پورا کرتے، نظر بوجوہ بالا مورخ صاحب نے جن کی عمر کا بیشتر حصہ تاریخ بینی و تاریخ نگاری میں گذرا ہے اپنی ضروری سوانح عمری کو بطور یادگار تحریر کرانا مناسب حال سمجھا۔ غالباً دیگر اہل کلام بھی اس کی نظیر قائم کریں،

ایام صغر مورخ صاحب کا عبید اللہ نام، فرحتی تخلص، بلدہ امروہہ ضلع مرادآباد ملحقات شہر دہلی میں سال ۱۸۵۵ء میں بعہد فرمانروائی ملکہ معظمہ الگزنڈرا وکٹوریا حکمران انگلستان و ہندوستان و دیگر ممالک متولد ہوئے، چند روزہ حرف شناسی کے بعد دوسرے سال مع اپنی جدہ و والدہ کفایت النساء کے بہمراہی مولوی محمد عثمان عم حقیقی خود راہی بمقام پشاور ہوئے۔ جہاں کہ آپ کے پدر بزرگوار مولوی منشی محمد عبد اللہ صاحب عباسی بعہدہ بخشی گری پولیس سرکار انگریزی مامور تھے، وہاں کے دو سالہ قیام میں آپ نے چند کتب عقائد مذہبی اور قرآن مجید بقرأت صحیحہ مفتی صدر الدین دوست خاص والد خود سے پڑھا۔ ۱۸۶۶ء میں آپکی جدہ و والدہ پشاور میں انتقال فرما گئیں اور آپ کے والد بزرگوار اپنی سرشتی تیز مزاجی سے مجسٹریٹ کمپ پشاور سے جو ان کا افسر اصلی تھا رنجش کے ساتھ چہاردہ سالہ ملازمت ترک کرکے وطن مالوف امروہہ میں چلے آئے،

دوسرا سفر

۱۸۶۵ء میں جبکہ مورخ صاحب دہ سالہ عمر میں تھے وہ اپنے والد صاحب کے ساتھ جو بتلاش ملازمت اہلکاری بار ثانی ملک پنجاب کیطرف بمقام پشاور وارد ہوئے۔ کیونکہ اس زمانہ میں ملک پنجاب علم انگریزی تو کیا فارسی سے بھی جس میں وہاں کے

سرکاری کاروبار انجام پاتے تھے محروم تہا، انگریزی دفاتر میں تو اہل بنگال اور فارسی اردو اہلکاری پر اہل روہیلکھنڈ بن کو اب ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کہتے ہیں ممتاز تھے، سلسلہ ریلوے بھی اس زمانہ میں لاہور سے بجانب غرب مفقود تہا اور تمام سفر بسواری یکہ و اونٹ گاڑی طے کیا جاتا تہا، پشاور میں چند دن قیام کرکے جب کوئی صورت معاش وہاں نظر نہ آئی تو آپ بہمرکابی اپنے والد صاحب براہ پنجاب ملتان و مظفرگڈھ کے راستہ سے بمقام ڈیرہ غازیخاں پہونچے، وہاں کے سلسلۂ بندوبست مالگذاری میں آپ کے والد صاحب کو جگہ ملی اور مع منشی شبیر علی امروہی کے پرگنہ راجن پور میں متعین ہوکر کام سرکار انجام دیا، اتفاقات وقت سے منشی شبیر علی کو جو ہموطن اور قرابتداری بہی تھی، دفعتہً مرض سرسام ہوگیا اور آپ کے والد صاحب بلحاظ ہمدردی ترک ملازمت کرنے کے بعد منشی شبیر علی کو ہمراہ لیکر وطن آگئے۔ جن کی ہمراہی میں مورخ موصوف بہی موجود ہے،

سفر راجپوتانہ

سنہ ۱۸۷۱ء میں قیام بوطن رہا۔ اور مورخ صاحب نے منشی محمد سلیمان انصاری نامی خوشنویس امروہہ سے خط نستعلیق کی مہارت حاصل کی، کتب فارسی مورخ صاحب اپنے والد بزرگوار سے سفر و حضر میں پڑہتے رہتے تھے، سنہ ۱۸۷۲ء میں بخلاف سفر معہودہ پنجاب کے آپ کے والد صاحب بوجہ تعارف اپنے ایک دوست منشی اکرام اللہ کنبوہ کے براہ آگرہ بہرتپور و جے پور بمقام اجمیر جاکر محکمہ بندوبست اراضیات صدر منصرم متعین ہوئے، دوسرے سال مورخ صاحب کو بہمراہی حکیم عبدالصمد جو اپنے برادر کوچک حکیم مولوی محمد حسن مدرس اول کالج اجمیر کے تھے طلب فرمایا۔ حکیم مولوی محمد حسن امروہی جمیع شعبہائے علوم مشرقی تفسیر، فقہ فلسفہ، منطق، طب وغیرہ میں ماہر کامل اور صوفی مشرب تھے، مورخ صاحب کو آپ کے والد نے حکیم صاحب مذکور کی شاگردی میں سپرد کیا۔ جن سے مورخ صاحب نے کتب صرف و نحو و کتب طب و فلسفہ کا درس پایا۔ اور بعض کتب استعارات فارسی مولوی رحیم بخش نارنولی مدرس دوم سرکاری کالج اجمیر سے مطالعہ کیں، مورخ صاحب سنہ ۱۸۷۳ء میں جبکہ معمولی تعلیمات ختم کرچکے چہاردہ سالگی کو پہونچے تھے۔ یہ وہ وقت تہا کہ آگرہ سے اجمیر تک سلسلہ ریلوے جاری نہونے سے اونٹ گاڑی میں سفر کرنا پڑتا تہا اور آپ کو جمیر کا وہ منظر یاد آتا ہے،

تعلقات ریاسات راجپوتانہ و قیام جودھپور

چونکہ قیام اجمیر سے جو دیسی ریاستوں کے وسط میں واقع ہے، ریاستوں کی ہوا سر میں سماگئی تہی، لہذا سنہ ۱۸۷۵ء میں آپ کے والد صاحب بمشورہ حکیم محمد حسن صاحب امروہی معہ آپ کے بسواری شتر (کیونکہ راجپوتانہ میں ریل کا پتہ نہ تہا) راہی جودھپور ہوکر وہاں بمکان منشی یحییٰ خاں اجمیری مقیم ہوئے، جنہوں نے چند ماہ فراخ حوصلگی سے مہمان رکہا۔ اسی سال میں آپ کے والد بزرگوار نے جودھپور ہائی سکول کی فارسی مدرسی حاصل کی، کچھ مواجب کے باعث آپ کے والد نے عدالت فوجداری جودھپور میں اظہار نویسی کی آسامی تلاش کرلی اور آپ کو اپنی جگہ اسکول میں مدرس کرادیا۔ یہ پہلا موقع مورخ صاحب کی ملازمت کا بعمر ۱۶ سالگی تہا آپ مدرس اول تھے اور اعلیٰ جماعت کو فارسی تعلیم دیتے تھے اور ایک دوسرا شخص رمضان شاہ دوم مدرس کا کام کرتے تھے۔ مورخ صاحب

سے پنڈت ماہو پرشاد کشمیری سپرنٹنڈنٹ اسکول اور بابو ہیرالال کائستھ ماتہر اجمیری سیکنڈ ماسٹر سکول مذکور کتاب مینا بازار اور سہ نثر ظہوری پڑھا کرتے تھے اور آپ کی بہت قدر و منزلت فرماتے تھے۔ لیکن چونکہ مورخ صاحب کی خورد سالی میں آپ کی جدہ و والدہ بمقام پشاور رحلت کر چکی تھیں اور آپ کے والد بجز یک اپنی زوجہ ثانیہ کے مورخ صاحب اور انکی دو ہمشیران کے تعلقات رشتہ داری اپنے جدید سسرال میں کرنا چاہتے تھے جو مورخ صاحب کے منافی طبع اور خلاف مصلحت وقت تھا، نیز آپ کے والد مرحوم ایک سخت مذہبی شخص تھے جو اپنا اور مورخ صاحب کا عہدہ داران ریاست سے ملنا پسند نفرماتے تھے اور یہ امر حسب اقتضائی زمانہ حصول مراد اور ترقی تعلقات کا بڑا مانع تھا۔ پس مورخ صاحب نے بلا امتزاج اپنے والد صاحب جودھ پورے بصلاح بابو ہیرالال ماتہر اودے پور کا عزم کیا،

داخلہ و تعلق اودیپور

وسط سال ۱۸۶۸ء میں آپ بسواری شتر کوہ و صحراطے کرتے ہوئے شہر اودے پور میں جو اراولی پہاڑ کی گھاٹیوں کے وسط میں واقع ہے رائے موہن لال کائستھ ماتہر کے دولتکدہ پر مقیم ہوئے، رائے صاحب مذکور ریاست کے صدر فوجداریعنی چیف مجسٹریٹ اور جاگیردار تھے، مورخ صاحب کو ان کے پاس بابو ہیرالال ماتہر ان کے داماد کمال سعی و سفارش کے ساتھ بھیجا تھا، مورخ صاحب کی ناتجربہ کاری اور نوزدہ سالہ عمر میں محض اپنی ذات کے بھروسہ پر یہ پہلا مرحلہ مسافرت تھا۔ آپ نے بتدریج اودے پور رزیڈنسی کے میر منشی عزت رائے کائستھ بھٹناگر اجمیری سے راہ و رسم اتحاد پیدا کی، جن کی رسم تعارف سے کرنیل ای سی ایچی صاحب رزیڈنٹ میواڑ نے آپ کو کپتان ایف ایم رنڈل صاحب افسر انگریزی پلٹن کھیرواڑہ کے پاس جو اودے پور سے چھبیس میل جانب جنوب واقع ہے فارسی پڑھانے کو ۱۸۶۸ء میں بھیجدیا۔ کپتان مذکور چار ماہ فارسی تعلیم کے بعد بیمار ہوکر کھیرواڑہ سے آبو کو گئے، اثنائی راہ اودے پور میں میجر ٹی کیڈل صاحب رزیڈنٹ سے مورخ صاحب کی سفارش بغرض ملازمت کرتے گئے، جس کی بنا پر یکم جنوری ۱۸۶۹ء کو آپکی تعزری اودے پور ہائی سکول کی فارسی مدرسی پر ہوئی اور آپ کے سپرد اعلیٰ جماعت اور سردار کلاس کی تعلیم ہوئی، نیز مسٹر ہیرڈ صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول بھی آپ سے فارسی پڑھنے لگے، سردار کلاس کے نامی شاگردوں میں سے راؤ کرن سنگھ جاگیردار بیدلہ، راوت شیونا تھہ سنگھ جاگیردار جیتہ اور راج بجے سنگھ کنور دیلواڑہ جواب کوناڑی علاقہ کوٹہ میں گود جاکر وہاں کے سردار ہوئے تھے، اہل شہر میں سے ہمیر سنگھ سہی والا اور کوٹھاری موتی سنگھ افسر خزانہ اور بڑے دفادار پنچولی لاپ چند وکیل رزیڈنسی آبو اور ان کے برادران خورد کشن چند اور پدم چند شاگرد تھے اور اس وقت پنچولی لاپ چند کی یادگار پنچولی موہن چند حاکم جہازپور اور دولے چند افسر اصطبل موجود ہیں، یہ برابر سعادتمندانہ خطوط مورخ صاحب کی خدمتیں بھیجتے رہتے ہیں،

تبدیلی و ترقی تعلقات محکمہ سائر

چونکہ سکول کے مواجب ماہانہ مورخ صاحب کی گذر اوقات کو کافی نہ تھے، لہذا مسٹر جی ہیرڈ صاحب ہیڈ ماسٹر سکول نے اپنی فارسی تعلیم شروع کرکے کسی قدر ماہانہ رقم اپنے پاس سے دینی اختیار کی۔ یہ ناگزیر حالت مورخ صاحب اور ان کے مقامی احباب ڈاکٹر بھوانی سنگھہ اور پنڈت سالگرام بیاس کو پسند خاطر نہ تھی۔ بعض خانگی شاگردان مقامی مثل ہمیر سنگھ صحیح والا پنچولی لاپ چند

جی وکیل و جاگیرداران کو ٹھاری موتی سنگھ کو گوارا نہ تھی ، ان آپ کے احباب کی صلاح پر پنڈت برج ناتھ کاک کشمیری افسر محکمہ سائر سے سلسلہ اتحاد قائم کیا۔ جنہوں نے کمال قدرشناسی کے ساتھ اپنی نیابت میں آسامی انسپکٹری سائرات کل ریاست میواڑ جس کا مشاہرہ یکصد روپے اور سواری و ملازم ملاکر سوا سو سے زائد تھا عطا کی، ۱۸۸۳ء سے چار سال تک اسی عہدہ کی خدمات بحزم و دیانت انجام دیں۔ اس ضمن میں مورخ صاحب نے اپنی اول شادی بعمر ۲۲ سال وطن امروہہ میں کی اور بیرونی پیغامات مناکحت کو جو ٹونک و جے پور کے باعزاز حضرات کے یہاں سے تھے پذیرا نہ کیا۔ اسی دوران میں مورخ صاحب کو بہ تلاش کتب تواریخ مطبوعہ و غیر مطبوعہ مختلف مقامات مثل لکھنؤ، الہ آباد و کلکتہ کی ایشیاٹک سوسائٹی، ریاست سے بھیجا گیا۔ خصوصاً آپ کو کلکتہ ایشیاٹک سوسائٹی سے نادر کتب غیر مطبوعہ بغرض نقل گیری مستعار دستیاب ہوئیں، اس کے علاوہ قلعات چتوڑ و ناگور سے بعض قطعات طغرا کی نقول مورخ صاحب نے حاصل کیں جو اب تک کسی کے مطالعہ سے بوجہ پیچیدگی الفاظ منقول نہ ہو سکی تھیں، اور جن سے بعض ایسے واقعات واضح ہوئے جن کا کتب مروجہ میں پتہ بھی نہیں ہے دستیاب ہوئے، منشی نولکشور مالک مطبع لکھنؤ نے زمانہ مدرسی میں جبکہ رسوم وغیرہ کے متعلق ملکی مضامین ان کے اودھ اخبار میں مورخ صاحب شائع کرتے تھے تو آپ کو خط خاص بھیجکر اودھ اخبار کی ایڈیٹری پر لکھنؤ طلب کیا لیکن آپ نے بوجہ روزانہ مصروفیت انکار کر دیا،

نگرانی مطبع ریاست و تالیف تاریخ

۱۸۸۵ء سے ریاست کی تاریخی مواد کی فراہمی اور اس سے کام لینے پر بہ توجہ شمس العلما کویراج سانولداس صاحب مصاحب خاص دربار و جاگیردار کے مورخ مصروف تھے دوسرے سال سے استقلال مدارس کے واسطے کویراج نے بہ پسندیدگی کرنل والٹر صاحب رزیڈنٹ میواڑ مورخ صاحب کو ایک خاص تاریخ راجپوتانہ تالیف کرنے کو نامزد کیا اور مطبع ریاست کی نگرانی بھی بترقی مواجب آپ کے سپرد ہوئی، علاوہ کتب مطبوعہ و قلمی کے رقم کثیر سے کتابات قدیم فارسی و سنسکرت کی تلاش ہوئی، فارسی طغرا کو تو مورخ صاحب نے حل کیا۔ اور کتابات قدیم سنسکرت کے مطالب کی تشریح و تصریح کے واسطے ایک ماہر خاص بمبئی سے بمشاہرہ معقول بلایا گیا۔ کیونکہ ایکہزار سال قبل کے اشکال حروف موجودہ مروجہ سنسکرت و ہندی سے قطعاً مختلف ہیں۔ جن کو اس زمانہ کا کوئی قابل پنڈت پڑھ نہیں سکتا۔ اس عجیب معجون مرکب مصالحہ سے وہ نادر و صحیح واقعات بروئے ثبوت لائے گئے جن سے اکثر واقعات مندرجہ کتب تاریخ ہندوستان کے مسلمہ صلاح عمل میں آئی ہے۔ یہ تمام اصلاحات مجملاً مورخ صاحب کی مولفہ تاریخ تحفۂ راجستان میں مندرج ہیں جو آج کل عباسیہ بکڈپو امروہہ سے تین سو روپے میں ملتی ہے اور جس کسی وقت جداگانہ بہ صورت رسالہ بغرض آگاہی اہل ملک مشتہر کرایا جائیگا،

اصلاح و اختتام تاریخ و ترک ملازمت اودے پور

چونکہ اہل میواڑ معاملات عزودقار میں جمیع راجپوتانہ والوں سے تعلی و تفاخر میں گوے سبقت لیگئے ہیں، پس وہ ذیرہ واقعات تاریخی میں بھی داستان طرازی کے بیشتر عادی ہیں بلکہ کرنل ٹاڈ صاحب نے جو ایک صدی قبل بحالت پولیٹیکل افسری تاریخ

نگار بھی رہے ہیں، اسناد تحقیق دستیاب نہ ہونے سے نقص افواہی کو بہت فروغ دیدیا ہے، صاحب موصوف کے غلط افسانہائے راجپوتانہ کی تردید مفصل ومطول میں سے چند اہم تاریخی اغلاط کی موجز اصلاحات، جنہوں نے تاریخ ہندوستان کو بھی داغدار بنادیا ہے یہاں مورخ صاحب بطور نمونہ درج کراتے ہیں، حکمرانان عربی النسل اسلام میں سے خلیفہ عبدالملک مروانی کے عہد میں سالار محمد بن قاسم ثقفی نے سرحدی اقطاع ہند میں سے صوبات مکران وسندھ وغیرہ کو مفتوح کیا۔ تو ملک میواڑ کی سرحد صوبہ گجرات سے ملحق تھی ایس کرنل ٹاڈ صاحب نے تحریر فرمادیا کہ بار اول بانئے خاندان حال میواڑ نے محمد ابن قاسم کو ہزیمت دیکر اس کی فتوحات کا سلسلہ منقطع کرادیا۔ حالانکہ جدید اسناد یافتہ کتاب سنگی سے یہ واقعہ اس طور قطعی غلط ثابت ہوتا ہے، کہ سالار محمد ابن قاسم ۷۱۲ء میں مکران وسندھ وگجرات فتح کرنے کے بعد واپس ملک شام کو چلا گیا اور باپا اول کی پیدائش کا اصل حال ایک سنگی کتبہ سے جو میواڑ کے تاریخی اسناد میں داخل ہے، محمد بن قاسم کی روانگی بطرف شام تین سال بعد ثابت ہوتا ہے۔ پس باپا اول اپنی ولادت سے تین سال قبل کس طرح جنگ آزما ہو سکتا ہے،

دوسرا غلط واقعہ

خلیفہ ماموں ابن رشید کی ۲۴ شکستیں

بعض دیگر غلط وقائع میں سے ایک واقعہ شاہزادہ سلیم ورانا پرتاب والئے اودے پور کا مقابلہ بمقام ہلدی گھاٹ جو بیس میل اودے پور سے غرب وشمال کو واقع ہے کرنل ٹاڈ نے اس رنگ سے اپنی تاریخ میں درج کیا ہے کہ پہاڑی ہلدی گھاٹ پر بہ ہنگام جنگ وجدال رانا پرتاب کے اسپ سواری نے شاہزادہ کے فیل سواری کی خرطوم پر اپنے پاؤں رکھدیئے اور رانا نے شہزادہ پر اپنا نیزہ چلایا۔ لیکن شہزادہ ہودہ میں لیٹ کر جانبر ہوگیا اور رانا کے گھوڑے کا ایک پاؤں شہزادہ کے ہاتھی نے ایک خنجر سے جو اس کی خرطوم میں موجود تھا۔ کاٹ دیا جس کے ضرب سے گھوڑا رانا کو لیکر فرار ہوگیا، اور رانا کی جان بچ گئی اس ضمن میں اور کئی غلط امور مرقوم ہیں۔ جن کا اضافہ کرانا مورخ صاحب فضول خیال کرتے ہیں، اول تو کوئی رانا یا راجہ بہ استثنائے رانا سانگا والئے میواڑ و راؤ مالدیو والئی مارواڑ کے جو بابر و شیرشاہ سور سے مقابل ہوکر فرار ہوئے کبھی کسی بادشاہ یا شہزادہ سے نبرد آزمائی کی تاب نہ لایا۔ دیگر تردیدی ثبوت یہ ہے کہ اس معرکہ کیوقت شاہزادہ سلیم یعنے جہانگیر کی عمر صرف ۶ سال کی تھی وہ جدال وقتال پر جانے کے قابل ہی نہ تھا۔ پس سارا قضیہ مقابلہ رانا و شاہزادہ طبعی ایجاد اہل میواڑ ہے۔ جس کو بڑے طمطراق سے رنگ آمیزی دیکر کرنل ٹاڈ نے اپنی تاریخ میں داخل کیا ہے۔ دراصل یہ مجادلہ رانا پرتاب اور کنور مان سنگھ ولیعہد آنبیر سابق راجدھانی جے پور سے پیش آیا۔ جس میں رانا کو راہ فرار اختیار کرنی پڑی۔ مولوی عبدالقادر بدایونی بھی اسی جنگ میں شامل تھے۔ جنہوں نے اس کا مشرح احوال اپنی کتاب منتخب التواریخ میں تحریر فرمایا ہے،

ہرسہ واقعات مذکورہ بالا اور اس قسم کے دیگر معارک بہ اسناد صحیحہ کتاب تحفہ راجستان میں مورخ صاحب نے درج کئے تھے۔ جن سے اہل میواڑ کی غلط اور مصنوعی جلادت و ناموری پر حرف آتا تھا۔ اس باب میں بیشتر سرداران ہنود و

اہلکاران مسلمان نے مہاراناخ سنگھ کو جو حال میں رحلت کر گئے ہیں بہکایا۔ اور کرنل والٹر صاحب رزیڈنٹ تک شکوہ و شکایات کی نوبت آئی۔ چونکہ رزیڈنٹ صاحب بذات خود تاریخ راجستان کا بیشتر حصہ سماعت میں لاچکے تھے اور اپنی اظہار پسندیدگی بذریعہ تحریر فرما چکے تھے جو مطبوعہ کتاب میں موجود ہے، لہٰذا منظر راست پسندی رزیڈنٹ نے والئے ریاست کو جواب دیا۔ کہ مورخ کتاب صرف ملازمت میں آپکا تابع ہے مگر اندراج وقائع اور اظہار رائے تاریخی میں خود مختار و آزاد ہے، ہر ایک بادشاہ و راجہ کی نسبت زشت و نیک لکھنے کا مجاز ہے،

ترک ملازمت میواڑ و تعلق سیتامئو

جب مخالفین کا شور و شر فرو ہو چکا اور رئیس با وقار نے مورخ صاحب کے مواجب کا اضافہ و عطائے انعام مجوزہ سے روگردانی کی تو مورخ صاحب نے بخیال مصلحت زمانہ علی الاعلان میواڑ کی ملازمت سے استعفےٰ قطعی دیدیا۔ اور بصلاح و مشورہ آپ اپنے ایک دوست سالگرام ویاس کے جو چند بار انگلستان کا سفر کر چکے تھے، راجہ سیتامئو واقع ملک مالوہ کی طلب پر وہاں کا قصد کیا۔ راجہ بہادر سنگھ والئی سیتامئو ہوا اور ہندی جانتے تھے اور مورخ صاحب کی فارسی، ہندی، گجراتی، مرہٹی، عربی و انگریزی جاننے پر بہت مطمئن ہوئے چونکہ کرنل والٹر صاحب ایجنٹ گورنر جنرل پنشن لیکر ولایت چلے گئے تھے اور میواڑ کے خاص رزیڈنٹ مادف العین تھے، اکثر کاغذات پر پارسی ہیڈ کلرک کے اعتماد پر دستخط کر دیا کرتے تھے، رائے پنا لال دیوان اودے پور نے جو مورخ صاحب کا خاص دشمن تھا۔ آپ کی نسبت ایک گشتی مراسلہ ہر ایک ایجنسی میں اس مضمون کا لکھ بھجوا دیا کہ مولوی فرحتی صاحب کی طبیعت گورنمنٹ انگریزی کے برخلاف ہے، ریاستوں میں ان کا تعلق مناسب حال نہیں ہے، یہ مضمون بالکل افترا اور غلط تھا، مگر پولیٹیکل راز ہونے کے باعث مورخ صاحب کو برسوں پتہ نہ چلا۔ جس کی آپ جلد تردید کر سکتے،

مشکلات سیتامئو

بعض مشکلات ریاست کے باعث پولیٹیکل افسران تصفیہ قرضہ ریاست میں امداد دہی سے پہلو تہی کرتے تھے چنانچہ راجہ صاحب نے مورخ صاحب کو اول پولیٹیکل ایجنٹ چھاؤنی آگرہ کے پاس بعدہٗ رزیڈنٹ صاحب اندور کے پاس بھیجا تاکہ ریاستی قرضہ کے سود میں قرض خواہ سیٹھوں کو کمی سود کی ہدایت فرمائیں۔ لیکن یہ صورت درجہ قبولیت تک نہ پہونچی، لہٰذا چھ مہینہ کی گشت و کوشش کے بعد مورخ صاحب کو واپس سیتامئو آنا پڑا۔ لیکن آپ کو ہمیشہ پولیٹیکل افسروں کی عدم مدد دہی کے باعث مشکلات کا سامنا پڑا، راجہ صاحب کی نگاہ میں مورخ صاحب سے بہتر وفادار و کارگذار کوئی شخص نہ تھا۔ با وجود مخالفت پولیٹیکل افسران کے مورخ صاحب کو انہوں نے اپنا سکرٹری خاص یعنے دیوان مقرر کرایا۔ لیکن چونکہ راجہ صاحب نضول خرچ تھے اور ریاست مقروض تھی، مورخ صاحب کی مساعی بارآور نہ ہوتی تھیں اور دیسی اشخاص ان تمام امور کو مورخ صاحب کی طرف خفیہ طور پر منسوب کرتے تھے، اس مفت کی بدنامی کو آپ نے ناپسند کرکے ۱۸۹۱ء کے وسط میں ایک سال کی کشاکش کے بعد بحیلۂ رخصت ریاست سے سبکدوشی کرکے کپتان بیلی صاحب اسسٹنٹ کمشنر ضلع اجمیر کو فارسی تعلیم دینا اختیار کیا۔ راجہ صاحب کو آپ کے بغیر کسی اور پر اعتبار نہ تھا متواتر

مورخ صاحب کو خطوط طلبی بھیجتے رہے اور ان کی معاملہ فہم بڑی رانی راناوت نے بھی آپ کو اپنے دستی خطوط ہندی تحریر میں بھیجنے میں کوتاہی نہ کی۔ کیونکہ وہ آپ کو بسبب ایمانداری و نیک نیتی اپنا برادر فرمایا کرتی تھیں۔ ان صاحبان کی استدعا اور توجہات بلیغہ پر لحاظ کرکے ۱۹۰۳ء کے آغاز میں مورخ صاحب دوبارہ سیتامئو آگئے اور اعانت کار کے واسطے ایسے لوگوں کو ریاست میں طلب کرکے رکھا۔ جو صیغہ پولیٹیکل میں مقبول ہوں اول ایک سال کے واسطے آپ نے اپنے دوست یار محمد خاں صاحب بہادر دیوان جاورہ کے خالہ زاد برادر زین العابدین خان کو اور ۱۹۰۴ء میں رائے بہادر پنڈت بالا پرشاد پنشنر اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ریلوے انجام کار کی نظر سے بمنظوری راجہ صاحب ریاست میں کارپرداز معین کرایا۔ لیکن یہ ہر دو حضرات اپنی خواہش طلبی سے راجہ صاحب کے اور مورخ صاحب کے درپے بدنامی و آزار رہے۔ پس آپ نے ان ہر دو صاحبان کو بعد میعاد معینہ ملازمت سے علیحدہ کرادیا۔ کیونکہ یہ راجہ صاحب اور مورخ صاحب کی فرضی برائیاں پولیٹیکل افسران کو لکھا کرتے تھے اور مورخ صاحب پیچیدگی معاملات سے تنگ آکر بعد استعفیٰ دہی کسی دیگر فکر معاش میں اندور چلے گئے،

قیام اندور و دیولی کیمپ

اندور میں امراؤ بہادر فرزند سابق نواب باندہ کے ہمسایہ ایک کوٹھی کرایہ لیکر مورخ صاحب رہنے لگے، رانی صاحبہ و راجہ صاحب سیتامئو نے چاہا کہ مورخ صاحب اندور میں قیام پذیر رہکر معاملات ریاست میں مشورہ تحریری دیا کریں اور وہ مورخ صاحب کا کچھ ماہانہ وظیفہ مقرر کردیا۔ لیکن مورخ صاحب نے اس کا ماہانہ وظیفہ خواری کو پذیرا نہ کیا اور آپ چار مہینے اندور رہ کر دیولی چھاؤنی راجپوتانہ میں وہاں کے سول سرجن میجر وبرٹ صاحب کو فارسی پڑھانے کے لئے چلے گئے، میجر موصوف عجیب شخص تھے وہ چھ سال تک برٹش قنصل جنرل مقیم مشہد کے ساتھ ایران میں سول سرجن رہے تھے، زبان فارسی میں حرف زنی پر بخوبی قادر تھے۔ لیکن امتحان دینے کیواسطے کتابی تعلیم اور انگریزی سے فارسی ترجمہ نگاری کی ضرورت تھی۔ کوئی منشی یا مولوی ان کو اپنی تعلیم کیواسطے قابل نظر نہ آتا تھا۔ ابتدا میں ایک دوبارہ مورخ صاحب سے بحث و تکرار کی نوبت آئی۔ مگر میجر موصوف چند روز میں مطمئن ہوگئے اور مورخ صاحب کی آموزگاری سے چھ ماہ بعد امتحان ہائی سٹینڈرڈ بمبئی بورڈ میں جو اہل زبان ایران کے مواجہہ میں ہوتا ہے کامیاب ہوئے اور مورخ صاحب کو سند پسندیدگی عطا کی،

قیام نیمچ و پرتاب گڈھ وغیرہ

مقام دیولی سے فارغ ہوکر وسط ۱۹۰۵ء میں کپتان ٹی پریچرڈ صاحب پولیٹیکل افسر ریاست ہائے بانسواڑہ و پرتاب گڈھ کی طلبی پر چھاؤنی نیمچ مورخ صاحب تشریف لیگئے، جہاں کہ افسر مذکور کی قیام گاہ تھی، یہ صاحب بڑے نازک مزاج تھے، رئیس و رعایا ان کی برہمی طبع سے بالعموم ہراساں رہتے تھے۔ لیکن مورخ صاحب کے ساتھ وہ بکمال ملاطفت و خوشنودی پیش آتے تھے، ان کی ہمراہی میں سالانہ دورہ پر مقام پرتاب گڈھ و بانسواڑہ اور ان ریاستوں کے علاقہ میں مقامات دھریتر، رائے پور گڈھی و بایدد وغیرہ بہت مقامات میں مورخ صاحب کو گشت کرنی پڑی اور آپ کی موجودگی دورہ سے بہارادت رگھبا نتھ سنگھ فرمانروائے

پرتاب گڈھ اور مہاراول لچھمن سنگھ والئے بانسواڑہ بہت مطمئن اور ممنون رہے، کیونکہ بعض قضایائے اصلاح طلب میں مورخ صاحب کو معاون خیال کرتے تھے۔ چونکہ پنڈت موہن لال دیوان پرتاب گڈھ کی علیحدگی میں جو رئیس پرتاب یافتہ تھا۔ مورخ صاحب کے مفید کار مشورات شامل تھے، نیز رئیس پرتاب گڈھ کے ایک مسلمان برادر مہاراج پرتھی سنگھ کی باہمی رنجش اور راؤجی گڈھی علاقہ بانسواڑہ کی بعض مشکلات رفع کرانے میں آپ نے کسر نہ رکھی، آغاز ۱۸۹۶ء میں آپ نے پرسیجرڈ صاحب کو بھی امتحان ہائر اسٹینڈرڈ بمبئی بورڈ میں پاس کرایا اور سند خوشنودی حاصل کی اور وطن امروہہ میں آکر جو تعمیر مکان ذاتی جو علاوہ مسکن آبائی کے ہے، ختم کرائی،

قیام جے پور وگشت علاقہ

اکتوبر ۱۸۹۶ء میں کپتان بارنس صاحب اسسٹنٹ رزیڈنٹ راجپوتانہ نے جو منجانب گورنمنٹ ریاست ہائے جے پور و قرولی کی سرحد کے مناقشات طے کرنے کو معین ہوئے تھے، مورخ صاحب کو اپنی فارسی تعلیم کے لئے طلب کیا، دو ہفتہ جے پور میں قیام رہا۔ پھر اسی میل فاصلہ پر موضع ٹوڑہ علاقہ جے پور اور موضع نارولی علاقہ قرولی کی وسطی حد قائم کرنے کو موقع پر وارد ہوئے، بارنس صاحب نے چند روز تعلیم پائی اور انکی میڈم نے اردو زبان مورخ صاحب سے سیکھی، پھر کمی فرصت کے باعث صاحب موصوف نے مورخ سے کہا کہ بجائے فارسی آموزی کے سرحد کے سررشتہ داری کا کام انجام دیا کریں، مورخ صاحب نے اس کی تعمیل کی۔ لیکن اختتام ماہ پر مورخ صاحب کو سررشتہ داری کی تنخواہ پچاس ماہوار دیگئی۔ حالانکہ مورخ صاحب کو فارسی آموزی کے اسی روپے ماہانہ پر طلب کیا گیا تھا۔ پس اس نقض عہد پر مورخ صاحب الگ ہو کر سرحد نارولی سے قرولی ہوتے ہوئے دسمبر ۱۸۹۶ء کو بریلی پہونچے جہانکہ مسٹر ھکبن صاحب انسپکٹر جنرل محکمہ رجسٹری نے بسلسلہ امیدواری سب رجسٹراری ملنے کو بذریعہ تحریر طلب فرمایا تھا۔ صاحب موصوف نے بعد تقریر ضروری آپ کا نام فہرست منظور شدہ امیدواران میں درج فرمایا اور مورخ صاحب اپنے وطن امروہہ تشریف لے آئے،

قیام نوگانگ

مارچ ۱۸۹۸ء میں کپتان بارنس صاحب نے جو بطور اسسٹنٹ پولیٹکل ایجنٹ ریاست ہائے بندھیلکھنڈ بغرض انتظام قحط اس ملک کے مقرر ہوئے تھے مورخ صاحب کو بار دگر اپنی فارسی تعلیم کو بمقام چھاؤنی نوگانگ صاحب طلب فرمایا۔ مورخ صاحب کو بارنس صاحب کی ہمراہی میں علاقہ ریاست ہائے پنا، چرکھاری، بجاور کے جنگل و دیار بحالت امداد قحط زدگاں چار ماہ تک طے کرنے پڑے۔ بعد اختتام کار قحط سالی ماہ اگست ۱۸۹۸ء میں بارنس صاحب اسسٹنٹ ایجنٹ گورنر جنرل سنٹرل انڈیا معین ہو کر اندور پہونچے۔ جہاں پر مورخ صاحب نے ان کو امتحان فارسی پاس کرایا اور سند حاصل کی،

سفر کھیرواڑہ میواڑ بار دگر

چونکہ اندور میں دوران تعلیم بارنس صاحب چھاؤنی کھیرواڑہ کی سرکاری فوج کے ایڈجوائنٹ کپتان کلے صاحب کے

کے چند تار و خطوط مورخ صاحب کی طلبی کی بابت براو فارسی آموزی آچکے تھے لہذا بعد الفراغ تعلیم بارنس صاحب مورخ صاحب براہ اودے پور کھیر واڑہ پہونچے، جہاں پر بیس سال قبل ۱۸۷۰ء میں کپتان رنڈل صاحب کو فارسی پڑھا چکے تھے اور وہ ذریعہ اودے پور کی ملازمت کا ہوا تھا۔ کپتان سی کلے صاحب بہت خلیق اور متواضع افسر تھے انہوں نے اپنے مسکونہ بنگلہ میں سے دو کمرے مورخ صاحب کو قیام و سکونت کیلئے دیدئے تھے، مگر ہزار افسوس کہ دو ماہ بعد صاحب موصوف تخمہ یعنی بدہضمی میں ایسے مبتلا ہوئے کہ ایک ہفتہ میں حسب رائے ڈاکٹر ڈبلیو منسل آب و دانہ بند کئے جانے پر انتقال فرماگئے اور مورخ صاحب غمگین حالت میں براہ اودے پور واپسی دہلی پر مجبور ہوئے،

قیام میرتہ و آبو وغیرہ

مورخ موصوف کے ایک دوست منشی یحیٰی خاں اجمیری ریاست جودھپور کے عہدہ سپرنٹنڈنٹی پرگنات میرتہ و ناگور پر منصوب تھے۔ انہوں نے آپ کو اپنے عدالتی کاروبار کی اعانت پر طلب فرمایا۔ مورخ صاحب تین ماہ ان کے یہاں رہے لیکن وہاں کا طریقہ انتظام پسند نہ آنے پر ۱۸۹۰ء میں آپ اپنے قدیم دہلی دوست حکیم مولوی عبدالقیوم بلند شہری کے پاس جو اجمیر میں خواجہ صاحب کی درگاہ سے طبیب خاص معین تھے جاکر قیام پذیر ہوئے اور اپریل ۱۸۹۱ء میں مسٹر ہیرس صاحب پرنسپل اجمیر کالج سے ملاقاتی ہوئے جنہوں نے مورخ صاحب کو مقام آبو کے والٹر سکول کا ہیڈ ماسٹر مقرر کرکے بھیجدیا۔ وہاں اتفاق سے پنجولی لابھہ چندجی جو آپ کے قدیم وفادار شاگرد بزمانہ قیام اودے پور تھے اس وقت دربار میواڑ کی جانب سے ایجنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ کے پاس وکیل تھے انہوں نے مورخ صاحب کو اپنے بنگلہ پر مہمان رکھا اور خود لابھہ چندجی بوقت شام آپ سے سفرنامہ شاہ ناصرالدین قاچار شمن سیر فرنگستان پڑھا کرتے تھے تین ماہ بعد ہیڈ ماسٹری کے مواجب کو مورخ صاحب نے کافی نہ سمجھا اور ڈاکٹر کانڈل سول سرجن دیولی کی فارسی تعلیم پر بار دگر دیولی جانے کا اتفاق ہوا۔

سفر دیولی بار دِگر و شاہ پور بار اوّل

جنوری سنہ ۱۸۹۱ء دوران قیام دیولی علاقہ ڈاکٹر کانڈل کے کپتان ینگ ہسبنڈ صاحب پولٹیکل ایجنٹ ٹونک و بوندی وغیرہ نے بھی جو چند سال بعد سر فرانسس ینگ ہسبنڈ ہوگئے مورخ صاحب سے فارسی پڑھنا شروع کیا اور انکی لیڈی صاحبہ جو تازہ وارد ہند تھیں اردو زبان سیکھتی رہیں۔ مورخ صاحب پر ینگ ہسبنڈ صاحب اور لیڈی صاحبہ کی کمال شفقت مبذول تھی۔ چنانچہ لیڈی صاحبہ نے بسفارش خود مورخ صاحب کو ریاست شاہ پورہ میں راجہ دہیراج نا ہر سنگھ کے پاس بھیجا۔ راجہ صاحب نے مورخ صاحب کو اپنی ریاست کی تاریخ نگاری کا منصب پیش کیا۔ چونکہ مورخ صاحب ریاست نگاری کے سخت عادی تھے، جو والیان ریاست کو پسند خاطر نہیں ہوتا اور جس کا تجربہ مورخ صاحب کو اودے پور میں ہو چکا تھا۔ لہذ مورخ صاحب نے اس مشغولیت سے انحراف کرکے عزم روانگی کیا۔ جس پر راجہ صاحب نے خلعت رخصتانہ بوقت مراجعت عطا کیا۔

قیام بھنائے ضلع اجمیر

شاہ پورہ سے روانگی کے بعد شہر اجمیر میں مورخ صاحب اپنے ایک دوست کے پاس مقیم ہو کر بصلاح مولوی مراد علی صاحب مالک راجپوتانہ گزٹ ٹھکانہ بھنائے کو گئے۔ جو ڈیڑھ لاکھ سالانہ آمدنی کا تعلقہ ہے، وہاں کا راجہ اودے سنگھ نابالغ تھا۔ اس کے عم حقیقی ٹھاکر کیسری سنگھ طالب علم تاریخ کے بڑے شائق تھے۔ انہوں نے اجمیر کالج کے کتب خانہ سے کتب تواریخ منگوا کر اور اپنے خانگی منصبداری کے اصل و دیرینہ کاغذات سے اپنے راٹھور خاندان بھنائے کی تاریخ مورخ صاحب سے طیار کرائی۔ بھنائے کا خاندان جودھ پور کے راجہ چندرسین نامی کی نسل سے ہے جو عہد اکبری میں شاہی فوج سے لڑکر کوہستان جالور میں مارے گئے۔ آپ تین ماہ تک ریاست بھنائے کے مہمان رہے اور اس عرصہ میں وہاں کی تاریخ بہ خوش اسلوبی ختم کردی، راؤ کیسری سنگھ صاحب نے بوقت رخصت مورخ صاحب کو ایک قیمتی خلعت معہ معقول زر نقد کے عطا کیا۔ یہ واقعہ سنہ ۱۹ء کا ہے۔

بار سوم سفر دیولی و انتظام قحط

وسط سنہ ۱۹ء میں بہ طلب گاری کپتان ہارڈنگ صاحب اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ ہاڑوتی ان کی فارسی آموز گاری کو چھاونی دیولی کا تیسرا سفر مورخ صاحب کو اختیار کرنا پڑا۔ جہاں سے آپ کو معیت کپتان صاحب مذکور ریاست بوندی کو جانا ہوا وہاں کے انتظام قحط کی نگرانی پر کپتان مذکور کا تعین ہوا تھا۔ چند روز شہر کے باہر بوندی کے ڈاک بنگلہ میں قیام کرکے ریاست کے مختلف نواح میں بغرض خبرگیری و امداد قحط زدگاں چار ماہ تک پیہم گشت کیگئی۔ صاحب بہادر اسپ سوار چلتے تھے۔ ان کے ملازم اور خدمتگار مع سامان بیل گاڑیوں پر رواں ہوتے تھے۔ مورخ صاحب مع اپنے ایک خادم و سامان ضروری کے پشت فیل پر سوار سفر کرتے تھے۔ اکثر مواضع ویران اور رعایا ہر طرف پریشان نظر آتی تھی خشکی کے باعث دو سو گز عمیق چاہات مثل وخارہائے خشک کے نمودار تھے، اس منظر کو دیکھ کر مورخ صاحب بہت رنجیدہ ہوئے، سرکار انگریزی نے ریاست کی تنگ مائیگی پر لحاظ کرکے چھ لاکھ روپیہ نقد اور بارہ سو بیل مفلوک رعایا کی شکم پُری اور کاشتکاری کے واسطے بھجوائے تھے، بے شمار تباہ حال زن و مرد اور گرسنہ و گریاں اطفال افتاں و خیزاں مارے پھرتے تھے۔ جب صاحب کا کسی آرام دہ مقام پر قیام ہوتا ہے ہر کجا چشمہ بود شیریں۔ مردم و مرغ و مور گرد آئند، کا نمونہ پیش نظر ہوتا تھا۔ پریشاں حال فراہم شدہ قحط زدگاں میں سے کسی کو زر نقد سرکاری رقم سے اور بعض کو آذوقہ خورش۔ وکیل ریاست کے ذریعہ سے جو مثل سایہ رواں ہمراہ رہتا تھا دلایا جاتا تھا۔

چند ماہ گشت میں ہزارہا قحط زدگاں کو صدر مقام بوندی کے باہر فراہم کیا گیا۔ اور اعاطہائے چوبی مسقف بہ سفالہائے خشتی میں ٹھہرایا گیا۔ قابل کار لوگوں کو ریاستی تعمیرات کی مزدوری پر لگایا گیا۔ اور ضعیف و ناتواں زن و مرد و اطفال کو پختہ سامان خور و نوش بہم پہونچایا گیا۔ بعض عمال ریاست کی دست بردسے قحط زدگان کو عدم شکم سیری کی شکایت پیدا ہوئی

جس کے ذرائع انسداد کپتان صاحب کے حیطۂ خیال سے باہر تھے۔ اس اثنا میں ینگ ہسبنڈ صاحب ایجنٹ مع اپنی لیڈی صاحبہ کے بطور دورہ ونگرانی وارد مقام ہوئے۔ بعد معائنہ صورت حال کپتان اوربتہ صاحب اسسٹنٹ سے فرمایا۔ کہ اہلکار و زمیندار ریاست کو جو آپ کے ماتحت کام کرتے ہیں برطرف کیا جائے اور آپ کے فارسی کے استاد یعنی مؤرخ صاحب کو جو محض استاد نہیں بلکہ عمدہ منتظم ہیں اپنے زیردست نگران کار بنایا جائے چنانچہ بموجب حکم پولیٹیکل ایجنٹ مورخ صاحب کو سپرنٹنڈنٹ انتظام قحط زدگان مقرر کیا

تقسیم غلہ بہ قحط زدگان مارواڑ

آخر ایام ریاست بوندی کے فاقہ کش لوگ علاقہ کے انتظام کے علاوہ جب سلسلہ باد و باراں جاری ہوا تو علاقہ کوٹہ کی جانب سے ہزارہا مفلوک رعایائے مارواڑ گذرگاہ بوندی سے اپنے ملک مارواڑ کو بازگشت کرنے لگی تو کئی صد من غلہ ایک احاطہ میں جمع کرکے مورخ صاحب کا خیمہ اس کے پاس استادہ کیا گیا۔ ایک منشی اور چند سپاہی محافظانہ مورخ صاحب کی ماتحتی میں دئیے اور ہر مسافر کو فی نفر دو سیر غلہ مفت دیا گیا۔ اس انتظام کے بعد سلسلہ انتظام قحط اختتام کو پہونچا۔ اوربتہ صاحب بحصول رخصت ولائت روانہ ہوئے اور مورخ صاحب براہ اجمیر و آگرہ وارد وطن ہوئے،

تعلق ملازمت گورنمنٹ

مورخ صاحب کا یہ سفر بوندی جہاں سے وہ آخر سنہ ۱۹۰۰ء میں بحالت مرض وجع المفاصل وارد وطن ہوئے آخری سفر متعلقات راجپوتانہ رہا۔ اس زمانہ میں نو دس ماہ تک مورخ صاحب مرض وجع المفاصل میں مبتلا رہے۔ حکیم عبدالمجید خاں دہلوی اس وقت بقید حیات تھے۔ جنہوں نے مورخ صاحب کی عرض حال پر دفع مرض کی غرض سے اپنا خاندانی کشتہ استعمال پندرہ روز کو بھیج دیا۔ اس کے تین روز استعمال سے مورخ صاحب کی حالت تشویش انگیز ہوگئی۔ استعمال کشتہ ترک کرکے حسب رائے آپ کے استاد حکیم مولوی محمد حسن صاحب انگریزی نسخہ استعمال میں لایا گیا۔ جس سے بفضل ایزدی صورت افاقہ نمودار ہوئی۔ چونکہ مورخ صاحب کے نام فہرست رجسٹراری صوبہ متحدہ میں بدفتر صاحب انسپکٹر جنرل الہ آباد مع اسمائے مولوی آل احمد پسر تحصیلدار مولوی آل علی و منشی فرید احمد فرزند تحصیلدار منشی ارشاد علی صاحب مرحوم چار سال قبل سے درج رہا۔ پس ان ایام میں جبکہ مورخ صاحب کو خفیف افاقہ کے سوا صحت کامل حاصل نہ ہوئی تھی۔ کہ دفتر الہ آباد سے براہ راست بذریعہ ڈاک پروانہ تقرری سب رجسٹراری گنور ضلع مراد آباد صادر ہوا۔ (باقی آئندہ)

قسائی قوم کی کیفیت

میرٹھ کے قسائیوں کا دعوے ہے کہ حضرت محمد قاسم نے ملک سندھ کو فتح کیا تو ہمارے بزرگوں کو بہرسائی گوشت کی خدمت سپرد ہوئی تھی۔ بس وہ دن اور یہ دن، ہم امت محمدیہ کو وزات گوشت کھلانے میں مصروف رہتے ہیں۔ لیکن امت نے اس خدمت کا صلہ یہ دیا کہ ہمیں قسائی کہنا شروع کر دیا اور کبھی بھولے سے بھی اس حقیقت کو یاد نہ کیا کہ ہم ان عیور عربوں کی اولاد میں سے ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے کفرستان ہند میں اسلام کا جھنڈا گاڑا،

اصلیت:۔ دعویٰ کی صحت اور ثبوت کے لئے شہادت قوی کی ضرورت ہوتی ہے، ورنہ دعویٰ لغو اور باطل سمجھا جائیگا۔ یہ نہیں کہ صدہا روایات اور من گھڑت تقریروں سے عہدہ برائی ہو جائے، انہوں نے اس دعویٰ میں کسی معتبر تاریخ کا حوالہ نہیں دیا:،

تاریخ کی صحت کے دو رکن ہیں، (۱) **روائت** (۲) **درائت**:۔ روائت وہ ہے کہ جس واقعہ کا بیان تاریخ میں ہے۔ اس سے اب تک سلسلہ وار صحیح روایات موجود ہوں، درائت وہ ہے، جس کو عادت اور عقل جائز رکھے۔ مثلاً اگر کوئی دعویٰ کرے کہ میں جمشید بادشاہ ہوں تو اس کو کیسے تسلیم کیا جائے۔ جب روائت اور درائت اس کو تسلیم نہیں کرتی،

تاریخ ابن خلدون میں جس کی تحقیقات مسلم ہے مسطور ہے کہ خلیفہ ولید بن خلیفہ عبدالملک اموی نے ۹۳ھ ہجری میں محمد بن قاسم بن محمد بن الحکم بن عقیل بن ثقفی کو جو حجاج ظالم ثقفی کا عمزاد بھائی تھا سپہ سالار بنا کر مع چھ ہزار شامی فوج کے ملک سندھ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجدیا،

اس میں جملہ معترضہ کے طور پر اس امر کا واضح کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ قریشیان بنی ہاشم اور بنی امیہ باہم حریف تھے اور رقابت کے باعث جہاں تک ہو سکا ایک دوسری کی تخریب اور اہلاک میں کسر باقی نہ رکھتے تھے۔ جب بنی امیہ صاحب اقبال اور بادشاہِ وقت بن گئے تو انہوں نے قریش بنی ہاشم اور بنی فاطمہ پر وہ ظلم روا رکھے جن کے ذکرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، تاریخ ثابت کرتی ہے کہ صرف حجاج کی تیغ ستم سے ایک لاکھ بیس ہزار مسلم قریش بنی ہاشم اور سادات نے شربت شہادت چکھا۔ باقی حکومت کے کارناموں پر ایسا ہی قیاس کر لینا چاہیئے،

ایک ہزار مہینہ یعنی اسی برس بنی امیہ کی خلافت رہی اور اس خلافت کے مورث اعلےٰ مروان بن الحکم مروان الحمار پر خلافت کا خاتمہ ہوا۔ پھر مالک الملک نے بنی عباس کے نیر بخت کو اوج اقبال پر روشن فرما دیا۔ بنی امیہ کا دارالخلافہ شہر دمشق رہا جو ملک شام کا بڑا شہر ہے۔ اس خلافت میں عام قریش کو کون ذکر رکھتا تھا جو فوجیں بن جائیں ؛

اب میں اصل مقصد کی طرف آتا ہوں، یہاں اس امر کے ظاہر کر دینے کی ضرورت نہیں۔ کہ محمد بن قاسم نے کن تدابیر سے سندھ کو فتح کیا۔ اور ملتان تک فتح کرتا ہوا چلا آیا،

یہاں تک تو تاریخی حالات ہیں۔ اب میں درائت کے حکم سے کچھ لکھتا ہوں،

(۱) مورخ ابن خلدون نے تاریخ لکھنے میں جزئیات کے ذکر کرنے سے بھی فرو گذاشت نہیں کی۔ قریشیوں کے قسائی مقرر کرنے کا کوئی وہاں ذکر نہیں،

(۲) جب یہ فوج شامی تھی اور اوپر معلوم ہوا کہ بنی ہاشم قریشیوں کا سب سے بڑا اور زبردست قبیلہ تھا۔ اور اس کو بنی امیہ نے تباہ اور برباد کر دیا۔ تو یہ قسائی کس قریش کی اولاد میں سے تھے؟

(۳) جتنے قسائی ہیں کیا سب ایک ہی باپ کی اولاد ہیں یا جدا جدا باپ رکھتے ہیں ؟

(۴) جب فوج ملک سندھ سے فتح کر کے اپنے ملک میں واپس چلی آئی تو صرف قسائیوں کو کیوں وہاں چھوڑ آئی۔ حالانکہ ہندو لوگ مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتے ہی تھے، اور تھے بھی یہاں سب ہندو، کون سے امت محمدیہ یہاں تھے۔ جن کو قریشی قسائی گوشت کھلاتے تھے ؟

(۵) ان کا یہ کہنا کہ امت نے ہماری خدمت کا یہ صلہ دیا کہ ہمیں قسائی کہنا شروع کر دیا۔ بھلا یہ تو بتائیں کہ وہ امت کی کونسی خدمت کر رہے ہیں وہ تو بیوپاری دوکاندار ہیں جیسے اور اجناس کے دکاندار ہوتے ہیں، ان سے بھی سودا ہی کیا جاتا ہے نقد دیا اور گوشت لے لیا،

(۶) اگر ان میں سے مسلمانوں کے ساتھ شام میں بھی چلے گئے ہوں تو ان کا نشان ملک شام میں بھی ہونا چاہیئے حالانکہ عرب اور ان ممالک میں رسم ہی ہے کہ اپنے جانور بھیڑ، بکری، اونٹ، گھوڑا خود ذبح کرتے تھے کوئی قصاب پیشہ وہاں نہ تھا،

اس پر حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ لکھتا ہوں۔ جس سے ہر ایک آدمی کا خود اپنا جانور ذبح کر لینا ثابت ہو جائے،

جابر رضی اللہ عنہ نے حضرت سرور انبیاء علیہ الف تحیۃ والتسلیمات، کی ضیافت کی اور ایک بکری ذبح کی۔ ان کے دو بیٹے تھے بڑے بیٹے نے چھوٹے لڑکے کو کہا آ جا میں تم کو بتاؤں کس طرح ہمارے باپ نے بکری کو ذبح کیا۔ اس کو زمین پر لٹا کر گلے پر چھری پھیر دی اور وہ قتل ہو گیا۔ انکی والدہ غضبناک اس کے پیچھے دوڑی وہ کوٹھے پر چڑھ کر زمین پر گر کر مر گیا۔ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا وقت تھا۔ انہوں نے دونوں لاشوں کو اندر چھپا دیا کہ ایسا نہ ہو یہ واقعہ دیکھکر آنحضرت کو ملال ہو، جب کھانے پر بیٹھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونو لڑکوں کو بھی بلالو، جابر رضؓ نے کچھ عذر کر دیا، آنحضرت نے خود ان کے نام لیکر دونوں کو آواز دی، اللہ کی قدرت سے وہ دونو زندہ ہو کر لبیک کہتے ہوئے حاضر ہو گئے،

(۷) اب بھی تمام ہند کے اہل اسلام جو جانور قربانی دیتے ہیں وہ اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے ہیں۔ بعض خود گوشت صاف کر لیتے ہیں

بعض قصاب سے صاف کرالیتے ہیں ،

(۸) جب ہندوستان میں اسلامی حکومتیں ہوگئیں - چونکہ ان کی بول چال کی زبانیں اکثر فارسی تھیں اور فارسی میں عربی بہت مخلوط ہے انہوں نے اپنے محاورات پر اکثر پیشہ وروں اور آلات کے نام عربی اور فارسی میں رکھ لئے ، رنگ ساز ، شال باف ، بافندہ ، شیشہ گر ، قلعی گر ، بزاز یعنے حلبہ فروش ، بز عربی میں جامہ کو کہتے ہیں ، خرادی ، لکڑی کو تراش کر ہموار کر نیوالا ، صیقل گر ، صراف ، جوہری - نعلبند ، قصاب ، گوشت کاٹنے والا ، میر عاصی کثرت عصیان کے سبب اس نام سے مشہور ہو گیا - جواب بگڑ کر مراسی بن گیا - جیسا فارسی میں شہسوار یعنی سر دار سوار ہے ، ایسا ہی آلات اور اوزار کے نام ، تیشہ ، آرہ اس کا فارسی نام ارّہ ہے ، برمہ کمانچہ ، سدان اصل میں سندان ہے ، پیچ کش ، گونیا - وہ آلہ جس سے کونوں کی صحت درست کی جاتی ہے - کرنڈی جس کا اصل نام کارندی ہے ، گرمالہ وہ آلہ جس سے کہگل کرتے ہیں اصل میں یہ گل مالہ ہے ، اس مضمون کا میدان فراخ ہے ، لہٰذا اسنے پر بس کیا جاتا ہے ،

نتیجہ یہ ہوا کہ جن پیشہ وروں کے نام عربی یا فارسی ہیں - کیا ضرور وہ عربی النسل یا فارسی نژاد ہیں ؟ چونکہ قصائیوں نے ابھی تک اپنی قرشیت کا کوئی معتبر ثبوت نہیں دیا اس لئے ان کا اپنے آپ کو قریشی ظاہر کرنا خیال باطل ہے ،

اخیر میں اس مضمون کو حضرت سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صحیح حدیث پر ختم کرتا ہوں - کہ جو شخص اپنی نسب غیر کے ساتھ منسوب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کس عذاب کا مستحق بناتا ہے ،

إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْفِرَى أَنْ يَدَّعِيَ الرَّجُلُ إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ ، أَوْ يُرِيَ عَيْنَهُ مَا لَمْ تَرَ ، أَوْ يَقُولُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ يَقُلْ (صحیح بخاری)

ترجمہ :- تحقیق بڑے بھاری افتراءوں سے ہے جو شخص اپنے غیر باپ کی ساتھ نسب کا دعویٰ کرے یا دکھلائے اپنی دونوں آنکھوں کا وہ خواب جو انہوں نے نہیں دیکھا - یعنی جھوٹی خواب بیان کرے ، یا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ کلام ظاہر کرے جو آپ نے نہیں کہا - یعنی جھوٹی حدیث بنالے - اس کے اخیر میں فرمایا ہے کہ ایسا شخص اپنے بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں بنالے ،،

غلام غوث صدیقی پنشنر

ایک دیہاتی عورت سکول کے ماسٹر کو خط لکھتی ہے جس میں اپنے لڑکے کی غیر حاضری پر معذرت کرتی ہے ، جناب من ! آج پیٹر مجبوراً سکول نہ جا سکا کیونکہ آج وہ اپنے باپ کی جگہ پر کام کر رہا ہے اور اسکے والد وہ حساب حل کرنے گئے ہیں جو آپنے پیٹر کو دیا تھا کہ جو شخص ایک گھنٹہ میں ایک میل چلتا ہے اسکو بیس میل کی مسافت دس مرتبہ طے کرنے کیلئے کس قدر وقت کی ضرورت ہوگی ، چونکہ اس حساب کا حل پیٹر جیسے کمسن بچے کی قوت سے باہر تھا - اس لئے مجبوراً میرے شوہر کو اٹھنا پڑا اور آج وہ صبح سے سڑک پر اس سوال کو حل کر رہے ہیں اور پیٹر انکی جگہ کام کر رہا ہے امید وار ہوں کہ اسکی غیر حاضری معاف فرمائی جائیگی ؛

ندوۃ القریش

کارروائی اگزیکٹو کمیٹی منعقدہ یکم اکتوبر ۱۹۳۰ء

بہ حاضری ممبران حکیم طالب علی صاحب انسپکٹر، شیخ احمد الدین صاحب قانونگو، حکیم شہاب الدین صاحب مدیر بلاغ، منشی علم الدین صاحب مینجر قریشی اینڈ کو، بابو محمد اسلم صاحب کلرک، بابو محمد مختار صاحب بی۔ اے، منشی محمد علی صاحب، منشی میر محمد صاحب پنشنر، منشی عبدالرحیم صاحب پنشنر، قریشی محمد عظیم صاحب نائب صدر قانونگو، قریشی محمد علی صاحب رونق اور خاکسار محمد فضل حکیم دفتر "بلاغ" میں صبح ۹ بجے کارروائی شروع ہوئی۔ سابقہ اجلاس کی کارروائی کنفرم ہونے کے بعد درخواستہائے ممبری پیش ہوئیں۔ حسب ذیل امیدواران کی درخواستیں خاص کمیٹی کی سفارش پر منظور کیگئیں اور باقی آئندہ اجلاس کیلئے ملتوی کردیگئیں۔

(۱) منشی برکت علی ٹیچر، جوائنٹ سکرٹری انجمن قریش امرتسر (۲) ڈاکٹر نذیر حسین صاحب سول ہسپتال
(۳) مولوی فضل حمید صاحب فاروقی بی۔ اے، پٹیالہ (۴) قریشی محمد سرور صاحب ہاشمی مولوی فاضل مظفر گڈھ
(۵) میاں فقیر محمد صاحب، امرتسر (۶) قریشی محمد سلیم صاحب، لاہور

۲۔ قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کا مکتوب دربارہ اس کے کہ قائی مراسیوں کے تتبع میں قرشیت کا دعویٰ کر رہے ہیں کیا ندوۃ القریش اسبارہ میں کوئی قدم اٹھائیگا؟ پیش ہو کر تجویز ہوا کہ قاضی صاحب کیخدمت میں لکھا جائے۔ کہ اگر آپ ایسے معتبر مورخ قلمی امداد کریں تو اس کی اشاعت کے لئے "ندوہ" اور "القریش" دونوں حاضر ہیں۔ تحفظ نسب سے متعلق ہر مفید تجویز پر وہ عمل کرنے کے لئے وہ ہر وقت تیار ہیں۔ نیز ایک رزولیوشن کے ذریعہ حکومت کو توجہ دلائی جائے کہ وہ میراسیوں کیطرح قائیوں کی قومیت کے اندراج میں بھی محکمہ مردم شماری کو خاص احتیاط سے کام لینے کی ہدایات جاری کرے۔

۳۔ سکرٹری کی رپورٹ دربارہ اس کے کہ "ضیا" مطبوعہ ستمبر میں "ندوۃ القریش کی ایک تجویز" کے تحت تاریخی واقعات کے غلط استدلال میں قریشیانِ ہند کی نمائندہ جماعت "ندوۃ القریش" پر نہایت ناروا اور غیر مناسب حملے کئے گئے ہیں۔ پر غور کرنے کے بعد تجویز ہوا کہ قبل اس کے کہ کوئی کارروائی کیجائے، ندوہ کے صدر مولانا حکیم فرید احمد صاحب عباسی سے استصواب رائے کیا جائے کہ وہ اس غیر النسب اقدام کے متعلق اپنے صحیح اور واضح مشورہ سے مستفید کریں۔ اور مثل آئندہ اجلاس پیش ہو۔

۴۔ رپورٹ سکرٹری دربارہ اس کے کہ فیصلہ ثالثی مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۳۰ء میں انجمن قریشیان ہند امرتسر کے حساب کو Complete Negligence دغفلت سے رکھا ہوا اور کاغذات کو Inadequate (بے ضابطہ) لکھا گیا ہے۔ چونکہ یہ غیر جانبدار ثالثین کی رائے ہے اس لئے کارکنان انجمن مذکور مطلع کیا جائے کہ وہ قومی سرمایہ کو بے ضابطہ طریق پر خرچ کرنے سے احتراز کریں۔ اس پر حسب ذیل رزولیوشن بالاتفاق

پاس کیا گیا،

"انجمن قریشیانِ ہند" امرتسر کا سرمایہ قوم کا سرمایہ ہے اور فیصلہ ثالثی مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۳۵ء سے ظاہر ہے کہ اس کا حساب - Irregular غفلت سے رکھا ہوا اور کاغذات Irregular بے ضابطہ ہیں اور ایسی حالت میں قومی سرمایہ کا نقصان یقینی ہے، لہٰذا ندوۃ القریش کا یہ اجلاس اپنی ذمہ داری کا احساس کرتا ہوا قریشیان امرتسر کے ۲۱ جنوری ۱۹۳۵ء کے اس رزولیوشن کی جس میں انجمن مذکور کی غیر آئینی کارروائیوں پر اظہار نفرت کرتے ہوئے اسے متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ اس نام سے قوم کو دھوکہ نہ دیں، اور اس کے سرمایہ کو بے ضابطہ طریق پر خرچ نہ کریں، تائید و حمایت کرتا ہوا اس کے کارکناں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنا حساب و کتاب کھلے طور پر قوم کے سامنے پیش کریں ورنہ قوم اور اسکی نمائندہ جماعت ندوۃ القریش کو حق ہوگا کہ وہ قومی سرمایہ کے تحفظ کے لئے مناسب تدابیر عمل میں لائے۔"

۵ - چونکہ اراکین انجمن قریشیان ہند نے بلاوجہ ضمن کے جھوٹے اور بے سروپا الزام کی تراش خراش سے غلط فہمی پیدا کر دی ہے، لہٰذا تجویز ہوا کہ فیصلہ ثالثی کو بذریعہ اشتہار شائع کر کے کثرت سے تقسیم کیا جائے تاکہ عوام اور افرادِ قوم کو حق و صداقت کی تلاش و جستجو کی زحمت نہ ہو،

۶ - نیازمند سکرٹری کی رپورٹ پر منشی برکت علی صاحب سابق جوائنٹ سکرٹری انجمن قریشیان ہند جو حال میں اس سے اپنی مرضی سے علیحدہ ہو کر ندوہ کے ممبر ہوئے ہیں، اور مولوی میر محمد صاحب گورنمنٹ پنشنر کے اسمائے گرامی اگزیکٹو ممبران میں منظور کئے گئے،

۷ - قاضی معراج الدین صاحب کی درخواست اور حکیم شہاب الدین صاحب کی سفارش پر صرف چندہ داخلہ پر ان کا نام ممبران ندوہ میں منظور کیا گیا اور ۲/ سالانہ چندہ کی رعایت کر دی گئی، ۱۱ بجے جلسہ بخیر و خوبی برخاست ہوا:-

بقیہ فہرست ممبران ندوۃ القریش

(۱) منشی عبدالرشید صاحب کپورتھلہ سٹیٹ
(۲) قریشی محمد عطاء اللہ صاحب بلوچستان
(۳) قاضی قدرت اللہ صاحب سیالکوٹ
(۴) سید ظفر ہاشمی صاحب "
(۵) قریشی اقبال محمد صاحب، فیروزپور
(۶) میاں میر محمد صاحب پنشنر، گورداسپور
(۷) حکیم غلام مصطفیٰ صاحب مدراس
(۸) صوبیدار ڈاکٹر غلام حسین صاحب پشاور
(۹) منشی حسن محمد صاحب سول ڈیپارٹمنٹ
(۱۰) ڈاکٹر محبوب عالم صاحب، جالندھر
(۱۱) حکیم فضل حسین صاحب ریونیو اسسٹنٹ
(۱۲) منشی احمد اللہ صاحب ایچ اسی شیخوپورہ

باقی آئندہ

محمد طفیل اقلیم فاروقی
ناظم، چیف سکرٹری، ندوۃ القریش

ایک سین اور اُس کے چھ پردے

دیدنی ہے شکستگی دل کی
کیا عمارت غموں نے ڈھائی ہے

(۱) دریا کا کنارہ برسات کا موسم، شام کا وقت، اور پانی برس گیا ہے، دریا اپنے زوروں پر بہ رہا ہے موج پر موج، لہر پر لہر آتی ہے اور اپنے ساتھ خدا جانے کہاں کہاں سے خس وخاشاک بہائے لئے چلی جاتی ہے، خشک لکڑی کا ٹکڑا کسی درخت کی تازہ ٹوٹی ہوئی شاخ، اور کچھ نہیں تو خالی پانی ہی ہے مگر ایک عجیب سرعت اور سنجیدگی سے ہر ایک شے بہی چلی جاتی ہے، دریا کی روانی سوچنے والوں کے دل میں دنیائے فانی کیطرف سے بدگمانیاں پیدا کر رہی ہے، بے ثباتی کا تصور اس وقت کے مشاہدۂ عینی سے امداد پاکر ایسی روشن تصویر دیدۂ دل کے سامنے پیش کرتا ہے اور پھر اور کسی عینک کی حاجت نہیں رہتی،

(۲) ناؤ کا پل بندھا ہے، لوگ اس پر سے گذرتے ہیں، ادھر سے اُدھر اور ادھر سے اِدھر آتے جاتے ہیں، کوئی رواں رواں جلدی جاتا ہے، کوئی رک رک کر سیر دیکھتا ہوا چلتا ہے، کوئی کہیں، اپنے ہم مذاق دوستوں کے مجمع میں کسی کشتی کے ایک کونہ پر بیٹھا تماشہ دیکھتا ہے، دل خوش کیا اور سب اٹھکر چلدیئے، غرضیکہ چلنا ہر حال میں مقدم ہے اس سے خالی کوئی بات نہیں،

(۳) دریا کے اس پار عین کنارے پر ایک پرانی بارہ دری ہے، اس کی یہ حالت ہے کہ چھت ندارد، کبھی کی پڑی ہوئی بیچاری ایسی گری کہ پھر کسی نے بنوانے کا نام نہ لیا سو دریا کے قریب کے حصّہ کی دیواریں بھی پانی کے لگاتار اثر سے نرم ہوکر دریا میں گر پڑیں، پانی بالکل ملا ہوا گذرتا ہے اور مکان کے باقی حصوں کے رہنے کی بھی کوئی امید چنداں نظر نہیں آتی، جو ننگے ستون اور دیواریں اب تک کھڑی ہیں گویا زبان حال سے پکار رہی ہیں، کہ "ہم کو دیکھو ہمارا حال سنو"! اور دنیا اور اس کی بیوفائیوں کا سبق خوب ذہن نشین کرلو، مگر ایسے اہل دل کہاں سے لائیں، جو دریا کے شور وغل میں ان بیچاری دیواروں کی خاموش آوازوں کیطرف کان دھریں، صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقارخانے میں،

(۴) اس پار دریا سے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر تین پُرانے مقبرے نظر آتے ہیں، ایک تو کسی بادشاہ جمجاہ کا وہ تو خیر بہت کچھ اپنی شان کو قائم رکھے ہوئے ہے اگرچہ اتالیک، دوسرا اس سے کچھ دور آئی بادشاہ کے کسی امیر کبیر کا، مگر اس کے گنبد کی عجب حالت ہو رہی ہے، اس کے نیچے کی استرکاری اینٹوں سے علیحدہ ہوکر گرا ہی چاہتی ہے، واہ رے معمار دنیا تم نے تو مصالحہ کے بنانے اور اس کے لگانے میں کوئی کسر اپنی طرف سے نہیں چھوڑی مگر اس کو کوئی کیا کرے کہ قانون قدرت

ہی ہمیشہ ہر چیز کی حالت میں ایک تبدیلی چاہتا ہے ، چونکہ ان کی تہ اپنے آپ میں تو ابھی تک ایسی پیوست ہے کہ چھٹنے کا نام نہیں لیتی مگر کمبخت اینٹوں کو کوئی کہاں تک کوسے ، جنہوں نے اپنے سے علیحدہ کر کے اس بیچارے کو اسی کے حال پر چھوڑ دیا ہے ، تیری بلا سے کوئی مرے یا کوئی جئے ، تیسرا مقبرہ نیچی چھت والا ، ذرا اور فاصلہ پر اسی بادشاہ کی سب سے پیاری بیگم کا ہے ، اس مکان کی ناگفتہ بہ حالت کا کیا کہنا ! دیکھو تو اس کی مکین خود اپنی نہ بولنے والی زبان سے کیسی پیشین گوئی کر گئی ہے ،

بر مزار ما غریباں نے چراغے نے گلے
نے پر پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

دن کو قریب کے گاؤں کے چرواہے اپنے اپنے جانور چرانے لے آتے ہیں ، مکان میں گوبر سب طرف جا بجا پڑا ہے ، کہیں گائیں بھینسیں بیٹھی ہیں ، کہیں بچھڑے کھڑے ہیں ، کہیں بکریوں کے پاس ان کے بچے کلیل کر رہے ہیں ، آس پاس لڑکے بے تکلفی سے مختلف کھیل کھیلتے ہیں اور اپنی نادانی میں ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ہم کس کی خاک کو پامال کر رہے ہیں ، آہ ! وہ جس نے اپنے زمانہ میں اپنے علم اور عقل ، خوبی اور سخاوت کے نور سے ایک جہاں کو منور کر رکھا تھا ، آج اسی کے قول کے موافق اس کی قبر پر دیا تک بھی نہیں ہے ، پھولوں کا تو کیا مذکور ،

۵ - ناؤ کے پل سے اوپر کیطرف لوہے کا پل ہے ، ریل گاڑی اس پر سے آتی اور گذر جاتی ہے ، اگرچہ بظاہر وہ اس منظر کے اثر سے متاثر ہوتی بالکل معلوم نہیں ہوتی مگر ایک روانی ہے کہ جس سے وہ خود بھی خالی نہیں ۔ دنیا کی کسی بات کو قرار نہیں ، قیام نہیں ، واقعی ع سخت بے اعتبار ہے دنیا ،

۶ - دریا کے اس پار لکڑی کا ایک گٹھا کسی پہاڑی مقام سے بہ کر آیا ہے ، اس پر ایک اجنبی شخص اپنی بے خودی کے عالم میں غرق خاموش بیٹھا ہے ، اس کا پیارا اور پیار کرنے والا باپ ابھی تھوڑے دن ہوئے اس کے سر سے اٹھ گیا ہے ، اس کو بالکل مغموم اور دل شکستہ چھوڑ گیا ہے ۔ وہ ہر چند اس صدمہ کو اپنے دل سے دور کرنا چاہتا ہے اور اس کی کوشش بھی کرتا ہے اور شاید کیا عجب ہے کہ وہ اسی خیال سے اپنا جی بہلانے کو دریا کے کنارے آ بیٹھا ہے ، مگر کہاں ! جو دل خدا نے ایسے بنائے ہیں ، کہ ہمیشہ غم کی چاشنی سے لذت گیر رہتے ہیں ، وہ کہیں ایسے صدموں کو آسانی سے بھول سکتے ہیں ، اس نے دریا ، پل ، بارہ دری اور مقبروں کیطرف یکے بعد دیگرے نگاہ صرف ڈالی ، اور سب میں ایک روانی ، تغیر اور شکستگی کی کیفیت بھی پائی ، مگر رہ رہ کر اسی کا خیال اس کو اپنی جانب ہی متوجہ کرتا تھا ۔ اور بار بار بے ساختہ اس کی زبان سے نکل جاتا تھا ،

دیدنی ہے شکستگی دل کی
کیا عمارت غموں نے ڈھائی ہے

جہانگیر

میری سرگذشت

نمبر ۷

بلوچستان بھر کے براہی اور بلوچ سرداروں میں سے یوسف خاں بھی ایک ایسا سردار تھا۔ جو بچپن ہی میں حصول تعلیم مروجہ کے لئے علیگڈھ بھیجا گیا اور جس نے بلوچی دستور کے مطابق سر کے لمبے بال برقرار رکھنے کے باوجود اس اثنا میں کوٹ پتلون اور ترکی ٹوپی کا استعمال بھی کیا۔ لیکن جونہی کہ اپنے وطن مالوفہ میں واپس پہونچا تو اس نے علیگڈھ کی بود و باش کے تاثرات کو یکسر بھلا دیا اور خالص براہی بن گیا ،

شادی ہو چکنے کے بعد اس کی کتابی تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور موقعہ کو غنیمت جان کر گوہر خان نے اسے اپنی پولٹیکل درس گاہ میں داخل کر لیا۔ اس لئے اب میری فرائض اتالیقی زیادہ نازک اور پیچیدہ مرحلہ پر پہونچ گئے کیونکہ یوسف خاں کے فائدے کی غرض سے اس کو اس کے باپ کی غلط اور تباہ کن پالیسی کے اثر سے محفوظ رکھنا بغائت ضروری تھا ،

پولٹیکل ایڈوائزر صاحب ریاست قلات بھی صدقدل سے یوسف خاں کی بہتری کے متمنی تھے ، چنانچہ ۲۶ جولائی ۱۹۱۶ء کو قلات سے ذیل کا جو مراسلہ انہوں نے میرے نام پر لکھا وہ انکی صداقت اور میری فرائض کی اہمیت کا مظہر ہے ،

مضمون مراسلہ :۔ فضیلت پناہ مولوی نظیر حسین سلامت باشند ، بعد از سلام واضح باد ، چوں دریں وقت دو قطعہ رپورٹ ہائے منجانب سردار گوہر خاں و سردار یوسف خاں دستخطی آپ کے بمقدمہ دعویٰ میں کہش واقعہ خضدار نسبت خانصاحب بہادر والئے قلات موصول ہوئے ، نیز ایک عریضہ سردار یوسف خاں کا جو بنام خانصاحب کے تھا ، وہ بھی ہمارے ملاحظہ سے گذرا اور منجانب کمانیر و جانشین خضدار بھی اس بارہ میں رپورٹ بخدمت خاں صاحب آئی تھی ، کہ جوہر خاں برادر سردار گوہر خاں پیدا وار ملک مذکور میں دست اندازی کرنی چاہتا ہے آپ کیا حکم دیتے ہیں ؟ ان رپورٹ ہا کے دیکھنے سے ہم کو بغائت افسوس ہوا کہ سردار گوہر خاں ہنوز درپے فساد ہے ، زیادہ تر ہم کو یہ افسوس ہے کہ سردار یوسف خاں بھی ایسی ہی درخواست کرتا ہے کہ خانصاحب اور سردار گوہر خاں کو زور آزمائی کرنے دو اور برٹش گورنمنٹ تماشا دیکھتی رہے ،

نہیں جانتا کہ سرکار انگریزی نے یہ مبلغ پچاس ہزار روپیہ سالیانہ تنخواہ جہلاوانیاں خانصاحب سے اس شرط پر منظور کرائی ہے کہ آئندہ سرکار انگریزی ذمہ دار ہے کہ مابین سرداران جہالاواں اور خان صاحب کے کچھ فساد نہیں ہوگا ، اگر اب خانصاحب اور سردار گوہر خاں کو زور آزمائی پر چھوڑا جائے اور سرکار تماشا دیکھتی رہے ، یہ بات کیسے شرم کی ہے ،

اور ہمکو افسوس ہے کہ سردار گوہر خاں کے واسطے بڑا پردہ تھا کہ وہ صبر سے بیٹھ جاتا ، اب تک اس کی عزت اور نام آوری کافی ہو گئی تھی ، اگر وہ اسی طرح زیادہ دلیر اور گستاخ ہو گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ آخر الامر لاچار اور [illegible] ہو کر بیٹھے گا۔ خوشی

سے نہیں بیٹھے گا۔

ہمکو اس کی بابت چنداں افسوس نہیں کہ وہ ضرور اپنی دانائی اور زور آوری پر نازاں ہے ضرور اس کا نتیجہ پائیگا۔ لیکن ہمکو سردار یوسف خاں کی بابت بنائت افسوس ہوتا ہے کہ ہمنے اس قدر کوشش کرکے اس کا کام بنایا۔ اگر وہ اپنے باپ کو نہیں روک سکتا۔ بلکہ اس کی طرفداری کرتا ہے نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بھی بدنام ہو جائیگا۔ ہمارا بھی آئندہ سخن کارگر نہیں ہوگا۔

اب میں نے تمام حال اس مقدمہ کے متعلق خط میں بنام ہر دو سرداراں لکھا ہے، اور فیض محمدؐ کو روبرو بھی سمجھایا ہے۔ آپ کو چاہیئے کہ آپ بھی سردار یوسف خاں کو ہماری طرف سے خوب سمجھاؤ کہ تم اہل علم اور عقلمند آدمی ہے، ایسی ایسی واہیات اور جاہلانہ خیالات میں اپنے باپ سے مت شامل ہو جاؤ، بلکہ اگر تمہارا مقدور ہے، اپنے باپ کو سمجھاؤ، اگر سردار گوہر خاں کو کچھ بھی عقل اور نصیب ہے، اب وہ بالکل سرکار انگریزی کا شکر گذار ہوگا اور آرام سے بیٹھ جائیگا۔ اگر وہ بہرحال اس قسم کی کارروائیاں کرتا رہے گا۔ ایک نہ ایک دن اس کا نتیجہ اس کے حق میں اچھا نہ ہوگا، بر رسولاں بلاغ باشد و بس، ہم بار بار اپنی طرف سے اس قسم کی نصیحت کرتا ہوں اور اس کی مدد کرتا ہوں، مگر افسوس ہے کہ سردار گوہر خاں اس کے برخلاف عمل کرتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ شاید سب کچھ اس کے خوف اور دباؤ سے ہو رہا ہے اگر وہ بدستور اسی قسم کی کارروائی پر رہا۔ تب ہم سرکار کو صاف صاف اسکی بابت جتلا دیگا اور خود بیزار ہو جائیگا۔ دیکھیے گا کہ اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے، آپ براہ مہربانی تمامی خلاصہ سردار یوسف خاں کو سمجھا دیں وہ اپنی عزت کیطرف دیکھیے، اس کو حکام کے ساتھ اور کچہریوں میں آمد و رفت کرنی ہے،

ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ اب سردار گوہر خاں اس کی بدنامی کرانا مانگتا ہے ورنہ گوہر خاں ایسا نادان نہیں کہ وہ زور سے خاں صاحب کے ملک میں دست اندازی کریگا۔ خانصاحب کے لوگ اور سرکار تماشا دیکھتے جائیں گے، جو وہ چاہے گا کریگا۔ ضرور وہ جانتا ہے کہ اس سے نتیجہ خراب نکلیگا۔ وہ سمجھتا ہے کہ خود تو خراب ہے۔ سردار یوسف خاں بھی آرام اور عزت سے نہ رہے ....؎

جہالاواں کی چیف سرداری گوہر خاں کا آبائی حق نہ تھا۔ بعض انتظامی مصلحتوں اور چند دیگر وجوہات کے لحاظ سے جولائی سنہ ۱۸۷۶ء میں اسے چیف آف جہالاواں بنایا گیا، مگر وہ برعم خود اسے اپنی قوت بازو کا نتیجہ خیال کرتا تھا۔ سنہ ۱۸۷۹ء میں گورمنٹ آف انڈیا نے اس کے لئے چار سو روپے ماہوار کا ایلاؤنس منظور کیا۔ مگر سنہ ۱۸۸۸ء میں اس کی بدعنوانیوں کے باعث بند کر دیا گیا۔

اپریل سنہ ۱۸۸۶ء میں اگرچہ گوہر خاں نے جہالاواں کی چیف سرداری سے یوسف خاں کے حق میں استعفا دیدیا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں کسی اور کا چیف آف جہالاواں ہونا پسند نہیں کرتا تھا۔ خواہ اس کا بیٹا ہو یا بھائی۔ ایک موقع پر اس نے مجھے صاف طور پر بتلا دیا کہ وہ یوسف خاں کو ملک دیدیگا۔ مگر راج اور الس (لشکر) نہیں دیگا۔ لیکن باایں ہمہ یوسف خاں گوہر خاں کے حق میں نیت بخیر تھا،

یوسف خاں کو بھی چار سو روپیہ ماہوار ایلاؤنس دیا گیا اور جون سنہ ۱۸۹۴ء میں انتظامی ضروریات کے لحاظ سے علاقہ زہری

؎ وکیل سردار گوہر خاں۔ جو بعد میں دفعدار لیویز تھانہ زہری ہوا۔

میں لیویز کا ایک تہانہ دار مقرر کیا گیا۔ جسے گوہر خاں بجاں خود شتبہ نگاہوں سے دیکھتا تہا اور اسے کانٹا سمجھ کر اکھاڑ پھینکنے کی فکر میں تہا۔ جب یوسف خاں پر اس نے قابو پالیا تو اس نے تہانہ کو تکلیف دینی شروع کی اور شبخون مارنیکی دہکی دی۔ اس لئے اگست ۱۹۳۲ء میں میر رحیم خاں کو رو تہانیدار زہری بمعہ عملہ متعلقہ راتوں رات زہری سے تلات چلے جانے پر مجبور ہوا۔

اس طرح سے جب یہ میدان صاف ہو گیا تو گوہر خاں نے اپنے دشمن دیرینہ سردار عمر خاں مسیانی سکنہ ملیل کے ساتہہ جنگ کرنے کی ٹہانی۔ بحالیکہ فروری ۱۹۳۲ء میں بمقام سبی سردار یوسف خاں اور سردار عمر خاں مذکور کے درمیان صورت رضامندی واقعہ ہو چکی تہی، مگر گوہر خاں اس کو ناپسند کرتا تہا اور مطمئن نہ تہا،

بالآخر چند ہی روز بعد (غالباً اگست ۱۹۳۲ء میں) سردار مسیانی کے صدر مقام موضع ملیل کے سامنے قریباً ایک میل کے فاصلہ پر موضع سلمانجو میں سردار گوہر خاں نے ڈیرے ڈالدئے اور طبل جنگ بجا دیا،

یوسف اپنے باپ کی حمایت پر تہا اس لئے ہم سب کا ڈیرہ سلمانجو میں ہوا، لشکر جمع کرنیکا طریقہ قاصد بھیجنا، ڈھول بجوانا اور کسی متصلہ پہاڑ کی چوٹی پر آگ کا روشن کرانا ہے "تلوار کا کمر سے باندھنا ایرانیوں کا رواج ہے اور شمشیر کا گلے میں حمائل کرنا عربوں کا دستور، توران یا جہالاواں ساڑہے تین سو سال تک عربوں کے زیر حکومت رہ چکا ہے اور یہ ابتک ان کے عہد حکومت کی یادگار ہے کہ یہاں کے باشندے اپنی خدار تلواریں گلے ہی میں آویزاں رکہتے ہیں،

اس وقیع اور عارضی محاربہ میں فریقین کے قومی لشکر کی مجموعی تعداد پانچسو نفر سے زائد نہ تھی، قریباً ہفتہ بھر لڑائی کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ گوہر و یوسف طلوع آفتاب پر میدان جنگ کو جاتے اور غروب آفتاب پر واپس آجاتے۔ مجھے اس لئے ہمراہ نہ لیجاتے کہ برٹش رعایا کو نقصان پہونچنے کی ذمہ داری انپر عائد ہوتی ہمسیانی اپنے گاؤں کی دیواروں کے قریب رہ کر لڑتے اور گوہر معہ اپنے لشکر کے کہلے میدان میں ہوتا۔ جنگ کا منظر سلمانجو کے مکانات کی چہتوں پر سے بہی دکہائی دیسکتا تلوار سے دست بدست لڑائی کی نوبت تو نہ آئی، البتہ فریقین کی جانب سے گولیوں کی بوچہاڑ کی جاتی رہی جس سے طرفین کے متعدد اشخاص زخمی ہوئے جو زخمی ہوتا وہ بیل یا اونٹ یا گہوڑے پر یا گہوڑے پر اپنی اپنی گوٹھ (مقام رہائش) پر علاج معالجہ کے لئے چلا جاتا۔ مسیانیوں کے فصلات اور باغات کا بہی نقصان ہوا۔

دوران جنگ میں جوش پیدا کرنیکے لئے جانبین کے "لوری" (ڈوم مراسی) زور کے ساتہہ ڈھول پیٹتے اور بروہی زبان میں بکوشید، بجوشید اور سربفروشید کے پر زور نعرے لگاتے،

بروہی ہوں یا بلوچ، قبائلی اقوام کے موجودہ عدم اتحاد اور باہمی بغض وعناد کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب مراسی کا وجود بہی ہے اور وہ اس لئے کہ یہی ایک ایسا گروہ ہے۔ جو قوموں میں ایام گذشتہ کے ترانے سنا کر کہ کس طرح ایک قبیلہ نے دوسرے قبیلے کو پچھاڑا یا ایک دوسرے کو لتاڑا۔ نفرت دیرینہ کو تازہ رکہے چلا آتا ہے اس لئے قبائلی امن کے

لے یہ عربوں کا دستور ہے،

برقرار رہنے کی غرض سے جس قدر جلدی ممکن ہو اس فتنے کا استیصال ہو جانا چاہیئے ،

اس وقتی اور ہنگامی محاربہ کا انجام اس قرارداد پر ہوا کہ گوہر اور عمر دونو سردار شہباز خاں جنگ پر جسے دونو اپنا مشترکہ دشمن سمجھتے ہیں متفقہ حملہ کریں ۔ چنانچہ اس مدعا کی تکمیل کے لئے گوہر خاں اور عمر خاں بمعہ اپنے اپنے رفقاء کے بلیں اور سلیانجو سے روانہ ہو کر پیر کے شہر میں حضرت سلطان العارفین رح کی مزار شریف کی زیارت کے بہانہ پر یکجا پیر کے شہر میں آئے ، میں اور سردار یوسف خاں ان سے جدا ہو کر شاہ بیگ زئی میں آگئے ، اسی رات کو گوہر اور عمر نے شہباز پر بمقام سراف شبخون مارا جس میں سردار شہباز خاں کا بیٹا شکر خاں اور سردار مذکور کا بھائی کریم داد قتل کئے گئے ، گوہر اور عمر تو پہاڑوں میں چلے گئے لیکن اس سے اگلی رات کو آدہی رات کے بعد شاہ بیگ زئی سے ایک میل کے فاصلہ پر طبل اور تفنگ کی آواز سنائی دی اور معلوم ہوا کہ سردار جنگ کا اُس دقوی لشکر ، اپنے سردار کی امداد کیلئے جا رہا ہے ، اس خیال کی بنا پر کہ وہ انتقام کے لئے شاہ بیگ زئی پر حملہ آور نہوں ، سردار یوسف خاں کے سسرال کے مکان کے قریب "ٹھل" پر سردار مذکور ہیں اور اس کے پانچ چھ ہمراہی اور اس کے دو تین غلام سب یکجا ہو گئے ، اور ہر ایک نے اپنی اپنی حفاظت کے لئے بندوق سنبھال لی ۔ چنانچہ میں نے بہی ایک لڑپی وار بندوق لے لی ، ملک کے دستور کے مطابق دشمن پر یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ ہم باخبر ہیں اور مقابلہ کے لئے طیار ، "ٹھل" کی دیوار کے سوراخوں میں سے جو اسی مدعا کیلئے ہوتے ہیں ہم سب نے اندھیری ہی میں بغیر کسی نشانہ کے اوہر اُدہر فائر کرنے شروع کر دیئے ، اس وقت معاً میری دلمیں یہ خیال آیا ۔ کہ یہ تو اپنی اغراض کے لئے لڑتے ہیں ۔ مگر ذاتی حیثیت کے لحاظ سے "میرا مرنا یا میرا کسی کو مارنا دونوں بے معنے ہیں ۔"

اتفاق کی بات ہے کہ وہ اسطرف نہ آئے اور راہ کوہ کی طرف چلے گئے ، تاہم بہ نظر احتیاط ہم سب رات بہر جاگتے رہے اور دن کو خوب سوئے ،

اس لڑائی کی روئداد کو بغور مطالعہ کرنے سے میں اس نتیجہ پر پہونچا ۔ کہ گوہر خاں کی شوریدہ سری علاقہ جہالاوان کے قبائلی امن اور ترقی کے لئے بیحد خطرناک ہے کاش اکہ اس کی سرگرمیوں کا رُخ کسی صحیح جانب پر ہوتا اور اس کی طاقت قوم کشی پر مرکوز نہ ہوتی ،

گوہر الوالد — قاضی ظہیر حسین فاروقی

یکم اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء — ریٹائرڈ مستوفی

انجمن حمایت اسلام لاہور کا سالانہ اجلاس بتاریخ ۲۶-۲۷ و ۲۸ دسمبر ۱۹۳۰ء بروز جمعہ ، ہفتہ و اتوار اسلامیہ کالج کے میدان میں منعقد ہونا قرار پایا ہے ، ہمدردان قوم و مددگاران انجمن کا فرض ہے کہ وہ اپنی شمولیت سے جلسہ کی رونق بڑہانے کے علاوہ اسے ہر پہلو سے کامیاب بنانے کی کوشش کریں ،

خصائص عجیبہ

یورپ کے ایک نکتہ شناس نے مختلف قوموں کے خصائص پر تبصرہ کرتے ہوئے ذیل کی دلچسپ لسٹ تیار کی ہے،

ایک جرمن تنہا پروفیسر ہوتا ہے،
دو جرمن ملکر سکیٹ بن جاتے ہیں،
تین جرمن مل کر دارالرقص میں تبدیل ہو جاتے ہیں،
ایک انگریز تنہا یتیم و ضعیف نظر آتا ہے،
دو انگریز مل کر کلب یعنی دارالعشرت بنا لیتے ہیں،
اور تین انگریز ملکر بہت بڑی سلطنت بنجاتے ہیں،
سوئزرلینڈ کا ایک باشندہ تنہا سبہاتی کی دوکان کا مترادف ہے،
دو سوئیس ملکر سرائے بنا لیتے ہیں، اور تین سوئیس ملکر شاندار ہوٹل میں تبدیل ہو جاتے ہیں،
ایک آسٹری تنہا ایک درماندہ یہودی ہے،
دو آسٹری ملتے ہیں تو ان میں سے ایک ہنگری یہودی اور دوسرا زیچ ہوا کرتا ہے،
تین آسٹری ملتے ہیں تو معجون مرکب بن جاتے ہیں،

سکاٹ لینڈ کا ایک باشندہ تنہا سیونگ بنک ہوتا ہے
دو سکاچ ملکر گولف کا کھیل تیار کرتے ہیں،
تین اسکاچ ملکر حکومت برطانیہ بن جاتے ہیں،
ایک فرانسیسی ہو تو وہ سامعین کے بغیر ہی مقرر ہوتا ہے،
دو فرانسیسی مل جائیں تو کانفرنس بن جاتی ہے،
تین فرانسیسی مرد اور عورتیں مل جائیں تو باسلیقہ گھر بن جاتا ہے، تنہا روسی ذہین فلسفی شخص ہے،
دو روسی مل جائیں تو دو آتو جنم ہو جاتے ہیں،
اور تین اکٹھے ہو جائیں تو انارکی میں مبدل ہو جاتے ہیں،
ایک امریکن تنہا کروڑپتی ہے، اور
دو امریکن مل کر انجمن ناز اور تین ملکر امتناع خمر بن جاتے ہیں،

اب ہندوستانی اور پنجابی کی بھی سنیئے کہ وہ کیا فرماتے ہیں
ایک کالج کا طالب علم گربہ مسکین ہوتا ہے،
دو مل کر باتونی ہو جاتے ہیں، اور
تین ملکر دکابحیث، شرارت کی جڑ بنجاتے ہیں،
ایک آفریدی اکیلا جیوف ہوتا ہے، اور
دو مل کر ایک رسالے کی شکل میں تبدیل ہو جاتے ہیں، اور
تین ملکر ایک پوری فوج بن جاتے ہیں،
ایک کانگرسی لیڈر سٹیج پر میاں مٹھو ہوتا ہے دو ملکر جنبہ خند اور تین ملکر قومی لٹیرے بن جاتے ہیں،
ایک کانگرسی دیوی تنہا جلادہ ہوتی ہے، دو ملکر مذہبی ماتم کا گیت گانے والیاں، اور
تین ملکر قوس قزح کی شکل اختیار کر لیتی ہیں،
یورپ کی ایک تنہا عورت سیلاح ہوتی ہے اور دو ملکر تھیٹر کی رقاصہ بن جاتی ہیں اور تین ملکر سمندر میں تیرنے والی مچھلیاں ہیں،

ہندوستان کا ایک شاعر تنہا کم گو اور مدبر ہوتا ہے، دو ملکر نقاد بن جاتے ہیں، اور
تین مل کر ایک مکمل مشاعرے کی صورت اختیار کر لیتے ہیں،
ایک بنگالی تنہا لومڑی ہوتا ہے، اور دو اکٹھے ہو جائیں تو چڑیوں کا سا شور کرنیوالے، تین ملکر کائیں کائیں کرنے والے،
ایک مولوی تنہا کافر بنانے والی مشین، دو مل کر جیسے مرغے بن جایا کرتے ہیں اور تین ملکر آگ کا شعلہ بن جاتے ہیں،

ایک ایسے ہی مولوی صاحبان کے متعلق دو شعر ملاحظہ فرمائیے، جو ہمیں ایک مولوی صاحب نے ہی بتلائے ہیں، دروغ برگردن راوی،
سنیئے فرماتے ہیں،

ہر جاکہ دو ملاں ساکن شوند ؛ شب و روز فتنہ در آنجا بود
اگر جمع باشند سہ یا چہار ؛ در آنجا بود قہر پروردگار

اللھم ارحم، (مسلم راجپوت)

گلدستۂ رنگیں

کرتا ہوں یاد شام سے اس گلعذار کو — **اکبر** — پھولوں میں تولتا ہوں شب انتظار کو
بے خود نہیں ہوں یاد الٰہی میں محو ہوں — **ارغوان** — سمجھا نہ آج تک کوئی میرے خمار کو
چکر تو انقلاب نے مجھ کو دئیے بہت — **واجد** — چھوڑا نہ میں نے دامن صبر و قرار کو
رسوا کیا ہمیں کو ہماری زبان نے — **واحد** — کرتے ہیں ایک کام سناتے ہیں چار کو
بالیدگی تصور مجنوں کی دیکھئے — **تپش** — محمل سمجھ رہا ہے ہجوم غبار کو
جب ہم نہیں رہے تو نشانی ہی کیوں رہے — **قیس** — اے بیکسی مٹا دے ہمارے مزار کو
پیری میں کہہ رہے ہیں جوانی کا ماجرہ — **اخگر** — ہم یاد کر رہے ہیں خزاں میں بہار کو
تم نے جواب صاف دیا کیا غضب کیا — **سیگل** — مایوس کر دیا دل امیدوار کو
صد شکر آج پاؤں کے چھالے ہی دشت میں — **قیصر** — پانی پلا رہے ہیں ہر اک نوک خار کو

فیض لدھیانوی

آٹھ کروڑ مسلمانوں کا ایک رہنما — تمام داعیان اسلام جن کے قلب میں ملت کا درد ہے ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ۸ کروڑ مسلمان اس وقت تک ایک مرکز پر جمع نہیں ہو سکتے ۔ جب تک کہ ان کا ایک رہنما نہ ہو۔ اس لئے تمام داعیان اسلام کو چاہیئے کہ اپنے علاقہ کے تمام سیاسی اور غیر سیاسی اور علما و مشائخ اور امراء اور ملت کا درد رکھنے والے احباب کی ایک فہرست معہ پورا پتہ ارسال کریں، داعیان اسلام کا فرض ہے کہ نہایت سرعت سے کام کریں؛ اعلان پڑھنے کے بعد ایک منٹ کی تاخیر ایک سال کے برابر ہوگی، خادم کشفی شاہ نظامی پوسٹ بکس ۳۲۶، رنگون ؎

صوبہ دہلی، یو پی اور پنجاب کے قریشی نمائندگان کی حاضری میں ۲۹ جون ۱۹۳۶ء کو "ندوۃ القریش" کے افتتاحی اجلاس میں ذیل کا رزولیوشن متفقہ طور پر منظور ہوا اور القریش کی خدمات کے صلہ میں قوم کی طرف سے زرِ نقد کی تھیلی پیش کیگئی

"ندوۃ القریش کا یہ اجلاس مولانا محمد علی صاحب رَونق مالک و مدیر القریش کی ۱۶ سالہ مساعی کو عموماً اور گذشتہ اڑھائی سالہ خدمات جلیلہ کو جو انہوں نے مراثیا کے ادعائے قرشیت کی بطلان و تکذیب سے متعلقہ تاریخی مواد کی اشاعت میں باحسن انجام دی ہیں خصوصاً قدر و منزلت اور عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوا تجویز کرتا ہے، کہ اظہار تشکر کے طور پر آپکی خدمت میں قوم کیطرف سے کم از کم ایک سو ایک اور زیادہ سے زیادہ پانسو روپیہ کی تھیلی پیش کیجائے، و نیز یہ اجلاس برادرانِ قریش سے اپیل کرتا ہے کہ وہ "القریش" ایسے مفید ترین قومی آرگن کی امداد و اعانت کے علاوہ اس کی توسیع اشاعت میں پوری سعی و کوشش سے حصہ لیں"

وزیر ہند پریس امرتسر میں قریشی محمد علی رَونق پرنٹر و پبلشر و ایڈیٹر نے اپنے اہتمام سے چھاپا اور دفتر القریش شریف گنج امرتسر سے شایع کیا

قولہ تعالیٰ

إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

تمہیں پیدا کیا گیا ایک مرد اور ایک عورت سے اور قبیلے اور کنبے بنائے گئے کہ تم پہچانے جاؤ۔ اللہ کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے

سادات قریش کا قومی آرگن

القریش
امرتسر

جو

بفرمانِ عالی شان سلطان العلوم ہز اگزالٹیڈ ہائینس اعلیحضرت تاجدار دکن خلد اللہ ملکہ مدارس محروسہ کی نام جاری ہے

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

ماہ دسمبر ۱۹۳۰ء | قیمت سالانہ تین روپے | جلد ۱۶ نمبر ۱۱

(تاریخ اشاعت ہر انگریزی مہینے کی ۱۷)

جنوری
فروری دو پرچے
مارچ
اپریل
جون
جولائی
اگست
ستمبر
نومبر
دسمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القریش

ملک الکلام

بارگاہِ نبوی میں تاجدارِ دکن کی نذرِ عقیدت

اساسِ منزلِ ہستی ز تو بپا کردند　　کہ ذاتِ پاکِ ترا شمعِ رہنما کردند

بجامِ حُسنِ ازل ریختند بادۂ عشق　　بشیشہ جمع بہم درد و ہم صفا کردند

وفورِ حُسن نگنجید در فضائے دوکون　　مگر بسینۂ ایں خستہ جاں کہ جا کردند

کلیدِ میکدہ کردند وقفِ پیرِ مغاں　　بروئے جرعہ کشاں بابِ خلد وا کردند

بساطِ قرب کشیدند چوں سرِ افلاک　　بزیرِ پائے تو اے شاہِ دوسرا کردند

بہ چارہ سازئ دلِ خستگانِ بیچارہ　　نگاہِ لطفِ ترا مایۂ شفا کردند

ہر آں کہ از عرب و روم و شام و ہند و عجم　　رسید بر درِ تو حاجتش روا کردند

سپاسِ بخت کہ بر در گہت رساند مرا　　چہ جائے شکوہ کہ با من شہا چہا کردند

قدش کہ سایہ ندارد، طفیلِ او عثمان

ہزار شکر ترا سایۂ خدا کردند

شذرات

خدائے عزاسمہٗ و سبحانہٗ کے فضل و کرم سے اس اشاعت کے ساتھ "القریش" کی سولھویں جلد ختم ہوتی ہے۔ اور آئندہ اشاعت سے انشاء اللہ تعالےٰ سترھویں کا آغاز ہوگا۔ دلچسپ اور مفید ترین تاریخی اور اصلاحی مضامین کے علاوہ اس جلد میں تعارفات کے عنوان سے ایک الگ باب شروع کیا گیا ہے۔ جس سے مقصود برادران قریش اور ناظرین کرام کے روابط و ضوابط برادرانہ کو مستحکم و استوار کرنا ہے۔ غائبانہ تعارف کے لئے ان مقتدین برادری و اکابرین قوم کے عکسی فوٹو بھی دیئے گئے ہیں۔ جن کے سوانح حیات اس باب میں شائع کی گئیں۔ چنانچہ اب تک "حافظ نسب رسولؐ" قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی۔ ندوۃ القریش کے محرک اوّل اور صدر مولانا حکیم سیّد فرید احمدؐ صاحب عباسی۔ قریش کے قابل فخر فرزند ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لدھیانوی اور سر تاج المؤرخین مولانا سید محمدؐ عبیداللہ صاحب فرحتی الیاسی کے حالات اور فوٹو شائع ہو چکے ہیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ بتدریج دیگر معززین قریش کے حالات و فوٹو بھی شائع کرنے کی سعی کی جائے گی۔ اور ان برادران قریش کا ذکر خیر زریں حروف میں جلی قلم کے ساتھ کیا جائے گا۔ جو قوم کے اصلاحی و تنظیمی امور میں "القریش" اور "ندوۃ القریش" کا خاص شغف و انہماک کے ساتھ ساتھ دینگے۔ وما توفیقی الا باللہ

جن برادران کرام نے قلمی اعانت فرمائی۔ ان میں سے جناب قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی، حضرت شاکر صدیقی۔ جناب فیض لدھیانوی۔ حضرت ثاقب۔ ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لدھیانوی۔ جناب ظفر ہاشمی، حضرت شبلی۔ بی۔ اے۔ منشی عبدالحمید صاحب اختر۔ میاں محمدؐ حسن صاحب لطیفی۔ بی۔ اے۔ اور مولانا محمدؐ عبیداللہ صاحب فرحتی۔ خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ ؂

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ۔ آمین!

سال زیر تبصرہ کی اہم کارگذاری، "ندوۃ القریش" کا قیام اور قومی تنظیم کا افتتاح ہے۔ قومی ضروریات کے لئے قومی باڈی کی ضرورت ایک بہت بڑی ضرورت تھی۔ جو مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی کی توجہ اور محترم قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کی رہنمائی سے پوری ہوگئی۔ الحمد للہ علےٰ احسانہٖ!

"القریش" کی آواز کو دردمندان قوم نے سُنا۔ اور لبیک کہا۔ بحمداللہ کہ ۲۹ جون سنہ ۱۹۳ء کو "ندوۃ القریش" کے افتتاحی اجلاس میں صوبہ دہلی اور یو۔پی کے علاوہ صوبہ پنجاب کے بارہ اضلاع کے نمائندگان شریک ہوئے۔ اور باوجود مخالفت کے یہ اجلاس نہایت کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہوا۔ اور اب قوم اس کی طرف اپنی توجہات خصوصی مبذول کر رہی ہے۔ اس قلیل ترین عرصہ میں اڑہائی تین سو کے قریب معززین قوم اس کی ممبری قبول کر چکے ہیں۔ مختلف اضلاع میں اس کی شاخیں قائم ہو رہی ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ ہر جگہ قائم ہو جائیں گی۔

"ندوۃ القریش" کے رزولیوشن دربارہ حقوق زراعت پر حکومت نے خاص توجہ فرمائی - اور صاحب فنانشل کمشنر کے توسل سے کمشنران متعلقہ کے نام ایک مراسلت جاری کی - کہ وہ اضلاع متعلقہ کے ڈپٹی کمشنران سے استصواب رائے کرکے مناسب کارروائی عمل میں لائیں - چنانچہ اس پر مناسب غور و خوض کیا جارہا ہے - اس بارہ میں سرکلر نمبر ۲ جو ندوۃ القریش کے دفتر سے جاری کیا گیا ہے ..... کی ایک ایک کاپی ناظرین کرام کی واقفیت کے لئے" القریش" میں رکھ دی گئی ہے ؎

ندوۃ القریش کا ایک مختصر سا وفد مختلف اضلاع پنجاب میں دورہ کررہا ہے - ضلع گورداسپور میں "انجمن قریشیاں ضلع گورداسپور" قائم کرچکا ہے - چنانچہ اس انجمن کے اجلاس منعقدہ ۲۴ر نومبر ۱۹۳۰ء کا رزولیوشن جو معززین قریش ضلع گورداسپور کی موجودگی میں شیخ چراغ الدین صاحب قریشی وکیل کی صدارت میں باتفاق رائے منظور ہوا - ناظرین کی واقفیت کے لئے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے :-

" معززین قریش ضلع گورداسپور کا ایک اہم اجلاس ۲۴ر نومبر ۱۹۳۰ء کو شیخ چراغ الدین صاحب بی - اے قریشی وکیل رئیس گورداسپور کی صدارت میں منعقد ہوا - اور اس میں جو رزولیوشن بالاتفاق پاس کیا گیا - اس کی ایک نقل آپ کی اطلاع کے لئے ارسال کرنے کا فخر حاصل کرتا ہوں - وہو ہذا -

(الف) ضلع گورداسپور میں قوم قریش کافی تعداد میں آباد ہے - اور ان کا گذارہ زیادہ تر زراعت پر ہے - وہ ایک کثیر رقم بطور معاملہ ادا کرتے ہیں - اس لئے مستحق ہیں - کہ انہیں زراعت پیشہ قرار دیا جائے ؎

(ب) گورداسپور کے ملحقہ اضلاع ہوشیارپور، جالندھر اور سیالکوٹ میں پہلے سے ہی یہ قوم زراعت پیشہ نوٹیفائڈ ہوچکی ہے - اور قریشیان ضلع گورداسپور کی قدرتی طور پر ان اضلاع کے قریشیوں سے رشتہ داری ہے ؎

(ج) قوم قریش پنجاب کے زائد از بیس اضلاع میں پہلے ہی زراعت پیشہ قوم قرار دی جاچکی ہے - اور اس کی ہم پلہ قوم سید پنجاب کے ہر حصہ میں حصول اراضی کا حق رکھتی ہے -

لہٰذا یہ نہایت لازمی و لابدی ہے - کہ ان چند اضلاع گورداسپور - امرتسر - فیروزپور - لدھیانہ - رہتک اور حصار کے قریشیان پر سے زراعت پیشہ نہ ہونے کی قید اٹھا دی جائے - اور اس سے قریشیان ضلع گورداسپور کی دیرینہ خواہش اور ضرورت پوری کی جائے - تاکہ وہ ایکٹ حصول اراضی کے اغراض سے فائدہ اٹھا سکیں ؎

اس رزولیوشن کی نقول برائے غور مناسب بخدمت صاحبان فنانشل کمشنر، چیف سکرٹری گورنمنٹ پنجاب کمشنر لاہور ڈویژن اور ڈپٹی کمشنر گورداسپور اور چیف سکرٹری "ندوۃ القریش" امرتسر بھیجی جائیں ؎

قریشیان گورداسپور کو حقوق زراعت سے مستفید کرنے کے لئے پہلے بھی ضلع ہذا کے حکام اعلےٰ کے سامنے مسئلہ پیش ہے - اور صوبہ کی تسلیم شدہ نمائندہ جماعت " ندوۃ القریش " نے بھی اسی مطلب کی درخواستیں اور رزولیوشن

چیف سکرٹری گورنمنٹ پنجاب کی خدمت میں ارسال کئے ہیں۔ اور جلسہ ہذا ندوۃ القریش کی کارروائی کی تائید مزید کرتا ہوا حکام اعلےٰ سے التجا کرتا ہے۔ کہ قریشیان اضلاع متذکرہ کی یہ دیرینہ خواہش پوری کر کے مشکور فرمایا جائے ۔

رحیم بخش سکرٹری انجمن قریشیان گورداسپور

"ندوۃ القریش" کے رزولیوشن دربارہ اس امر کے کہ مردم شماری کے وقت میراسی اور قصاب وغیرہم اقوام کے اندراج قومیت کے وقت اہلکاران مردم شماری کو خاص احتیاط سے کام لینے کی ہدایت کی جائے۔ حکومت کی طرف سے چٹھی نمبر ۲۲۴۵ مجریہ ۲۲ نومبر ۱۹۳۰ء موصول ہوئی ہے۔ اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

جنرل سکرٹری صاحب "ندوۃ القریش" امرت سر

جناب من! بجواب آپ کی چٹھی نمبری ۶۲۹ - مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۳۰ء جو آپ نے ہز ایکسیلنسی گورنر آف پنجاب کی خدمت میں ارسال کی ہے۔ میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں۔ کہ متعلقہ اہلکاران کو ہدایات دی گئی ہیں۔ کہ ادنےٰ اقوام کو اعلےٰ اقوام میں شمار نہ کیا جائے۔ انہیں ان کی اصلی قوم میں ہی شمار کرنا چاہیئے ۔

آپ کا وفادار - سپرنٹنڈنٹ محکمہ مردم شماری پنجاب

کارکنان "ندوہ" اس قسم کی مفید ترین کارروائیوں پر عملی توجہ دے رہے ہیں۔ اور یقین واثق ہے۔ کہ اگر برادران قریش نے ان کی ہمت افزائی کی۔ تو وہ بہت جلد ان اہم قومی ضرورتوں کو بوجہ احسن پورا کریں گے۔ وباللہ التوفیق ۔

ڈپٹی کمشنر امرت سر نے ازرہ عنایت اس چٹھی کی جو حکومت کی طرف سے آپ کو زراعتی حقوق کے بارے میں موصول ہوئی ہے۔ ایک نقل "ندوۃ القریش" کے دفتر میں بھی ارسال فرمائی ہے۔ اور موقع دیا ہے۔ کہ ندوہ اس مسئلہ میں جو دلائل اور دعاوی پیش کرنا چاہتا ہے کرے۔ تاکہ ان کے اس مطالبہ پر مناسب رپورٹ کی جا سکے۔ اراکین ندوہ نے آپ کی اس توجہ فرمائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جو رپورٹ بطور جواب پیش کی ہے۔ وہ بھی ناظرین "القریش" کی واقفیت کے لئے ندوۃ القریش کی کارروائی کے تحت کسی دوسری جگہ درج کی گئی ہے ۔

خسرو دکن کی فیاضی

اعلیحضرت حضور نظام کی علمی فیاضیوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ مدراس سے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ اعلیحضرت نے مدراس کی مسلم لیڈیز ایسوسی ایشن کو ایک ہزار روپیہ کا عطیہ مرحمت فرمایا ہے اور اس کے لئے پچاس روپے ماہوار کا وظیفہ دوامی مقرر کیا ہے۔ ایسوسی ایشن مذکور تعلیم نسواں کی اشاعت کے لئے مدراس میں مفید کام کر رہی ہے۔ اور اس کی تازہ رپورٹ سے واضح ہوتا ہے۔ کہ حکومت مدراس نے اس کی استدعا پر مسلم لڑکیوں کے لئے لازمی اور مفت تعلیم کا اجرا منظور کیا ہے۔ ایک ہائی سکول کی منظوری بھی صادر ہوئی ہے۔ ہوبرٹ سیکنڈری اینڈ ٹریننگ سکول میں مسلم طالبات کے لئے سواری کا مفت انتظام کیا گیا ہے۔ اور بلدیہ نے ایک ہزار روپیہ ایک پردہ پارک قائم کرنے کے لئے دیا ہے۔ یہ کامیابی ایسوسی ایشن کی مستعدی پر دلالت کرتی ہے۔ اور ہز اگزالٹڈ ہائینس کا عطیہ حقیقت میں

ایک مستحق مجلس کو مرحمت فرمایا گیا ہے ۔ اور یہ ایک امر واقعہ ہے ۔ کہ حضور نظام کی بارگاہ عالی میں حقدار کی عزت و حق رسی ہوتی ہے ؂

تاجدار بہاولپور کا عطیہ

اعلحضرت نواب صاحب بہاولپور حال میں بہ نفس نفیس علیگڈھ تشریف لے گئے ۔ اور وہاں ہزایکسیلنسی وائسرائے کی تشریف آوری کی خوشی میں مسلم یونیورسٹی کو ایک لاکھ روپیہ کا گرانقدر عطیہ مرحمت فرمایا ۔ حضور ممدوح کی یہ شاہانہ علمی فیاضی آپ کے خاندان کی روایتی علم پروری و معارف پژوہی کے عین مطابق ہے ہم یونیورسٹی کے ارباب حل و عقد کو اس خوش بختی پر مبارکباد دیتے ہیں ۔ کہ تاجدار بہاولپور نے اس کے استحقاق اعانت کو عملی طور پر مانا اور اس کا اس شاندار طریق پر ثبوت دیا ۔ ہم حضور ممدوح کی خدمت میں تمام قوم کی طرف سے اس قدر شناسی پر ہدیہ تہنیت و تبریک پیش کرتے ہیں ؂

جامعہ عثمانیہ اور عربی علوم

قومی ترقی کا سب سے پہلا اصول یہ ہے ۔ کہ ہم اپنی معاشرت ، اپنی تہذیب اور اپنے علوم وفنون کو غیروں کی معاشرت ، غیر ملکی تہذیب و تمدن اور اجنبی علوم و فنون پر فوقیت دیں ۔ یہ ممکن ہے ۔ کہ زمانہ کے نئے نئے تغیرات کے ماتحت ہمارے طرز زندگی ، طریق بود و باش اور طرز تعلیم میں کوئی خامی آگئی ہو ۔ اور ہم اس میں اصلاح کی ضرورت محسوس کریں ۔ لیکن اصلاح اور چیز ہے ۔ اور اپنی معاشرت ، تہذیب و تمدن اور تعلیمی طریقوں کو غیروں کی تہذیب اور تعلیمی طریقوں سے کمتر سمجھ کر ترک کر دینا اور چیز ۔

قومی زندگی کا مدار ہی آزاد تعلیم اور ایسی معاشرت پر ہے ؂ جو کسی قوم کے گرد و پیش کے حالات کے مطابق قدرتی طور پر اس کے لئے مناسب و مفید ہو ۔ اگرچہ ہندوستان تدریجی طور پر اس فطری اصول کی طرف آ رہا ہے ۔ لیکن افسوس یہ ہے ۔ کہ ہندوستان کی آئندہ نسلوں کی دماغی نشوونما اور فکری بالیدگی کے لئے بسرعت سے اس راستہ پر گامزن ہونے کی ضرورت ہے ۔ اس کا احساس اب تک ہندوستانی دماغوں میں مفقود ہے ؂

یہ امر قابل مسرت ہے ۔ کہ ہندوستان میں جامعہ عثمانیہ (حیدرآباد) نے سب سے پہلے اپنے ذی علم تاجدار کی سرپرستی میں مشرقی علوم وفنون اور ملکی زبان کی برتری کے اصول کو تسلیم کرکے تمام مشرقی ممالک کے لئے عموماً اور ہندوستان کے مرکزی تعلیمی اداروں کے لئے خصوصاً ایک قابل تقلید مثال پیش کرنے کا امتیازی فخر حاصل کیا ہے ؂

اب یہ اطلاع موصول ہوئی ہے ۔ کہ جامعہ کی دس سالہ سالگرہ کے سلسلہ میں عربی علوم کی اشاعت و تعلیم کا انتظام کیا جا رہا ہے ۔ ہمیں امید ہے ۔ کہ جس مقصد میں ہمارے دینی مدارس ناکام رہے ہیں ۔ اس میں جامعہ عثمانیہ بہت جلد کامیابی حاصل کر سکے گی ۔ اور اسلامی علوم کی خدمت ایک ایسے بلند مطمح نظر کے ماتحت کی جائے گی ۔ جس کی وجہ سے موجودہ علماء سے زیادہ وسیع اور اعلےٰ علمی نصب العین رکھنے والے علوم وفنون کے ماہر پیدا ہو سکیں ؂

فروق تقلید و ترقی

اکسفورڈ یونیورسٹی کا سکرٹری اپنی قابلیت کی وجہ سے ایک بنگالی مسلمان منتخب ہوا ہے ۔ "پاونیر" اپنی تازہ اشاعت میں لکھتا ہے ۔ کہ جہاں تک ہم کو علم ہے ۔ اس کی کوئی مثال

موجود نہیں ۔ کہ کوئی ہندوستانی اکسفورڈ یونیورسٹی یونین کے عہدہ سکریٹری شپ کے لئے منتخب ہوا ہو ۔ اس دفعہ بنگالی کے مسٹر ہمایوں کبیر کو یہ عہدہ تفویض ہوا ہے ۔ اور عام رواج کے مطابق آئندہ سال وہ صدر نشین بن جائیں گے ۔ طلباء کی دنیا میں کوئی پوزیشن اس قدر اہم اور وقیع نہیں ہے ۔ جس قدر اہم یونین کی صدر نشینی ہے ۔ اور یہ اتفاق زمانہ ہے ۔ کہ یونین کی صدارت یونیورسٹی کے ہندوستانی طالب علموں کی چھوٹی سی جماعت کے ایک فرد کے حصہ میں آئی ۔ مسٹر کبیر کی اس کامیابی پر اس کے ساتھی طلباء میں ذوق تقلید و ترقی پیدا ہو گیا ہے اور چاہتے ہیں ۔ کہ وہ بھی اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کریں ۔ یہ سب محنت و کوشش اور شوق علم کا ثمر ہے ۔ اور ہر طالب علم کو یہ خوبیاں پیدا کرنے کی سعی کرنی چاہئے ؂

انجمن حمایت اسلام کا آئندہ اجلاس

صوبہ پنجاب کی سب سے بڑی اسلامی انجمن "انجمن حمایت اسلام" لاہور کا سالانہ اجلاس اس دفعہ نہایت تزک و احتشام سے بتاریخ ۲۷ ۔ ۲۸ اور ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کو منعقد ہونے والا ہے ۔ اس اجلاس کی صدارت اعلےٰحضرت فرمانروائے بہاولپور فرمائیں گے انجمن مذکور سالہا سال سے بہترین اسلامی خدمات انجام دے رہی ہے ۔ مدارس و مکاتب اور یتیم خانوں کی وجہ سے اس انجمن کے اخراجات بہت بڑھے ہوئے ہیں ۔ اس لحاظ سے مسلمانوں کا فرض ہے ۔ کہ وہ اس کی ہر ممکن طریق سے امداد کریں ۔ اور یہ اجلاس جو اعلٰحضرت ممدوح الشان کی صدارت کی وجہ سے ایک خاص اہمیت اور خاص شان کا اجلاس ہوگا ۔ مسلمانوں کی خاص توجہ کا محتاج ہے ۔ ضرورت ہے ۔ کہ برادران اسلام اس کی رونق بڑھانے کے لئے جوق در جوق آئیں ۔ اور صدر الصدور کے شایانِ شان اُسے ایک شاندار اجلاس بنانے کی کوشش کریں ؂

دعوت لامذہبیت

دشمنان آئین و اصول ہمیشہ ایسے مواقع کی تلاش میں رہتے ہیں ۔ جو ملک میں بدنظمی و بد آئینی پیدا کرنے کا باعث ہوں ۔ وہ وطن دوستی ایسے طریقوں سے کرنا چاہتے ہیں ۔ جو دشمنی کے عین مترادف ہے ۔ چنانچہ بمبئی کا ایک کھرسنگھ تلاش امن کے لئے ملک کے سامنے عجیب و غریب خیالات پیش کرتا ہے ۔ وہ کہتا ہے ۔ کہ :۔

"ہندوستان میں وہی لوگ امن قائم رکھ سکیں گے ۔ جن کا مذہب سے کوئی تعلق نہ ہوگا ۔ اگر مذہب اچھی چیز ہوتا ۔ تو آج ہندوستان میں کوئی بُرا آدمی نظر نہ آتا ۔ ایک بات ایک مذہب میں جائز ہے ۔ دوسرے میں ناجائز جس کا مطلب یہ ہے ۔ کہ اچھائی یا برائی سے مذہب کو کوئی تعلق نہیں ۔ وغیرہ"

کھرسنگھ نے ملک سے درخواست کی ہے ۔ کہ ایک نئی سوسائٹی کی بنیاد رکھی جائے جس میں تمام ایسے لوگ ہوں جن کا کوئی مذہب نہ ہو ۔ چنانچہ آپ اس سوسائٹی کے اصول کے متعلق فرماتے ہیں ۔ کہ اسکے ممبر صرف وہی لوگ ہو سکیں گے جو ملک کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھیں ۔ خدا کی عبادت کرنے نہ کرنے کے متعلق ہر شخص کو اختیار حاصل ہو ۔ ہر شخص اپنے آپکو ہندوستانی سمجھے کسی مذہب میں کوئی حصہ نہ لے ۔ مذہب کے نام قطعی خیرات نہ دیا جائے ۔ اس کے ممبر وہ سب کچھ کھا سکتے ہیں ۔ جو صحت کیلئے مضر نہ ہو "

یہ ہیں ایک مصلح درد وطن کے خیالات عالیہ ، دیکھیں ۔ کتنے ہیں جو اس دعوت کو قبول کرتے ہیں ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

تذکرۃ الصلحاء

حضرت خواجہ حسن بصری رح

تذکرۃ الاولیاء میں مذکور ہے۔ کہ حضرت خواجہ ابتداء عمر میں موتیوں کی تجارت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مال لے کر وزیر سلطنت روما کے درِ دولت پر حاضر ہوئے۔ وزیر صاحب کہیں باہر جا رہے تھے۔ اشارہ پا کر حسن بھی گھوڑے پر سوار ہو کر ہمرکاب ہو لیے چلتے چلتے آبادی سے دُور ایک وسیع میدان میں پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ دیبائے رومی کا بنا ہوا ایک خیمہ ریشم کی ڈوریوں اور سونے کی میخوں سے کسا ہوا نصب ہے۔ اتنے میں قوی ہیکل سپاہیوں کا ایک دستہ سر سے پیر تک اسلحہ حرب سے آراستہ نمودار ہوا۔ خیمہ کے گرد طواف کیا۔ زبان سے کچھ کلمات ادا کئے۔ اور چلا گیا۔ پھر ملک کے نامی حکماء و فضلاء کا ایک گروہ قریب چار سو کی تعداد کے آیا۔ اسی طرح خیمہ کا طواف کیا۔ کچھ پڑھا اور رخصت ہو گیا۔ اس کے بعد تین سو کے قریب اس وقت کے مشہور عبّاد و زہّاد آئے۔ جن کے چہرے مجاہداتِ نفس کے نور سے چمک رہے تھے۔ اور اسی طرح خیمہ کا چکر کاٹ کر اور کچھ پڑھ کر چلے گئے۔ اب پری جمال۔ گل رخسار کنیزوں کی باری آئی۔ زر و جواہر کے زیورات سے لدی ہوئی ان کی ٹولی آئی اور گئی۔ سب سے آخر میں خود بادشاہ روم مع وزیر خیمہ میں داخل ہوئے۔ اور باہر نکل آئے۔ حسن حیرت سے یہ سارا تماشا دیکھتے رہے۔ بالآخر وزیر صاحب سے سوال کیا۔ اور جواب میں یوں گویا ہوئے۔

بادشاہ سلامت کے ایک لڑکا تھا۔ بلحاظ حسن و جمال، عالم انسانیت میں فرد۔ مردانگی میں طاق۔ علم و فن میں کامل۔ بادشاہ اس پر ہزار جان سے عاشق تھا۔ یک بیک بیمار پڑا۔ دنیا کے حکیم حاذق اکٹھے ہوئے۔ حکم قضا کے آگے کسی کی نہ چلی۔ اسی نوجوان شہزادہ کی قبر اسی خیمہ کے اندر ہے۔ آج اس کی سالانہ زیارت کا دن ہے۔ پہلے جان باز و سرفروش اہل لشکر آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ "اے شہزادے اگر محض مردانگی و شجاعت سے تیری جان بچ سکتی۔ تو ہم نمک خوار تو تیرے لئے جان لڑا دیتے۔ اور تیرے پسینہ پر اپنا خون بہا دینے کو حاضر تھے۔ پھر علماء و فضلاء کا گروہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ اے وارثِ تخت و تاج! اگر دلائل علمی تیری جان بچانے کے لئے کافی ہو سکتے۔ تو اس دنیا کی مخلوق میں تو کوئی ہم پر علمی دلائل سے غالب نہیں آ سکتا تھا۔ پھر عبّاد و زہّاد آتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ "اے بادشاہ کی آنکھوں کے تارے! اگر محض دعاؤں اور گریہ زاری سے تیرا آیا ہوا وقت ٹل سکتا۔ تو ہم سب کی جانیں تیری جانب سے کفارہ بن جانے کو موجود تھیں"۔ پھر ماہ جبین کنیزیں آتی ہیں۔ اور کہتی ہیں۔ کہ "اگر مال و جمال سے ملک الموت پر کچھ اثر پڑ سکتا۔ تو ہم سب اپنے مال و جمال سمیت تجھ پر فدا ہونے کو تیار تھے۔ غرض اسی طرح رعایا کا ہر طبقہ اور ہر گروہ آکر شہزادہ مرحوم سے

اپنی انتہائی عقیدت اور ساتھ ہی اپنی بے بسی اور بیچارگی کا اظہار کرتا ہے اور چلا جاتا ہے۔

سب سے آخر میں خود جہاں پناہ مع وزیروں اور امیروں کے آتے ہیں اور کہتے ہیں۔ "جانِ پدر! دیکھو۔ تمہارا عاشق زار باپ مع اپنے سارے خزانے اور لشکر اور حسن و جمال، علم و فضل، زہد و تقوے کے بہترین نمونوں کے ساتھ تمہارے سرہانے کھڑا ہوا ہے۔ ان میں کوئی آئی ہوئی گھڑی کو ذرا بھی ٹال سکتی۔ تو یہ سب کچھ تجھ پر نثار تھا۔ مگر وہ تو کسی کے بس کا بھی نہیں۔ ہر سال اسی طرح اس جوان مرگ شہزادہ کی برسی منائی جاتی ہے۔

حسن کے دل پر اس واقعہ کا ایسا گہرا اثر پڑا۔ کہ اسی وقت موتیوں کا کاروبار چھوڑ اپنی زندگی کو ایک دُرِ بے بہا بنانے میں مصروف ہو گئے۔ اور حسن سوداگر سے صوفیوں کے سرتاج، عارفوں کے امام حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہو گئے۔

آیاتِ دلگداز

خانہ بردوش ہوں گھر بار ہے ویراں میرا — آجکل بے سرو سامانی ہے ساماں میرا

موسمِ گل کی ہواؤں میں جنوں خیزی ہے — جب بہار آئی ہوا چاک گریباں میرا

رات دن گریۂ زاری کے سوا کام نہیں — ہو گیا ہجر میں کیا حال پریشاں میرا

آتشِ سوزِ دروں خیر منائے اپنی — ان دنوں زوروں پہ ہے دیدۂ گریاں میرا

تیرے دیدار کی اے یار تمنا ہی رہی — تو نے پورا نہ کیا ایک بھی ارماں میرا

عین آرام ہے اس حالتِ بیتابی میں — چھوڑ دو چارہ گرو! درد ہے درماں میرا

تا قیامت کبھی آباد نہ ہونے پائے
فیضؔ برباد کیا جس نے گلستاں میرا

غیر مطبوعہ — (بن الاسد) فیضؔ لدھیانوی

فاروق اعظمؓ

کی

سیاستِ قاہرہ

ملکی و مذہبی نظام کے لئے فاروق اعظمؓ نے جابجا قاضی، امیر، تحویلدار، محافظ اور مبلغ مقرر کئے۔ ڈاک، پولیس، تعلیم و تبلیغ کا خاطرخواہ بندوبست کیا۔ آبپاشی اور خلق خدا کی آسائش کے لئے جابجا کنوئیں کھدوائے۔ نیز دریائے نیل سے ایک بہت بڑی نہر نکالی۔ جس سے تجارت، زراعت اور پیداوار کو نمایاں ترقی ہوئی۔ مختلف مقامات پر تقریباً ساڑھے چار ہزار مسجدیں تعمیر کرائیں۔ اقتصادی ترقی کے لئے اپنے ممالک محروسہ سے غیر ممالک کو تجارتی تعلقات قائم کرنے کی اجازت دی۔ اور دیگر ممالک کی پیداوار پر مناسب خراج مقرر کیا۔ حفاظت ملک کے لئے واجبی ٹیکس لگایا۔ غرض ہر کام کو انتہائی غور و تدبر سے سربراہ کیا۔

عرب میں اگرچہ لکھنے پڑھنے کا رواج قدیم سے چلا آتا تھا۔ لیکن زمانہ اسلام میں یہاں تک نوبت پہنچ چکی تھی کہ صرف قبیلہ قریش میں سات آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اور حساب کتاب سے تو بالعموم لوگ بے بہرہ تھے۔ چنانچہ سنہ ۸ھ میں جب مکہ فتح ہوا۔ تو ساری فوج میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جس کو حساب کتاب میں مہارت ہو۔ اور مال غنیمت کو صحیح طور پر تقسیم کر سکے۔ مجبوراً لوگوں کو ایک چہاردہ سالہ لڑکے زیاد بن ابی سفیان کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ اور اس کی تنخواہ دو درہم یومیہ مقرر کی گئی۔

آئندہ کے لئے پورے ملک کے طول و عرض میں درسگاہیں جاری کر دی گئیں۔

حضرت عمرؓ نے پولیٹکل خطبے دئیے۔ جن میں بظاہر معمولی باتیں ہوتی تھیں۔ مگر اصل میں بہت سے پہلو نکلتے تھے۔ قوت تقریر کے ساتھ تحریر میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔

ملکی انتظام کے بعد حضرت عمرؓ نے ہر ایک ضلع میں جدا جدا عدالتیں قائم کیں۔ اور مندرجہ ذیل قاضی مقرر کئے (۱) عبداللہ بن سعود۔ (۲) شریح (۳) جمیل بن معمر (۴) ابو مریم حنفی (۵) سلمان بن ربیعہ (۶) عبدالرحمن بن ربیعہ (۷) ابو قرۃ (۸) عمران بن حصین۔

ایک فرمان میں گورنر کوفہ کو عدالت کے متعلق یہ قانونی احکام تحریر کئے :-

(۱) سب کو ایک آنکھ سے دیکھئے۔ اور بار ثبوت مدعی پر ہو (۲) مدعا علیہ اگر کوئی شہادت یا ثبوت نہ رکھتا ہو۔ تو اس سے قسم لی جائے (۳) فریقین ہر حالت میں صلح کر سکتے ہیں۔ مگر قانونی امر کے خلاف صلح نہیں ہو سکتی۔ (۴) اگر مقدمہ فیصل ہو چکا ہو۔ تو اس کی نگرانی ہو سکتی ہے۔ (۵) مقدمہ کی پیشی کی تاریخ مقرر ہونی چاہیئے۔ اگر مدعا علیہ حاضر نہ ہو۔ تو یکطرفہ فیصلہ دیا جائے۔ (۶) ہر ایک مسلمان گواہی دے سکتا ہے۔ مگر جو شخص سزا یافتہ ہو۔ یا اس کا جھوٹی گواہی دینا ثابت ہو۔ اس کی گواہی نہیں لی جاسکتی۔

آپ کو اس بات کا بے حد خیال تھا۔ کہ ہر ایک شخص جھوٹے سچے فتوے نہ دینے لگ جائے۔ اور غلط مسئلے رائج نہ ہو جائیں۔ آپ نے خاص مفتی مقرر کئے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ معاذ بن جبل عبدالرحمٰن بن عوف۔ ابی بن کعب۔ زید بن ثابت۔ ابوہریرہ۔ ابودردا رضی اللہ عنہم۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ کی خاص ایجادیں جن کی وجہ سے ملکی حالت اصلاح پذیر ہوئی۔ یہ ہیں :-

(۱) بیت المال (۲) عدالت (۳) قاضی (۴) تاریخ (۵) سزا (۶) امیر المومنین کا لقب (۷) جنگی اور ملکی دفتر۔ (۸) پولیس (۹) والنٹیر (۱۰) چھاؤنیاں (۱۱) طریق پیمائش (۱۲) مردم شماری (۱۳) جیلخانہ (۱۴) درہ کا استعمال۔ (۱۵) پرچہ نویسی (۱۶) مکتب مدارس (۱۷) معلموں کی تنخواہ۔ (۱۸) مہمان خانے (۱۹) وقف کا طریقہ۔ (۲۰) شراب پینے والے کے لئے اسی کوڑے (۲۱) مسجدوں میں وعظ کا طریقہ (۲۲) غریب عیسائیوں اور یہودیوں کے وظیفے۔ یہ تمام ایجادیں حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں رائج ہوئیں۔ تاریخ عالم کے ہزاروں ورق الٹ کر بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔

حضرت عمرؓ کی طبیعت شروع سے جوہر شناس واقع ہوئی تھی۔ یعنی جس شخص میں جو قابلیت ہوتی تھی۔ وہ اس کی تہ تک پہنچ جاتے تھے۔ آپ نے جس شخص کو جو کام دیا۔ اس کے انجام دینے کے لئے اس سے بہتر آدمی نہیں مل سکتا تھا۔ عرب میں چار شخص تھے۔ جو فن سیاست میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ امیر معاویہ عمرو بن العاص۔ مغیرہ بن شعبہ۔ زیاد بن سمیہ۔ حضرت عمرؓ نے زیاد کے سوا تینوں کو بڑے بڑے ملکی عہدے دیئے۔ یہ حضرت عمرؓ کی سیاست دانی کا اعلےٰ ثبوت ہے۔

ممالک محروسہ کی شادابی کے لئے آپ نے جو نہریں جاری کیں۔ وہ یہ ہیں :-

(۱) نہر ابی موسیٰ بصرے کو شاداب کرنے کے لئے ابوموسیٰ اشعری کے زیر اہتمام دجلہ سے ۹ میل لمبی نہر کاٹی گئی۔

(۲) نہر معقل۔ یہ نہر بھی معقل بن یسار کی نگرانی میں دجلہ سے کاٹ کر تیار کی گئی۔

(۳) نہر سعد ایرانیوں کی درخواست پر سعد بن وقاص نے سعد بن عمر کی زیر نگرانی بنائی۔

(۴) نہر امیر المومنین دریائے نیل سے ۶۹ میل تک کا چکر کھا کے بحر قلزم میں جا ملتی ہے۔

آپ اس قدر سیاست دان تھے۔ کہ ایک طرف تو فوج کی نقل وحرکت میں مصروف ہیں۔ اور دوسری طرف ملک کی اندرونی اصلاح درپیش ہے۔ غرض جب تک زندہ رہے۔ غریب مساکین مفلس لوگوں کی مدد دنیا میں رات دن ایک کر دیا۔

آپ کی شہادت کا واقعہ اسلامی تاریخوں میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ کہ فیروز نام ایک ایرانی غلام کو جو عام طور پر ابولولو کے نام سے مشہور تھا۔ مغیرہ عراق سے لایا تھا۔ مغیرہ کی غلامی میں وہ بڑھئی کا کام کرتا تھا۔ ایک دن بازار میں امیر المومنین ؓ سے ملا۔ اور کہا۔ یا امیر المومنین! آپ کا انصاف دنیا میں ضرب المثل ہے۔ آپ میرا انصاف کریں۔ کہ مغیرہ مجھ سے بہت زیادہ اجرت لیتا ہے۔ جس کو میں ادا نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا۔ تو کیا کام کرتا ہے؟ اور روزانہ کس قدر ادا کرتا ہے۔ جس کے جواب میں ابولولو نے کہا۔ حضرت میں بڑھئی لوہار اور نقاش ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ کہ ایسے ہوشیار کاریگر کے لئے دو درہم ادا کرنا کچھ زیادہ نہیں۔ یہ کہ کر آپ واپس گھر آئے۔ دوسرے دن صبح کو نماز فجر کے واسطے لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ تو ابولولو بھی کہیں سے ان میں آکر بیٹھ گیا۔ اور حضرت عمرؓ ایک رکعت نماز ادا کر چکے تھے۔ تو بدبخت ابولولو نے آپ پر حملہ کیا۔ اور تلوار سے چھ زخم لگائے۔ اور بعد ازاں بہت سے آدمیوں کو شہید کرکے آپ بھی اپنے ہاتھ سے واصل جہنم ہوا۔ حضرت عمرؓ گر پڑے۔ لوگ گھر اٹھا کر لے گئے۔ مگر آپ نے گھر جانے سے پہلے عبدالرحمٰن ؓ بن عوف کو نماز ختم کرنے کے لئے کہا۔ دریافت کے بعد جب آپ کو اپنے بیٹے عبدالرحمٰن سے معلوم ہوا۔ کہ میرا قاتل ایک ایسا شخص ہے۔ جس نے خدائے وحدہٗ لاشریک کو کبھی سجدہ نہیں کیا۔ تو کہا۔ الحمد للہ میں اس شخص کے ہاتھ سے شہید ہوا ہوں۔ جو مسلمان نہیں ہے۔

پھر جب یہ معلوم ہوا۔ کہ زخم سے جانبر ہونا مشکل ہے۔ تو لوگوں نے کہا۔ کہ آپ اپنا جانشین یا ولی عہد اتفاق کریں۔ مگر آپ نے کہا۔ جس کو آپ لوگ مناسب خیال کریں۔

الغرض جناب رسول صلعم کے دوسرے خلیفے حضرت عمرؓ نے ۶۳ سال کی عمر میں ۱۰ برس ۶ ماہ ۴ دن کی خلافت کے بعد ۳ روز بیمار رہ کر ۲۔ ذی الحجہ ۲۳ھ کو انتقال فرمایا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

اشارات

طرزِ معاشرت کوئی سیکھے رسولؐ سے
سو گالیاں سُنے تو دعائیں ہزار دے

اُمّت ہیں ہم اُسی کی ہماری دُعا ہے یہ
اللہ ہم کو حوصلہ وسعتِ انکسار دے

خودداری کا ایک سبق

(از مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری)

ایک کتے نے کہا یہ شیر سے ، ہے بات کیا؟ ہے مسلم سارے جنگل پر جو سرداری تری
جانور جتنے ہیں تجھ کو مانتے ہیں بادشاہ جانتے ہیں گرچہ وہ ـ فطرت ہے خونخواری تری
آدمی بھی کرتے ہیں عزت تری ہر اک طرح گو کہ ہے مشہورِ عالم مردم آزاری تری
ہے نشاں پر تیری صورت تیغ پہ تیرا ہے نقش اسلحہ داری تری ہے اور علمداری تری
تو کسی کے بھی نہیں دنیا میں کام آتا کبھی کس لئے کرتے ہیں پھر سب نازبرداری تری
جانور جنگل کے تجھ کو دیکھ کر جاتے ہیں بھاگ کس قدر دہشت ہر اک کے دل پہ ہے طاری تری
تیرے ناخن میں وہ سمیت ہے بچ سکتا نہیں گر کسی پر چوٹ لگ جائے ذرا کاری تری
ہمدردی کی تجھ میں خو نہیں ہے نام کو بلکہ ہے مشہور دنیا میں ستمگاری تری

دیکھتے ہیں جب ترے اس ظالمانہ کام کو
لوگ پھر عزت سے کیوں لیتے ہیں تیرے نام کو

برخلاف اس کے مجھے دیکھو کہ ہوں خدمت گذار ساری دنیا میں مسلم ہے وفاداری مری
اپنے آقا کی حفاظت رات بھر کرتا ہوں میں پاسبانی کو ہے اس کی وقف بیداری مری
حکم پر میں اس کے ہر اک شے کا کرتا ہوں شکار کام آتی ہے نہایت تیز رفتاری مری
وہ کہیں جاتا ہے تو رکھتا ہے مجھ کو ساتھ ساتھ کٹتی ہے خدمت میں اس کی عمر ہی ساری مری
جب کبھی جھڑکا تو بھاگا جب بلایا آگیا دیکھئے فرماں پذیری حکم برداری مری
پھر بھی ہے بدنام عالم میں ہر اک سو میرا نام ہر گلی کوچہ میں ہوتی ہے سدا خواری مری
مارتا ہے کوئی پتھر کوئی ڈنڈے سے مجھے ایک بھی سنتا نہیں ہے گریہ وزاری مری
شیر نے سنکر دیا یہ مختصر اس کو جواب میری عزت کا سبب ہے خاص خودداری مری

غیر کے ٹکڑے پہ رہتی ہے تری ہر دم نظر
اس لئے دنیا میں ہے تو خوار و رسوا دربدر

تاریخ مدنیت اسلام کا ایک زریں ورق

بغداد کی عظمت و تہذیب کا افسانہ آج کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ لیکن بمقتضائے ؎
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را
ایک عربی مضمون کا ترجمہ تھوڑے سے لفظی تصرف کے ساتھ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ تاکہ اس دور اختلاف و انتشار میں ہمیں اپنے اسلاف کے اتحادی کارناموں سے کوئی سبق حاصل ہو سکے (مترجم)

"بغداد" کا تاریخ اسلام میں جو بلند پایہ ہے۔ وہ محتاج تشریح نہیں ہے۔ اس کے مرتبہ عالی کو آج تک کوئی دوسرا شہر نہیں پہنچ سکا ہے۔ یہ قدیم شہر تمدن عرب کے نشو و نما کے ساتھ نشو و نما پاتا گیا۔ اور آخرالامر اس نے ایک ممتاز درجہ حاصل کر لیا۔

اس کا زمانہ سب سے بڑی عربی سلطنت یعنی دولت عباسیہ کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ بنی عباس نے اس شہر میں کثرت تمول۔ مظاہر عظمت۔ شاہانہ ملک اور سطوت سلطنت کو ایسے درجہ تک پہنچا دیا تھا۔ جس سے زیادہ قیاس میں نہیں آسکتا۔ بنی عباس کے جواں سال اقبال کے ساتھ اس کا تمدن ترقی کرتا گیا۔ اور آخر کار ان کا زوال اس کے لئے پیغام ہلاکت ثابت ہوا۔ اس شہر نے بنی عباس کی تاریخ مجد و حضارت میں ایک طویل عمر پائی۔ یہاں تک کہ اس کی تہذیب و تمدن پر آثار پیری نمایاں ہو گئے۔

تمدن عرب میں دو زمانے بہترین شمار کئے جاتے ہیں:۔

(۱) بغداد میں عباسیوں کا زمانہ اور

(۲) قرطبہ میں امویین کا عہد۔

لیکن بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے۔ کہ بغداد کو اپنی اولیت و عظمت کی بنا پر نمایاں فوقیت حاصل ہے کیونکہ اس کا زمانہ قرطبہ سے پہلے اور ایک زریں دور ہے۔ جہاں سے آفتاب علم نے طلوع ہو کر اپنی منظم کرنوں سے تمام عالم کو یکسر نور بنا دیا تھا۔

خلفائے راشدین کے پایہ تخت "مدینہ" کا قائم مقام بنی امیہ کا دارالسلطنت "دمشق" ہوا۔ اور دمشق کی جانشینی کا فرض بنی عباس کے دارالخلافہ "بغداد" نے ادا کیا۔ اس لحاظ سے یہ اسلام کا تیسرا دارالسلطنت ہے۔ لیکن اس کا زمانہ پہلے دوروں سے کئی طرح ممتاز ہے:

(۱) اس دور میں فتوحات عرب نے انتہائی وسعت حاصل کر لی۔

(۲) اس زمانہ میں عرب علوم و فنون کی جانب غیر معمولی طور پر متوجہ ہو گئے۔ اور عرفان و حکمت کے حصول کے لئے ہمہ تن منہمک و مصروف ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بغداد میں صنائع و فنون کے دریا بہنے لگے۔ تشنگان علم و ادب کو "لبیک" کہا گیا۔ اور حکمت و فلسفہ کے قالب مردہ میں از سر نو زندگی کی رو دوڑ گئی۔"

بنیاد تعمیر

بغداد کا سنگ بنیاد بانی دولت عباسیہ ابوجعفر منصور نے رکھا۔ اس کا محل وقوع قدیم مشہور شہر "بابل" کے کھنڈرات کے قریب ہے۔ گویا صانع قدرت نے ارادہ کیا۔ کہ اس سرزمین کو اس کی گذشتہ سیادت و عظمت سے ایک مرتبہ پھر بلطف آشنا کر دے۔ چنانچہ اس زمانہ میں تمام دنیا کے نصف حصے سے زیادہ اس کے زیر نگیں تھا۔ منصور نے بغداد کے لئے اس موقع کا اس لئے انتخاب کیا۔ کہ وہ ایک تجارتی مرکز بننے کی بہترین صلاحیت رکھتا تھا۔ کیونکہ اواسط ایلا۔ اسوانہ۔ فارس۔ عمان۔ یمامہ اور بحرین سے جو اسباب تجارت براہ دجلہ آتا تھا۔ اس کی یہی گذرگاہ تھی۔ دوسری طرف موصل، آذربائیجان اور آرمینیا سے جو سامان کشتیوں میں لاد کر دجلہ سے لایا جاتا۔ یا رقہ۔ شام۔ ممالک سرحدی۔ مصر اور مغرب سے جو مال کشتیوں میں بار کیا جاتا۔ اس سب کا تجارتی مرکز صرف بغداد ہی ہو سکتا تھا۔

بنی عباس کا یہ مہتمم بالشان دارالسلطنت، ہارون رشید اور اس کے بعد مامون رشید کے زمانہ میں جو علم و اہل علم کے عروج کا زمانہ تھا۔ تہذیب و تمدن کے مدارج کمال تک پہنچ گیا۔ یہ وہ وقت ہے۔ کہ برامکہ وغیرہ کی بدولت علوم و فنون اور دولت و ثروت اطراف عالم سے بغداد پر ٹوٹ پڑی تھی۔ خزائن ان اموال سے جو جمیع ممالک سے یہاں لائے جاتے تھے۔ بھر گئے تھے۔ اس کے حکم کے سامنے ایشیا و افریقہ نے سر اطاعت خم کر دیا تھا۔ اور سیادت عالم اس کے لئے مسلم ہو گئی تھی۔ ان دونوں خلفاء نے "مدینۃ السلام"[۵] کو جو مرکز اسلام اور عاصمہ دینیہ تھا۔ مرکز علم و حکمت بنا دیا۔ اور اسے بلاد سیاسیہ میں ایک عظیم الشان مرتبہ عطا کر دیا تھا۔ کیونکہ "اسلام" دنیا کے تمدن کا رکن اعظم سمجھا جاتا تھا۔

دارالخلافہ نہ صرف خلفاء و علماء کا مرکز بلکہ معارف مشرقی کا بھی تنہا سرمایہ دار تھا۔ وہ مشرق کا تنہا دارالعلوم تھا۔ جہاں سے ہر سال بڑے بڑے عالم۔ فلسفی اور ادیب، فارغ التحصیل ہو کر اکناف عالم میں منتشر ہوتے تھے۔

---

[۵] مدینۃ السلام بغداد کا ایک نام ہے۔ یاقوت نے معجم میں نقل کیا ہے۔ کہ اس کا نام مدینۃ السلام اس لئے رکھا گیا کہ سلام خدا کا نام ہے۔ گویا اس سے مراد ہے مدینۃ اللہ۔ یا چونکہ دجلہ کو "وادی السلام" کہتے تھے۔ اس لئے اس کی مناسبت سے اس کا نام "مدینۃ السلام" ہو گیا۔

رونق خلافت ۔ مرکز قوت ۔ شرف علم استحکام فنون ۔ مجد صناعت ۔ اور عزت تجارت کا ایک نادر مجموعہ تھا ۔ اس کے وسیع تجارتی تعلقات ہند ۔ چین اور یورپ سے براہ راست وابستہ تھے ؛

بنی عباس کے زمانہ عروج میں بغداد ایک بہترین صنعتی شہر تھا ۔ یہاں آئینہ سازی کے متعدد کارخانے تھے ۔ جن میں حسین و مرصع شیشہ آلات تیار کئے جاتے تھے ۔ پارچہ بافی کے بہت سے "مِل" تھے ۔ جہاں سوتی ریشمی اونی ۔ بہترین و نفیس ترین کپڑا بنایا جاتا تھا ۔ جس کے سامنے کشمیر کی صناعی گرد تھی ۔ وہاں عرب نہایت قیمتی اور بہت پر تکلف قالین بناتے تھے ۔ جن میں نازک نقش و نگار اور خوبصورت تصاویر منقش ہوتی تھی ؛

بہترین شہر

بنی عباس اپنے دور الخلافہ کے اعتبار سے اس زمانہ کی تمام متمدن اقوام پر سبقت لے گئے تھے ۔ وہاں آسائش خوش باشی کے تمام لوازم مہیا تھے ۔ کیونکہ دولت عباسیہ تمول ۔ فارغ البالی اور وسعت اسباب ۔ تعیش میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی تھی ۔ جس طرح بغداد سے تاج بلاد اور کعبہ سے عین بنا ہوا تھا ۔ اسی طرح بنی عباس اپنے معاصرین اور ان کے بعد آنے والی اقوام کے لئے دلیل راہ تھے ۔ اس زمانہ میں بغداد ایک عروس نو بن رہا تھا ۔ جو شادابی و تمول کے گراں قدر خلعتوں میں ملبوس تھا ۔

وہاں اس زمانہ میں ہزاروں کروڑ پتی تھے ۔ جن کے منجملہ جصاص بھی تھے ۔ یہ قیمتی جواہرات کی تجارت کرتے تھے اور ان کو مسٹر فورڈ یا نظام دکن کی طرح تمول میں بین الاقوامی شہرت حاصل تھی ۔ جب ان کے پاس ابن معتز نے پناہ لی ۔ اور خلیفہ المقتدر باللہ نے ان کی املاک ضبط کرنے کا حکم دیا تو جو زر نقد داخل خزانہ شاہی ہوا ۔ مورخین اس کی تعداد ۰۰۰۰۰۰۰ ۱۶ دینار (پونڈ) بتاتے ہیں ؛

ان حالات کو دیکھتے ہوئے بغداد کو "جنت مشرق" ۔ یا "عروس بلاد مشرق" کہا جانا کوئی تعجب خیز اور شاعرانہ مبالغہ نہ تھا ۔ مختصر یہ کہ بغداد ایک عظیم الشان حیرت انگیز دائرہ تھا ۔ جو ترقی یافتہ تمدن کے مختلف مناظر اور سامی تہذیب کے بہترین نظم و نسق پر مشتمل تھا ۔ اس کی حضارت کا شہرہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکا تھا ۔ اور خاص و عام کو اپنی جانب متوجہ کر چکا تھا ۔ یہاں تک کہ اس کے متعلق ضرب الامثال مشہور تھیں ۔ ثعالبی نے لکھا ہے ۔ کہ پانچویں صدی ہجری میں جو ثعالبی کا زمانہ ہے ۔ ایک عام مقولہ زبان زد خاص و عام تھا ۔ الدنیا هی البصرة ولا مثلك یا بغداد !! یعنی اگرچہ دنیوی اعتبار سے بصرہ بہترین جگہ ہے ۔ لیکن اے بغداد ! تیرا تو جواب ہی نہیں ہے ؛

بغداد کی طرف اس قسم کے اور بھی اقوال منسوب تھے ۔ مثلاً جب یہ کہنا ہوتا ۔ کہ فلاں شخص "متمدن" ہے تو کہتے ۔ کہ "تبغدد" یعنی وہ بغداد میں رہا ہوا ہے ۔ اس نے بغدادیوں کی خو بو اختیار کر لی ہے ۔ اور ان کے مشابہ ہو گیا ہے ؛

بعینہ جس طرح آجکل جو شخص لندن یا پیرس میں رہ آئے۔ اور مغربی رنگ میں رنگا جائے۔ تو اُسے مہذب و متمدن کہا جاتا ہے"

آج بھی عوام الناس کی زبان میں تمدن بغداد کے یہ آثار باقی ہیں۔ انہوں نے اپنی زبان میں یہ لغت محفوظ رکھا ہے۔ جسے "بغداد" سے اس کی تہذیب و تمدن کے اعتبار سے مشتق کیا تھا۔ گویا سکوت بغداد تمدن کے مترادف ہے۔ جو شخص متمدن لوگوں کی وضع قطع اختیار کرلیتا ہے۔ اس کے متعلق کہتے ہیں "متبغدد" یعنی فلاں شخص نخوت پسندی و خودداری اور نزاکت و نفاست میں جو متمدن اقوام کے اخلاق مخصوصہ ہیں۔ اہل بغداد کا مقلد ہے؛

بغداد کے تمدن اور علوم و فنون کی سرپرستی کی ایک مثال یہ ہے۔ کہ چوبی تعمیر کے ایک خاص طریقے کو آجتک "بغدادلی" یا "الخشب البغدادلی" کہتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ چوبی تختوں سے بلند عمارات بنائے گا۔ یہ عجیب و حسین طریقہ اہل بغداد کی ایجاد ہے۔ اور انہوں نے اسے اپنے شہر میں بکثرت استعمال کیا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے نام کے ساتھ مشہور ہوگیا۔ اس لفظ کو بغداد سے اول اول ترکوں نے اخذ کیا۔ جیسا کہ اس کی ترکی ساخت سے پتہ چلتا ہے پھر ترکی کے توسط سے اسی شکل پر دوسری زبانوں میں منتقل ہوگیا۔ تمدن بغداد کی شہرت اور اس کا انتشار اس حد تک پہنچ گیا تھا۔ کہ اکثر دور و دراز ممالک نے اس کے مخصوص طرز تعلیم کو اختیار کرکے اسے اب تک محفوظ رکھا ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے۔ کہ اہل ہند اردو میں جو ہندوستان کی مشترکہ زبان ہے۔ حروف ہجا کی ترتیب میں اہل مصر کے خلاف ہٹے ہوز کو واؤ کے بعد لکھتے ہیں۔ اور اسے "قاعدہ بغدادی" سے موسوم کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے یہ طریقہ تعلیم بغداد کے قدیم مدرسہ "نظامیہ" سے اخذ کیا تھا؛

بغداد کے آثار تمدن اور اس کی صنعت کے حسن و استحکام کا ایک نمونہ وہاں کے "عتابیہ" ریشمی و سوتی کپڑے ہیں۔ جو دراصل اس نام کے ایک قبیلہ کی جانب منسوب ہیں۔ ابن جبیر نے اپنی کتاب موسومہ 'رحلات' میں اس کا تذکرہ کیا ہے:-

"بغداد کے محلوں میں ایک محلہ "عتابیہ" ہے۔ جہاں "عتابیہ" کپڑے بنے جاتے ہیں۔ جو ریشمی اور سوتی اور مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں؛"

یہ نام اسپین ہوتا ہوا یورپ پہنچا۔ جہاں کی زبانوں میں وہ آجتک محفوظ ہے۔ اور رنگین ریشمی کپڑوں کے لئے بولا جاتا ہے

زوال و تباہی

بغداد کی یہی حالت قائم رہی۔ یہاں تک کہ زمانہ کے بیرحم اور مضبوط ہاتھ نے اپنی رسم قدیم کے مطابق اس کو نذر حوادث کردیا۔

اب اس کے تمدن و تمول کے صرف افسانے باقی ہیں۔ اور اس کے نشانات حرف غلط کی طرح محو ہو چکے ہیں۔ صرف اس کے نام کی شہرت ابھی تک اسی آب و تاب کے ساتھ قائم ہے جیسی کہ اس کے زمانہ شباب میں تھی۔ ورنہ اس کے

برباد و ویران کھنڈرات پر ابوتمام کا یہ قول صادق آتا ہے۔ ع

لا انت انت ولا الدیار دیار:۔ نہ تم پہلے کی طرح نہ دیار پہلے کی طرح رہے؛

بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابوتمام مآل کار سے پہلے ہی واقف تھا۔ جبھی تو اس نے زوال بغداد سے مدتوں پہلے کہا ہے سے

لقد اقام علی بغداد ناعیھا ۔۔۔ فلیبکھا لخراب الدھر باکیھا

بغداد پر اس کو خبر موت دینے والا ٹھیرا ۔۔۔ اس لئے زمانہ کی تباہ کاریوں سے اس پر رونیوالی عورتوں کو رونا چاہئے

کانت علی مائھا والحرب موقدۃ ۔۔۔ والنار تطفاء حسناً فی نواحیھا

اسکی وہی رونق تھی ایسی حالتمیں کہ آتش جنگ بھڑک رہی تھی ۔۔۔ اور آگ اس کی نواح کے حسن کو برباد کر رہی تھی

ترجی لھا عودۃ فی الدھر صالحۃ ۔۔۔ فالآن اخمس منھا الیاس راجیھا

اس کے لئے ایک خوشگوار انقلاب کی امید کیجاتی تھی ۔۔۔ لیکن اب اس کے آرزو مند مایوس ہو چلے ہیں۔

مثل العجوز التی والت شبیبتھا ۔۔۔ وبان عنھا جمال کان یحظیھا

اس بڑھیا کی طرح جس کا شباب افسردہ ہو چکا تھا ۔۔۔ اور اس کا محبوب حسن زائل ہو چکا ہو

زوال بغداد پر تمام دنیا نے رنج و افسوس کے آنسو بہائے۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے سے

بکیت وما علی بغداد لما ۔۔۔ فقدت نضارۃ العیش الانیق

جب میں نے شاداب زندگی کی تازگی کھو دی۔ تو میں بغداد پر خون کے آنسو رویا

تبدلنا ھموماً من سرور ۔۔۔ ومن سعۃ تبدلنا بضیق

ہماری مسرت غم سے اور ہماری فارغ البالی تنگدستی سے تبدیل ہوگئی

اصابتنا من الحساد عین ۔۔۔ فافنت اھلھا بالمنجنیق

ہمیں حاسدوں کی نظر لگ گئی۔ اور اہل بغداد منجنیقوں سے تباہ کر دیئے گئے۔

وقوم احرقوا بالنار قسراً ۔۔۔ ونائحۃ تنوح علی غریق

بہت سے لوگ جبراً جلا دیئے گئے۔ اور اکثر نوحہ خواں خواتین غرق شدہ لوگوں پر نوحہ گر ہیں

منظور سروش (مولوی فاضل بھوپالی)

تازیانہ عبرت

کہ رہے ہیں غیر یہ سچ ہے کہ بے وہم و گماں — عزت اسلام باقی ہے جہاں میں اب کہاں

آپ دیکھینگے جہاں پر قوم ہوگی یہ ذلیل — روم ہو یا شام ہو ایران ہو یا ہندوستاں

مفلسی کی گرم بازاری ہے ناداری کا زور — پہلی سی شوکت کہاں عزت کہاں حشمت کہاں

تھے ازل سے جو جفاکش جنگجو شمشیر زن — خوگر عشرت ہیں پہلی سی کہاں ہیں گرمیاں

اہل دنیا کو سکھائے جتنے تھے تہذیب و فن — خود ہیں بے بہرہ ذلیل و خوار ہیں بے خانماں

گونجتے تھے جنکے نعروں سے کبھی دشت و جبل — قعر ذلت میں پڑے ہیں لب پہ ہے اب ہوں نہ ہاں

لٹ گیا ناموس تو بھی خود پڑے خاموش ہیں — محو خواب خود فراموشی میں گویا بے گماں

فرقہ آرائی ہے آپس میں بھی ہے جنگ و جدل — اختلاف و حسد کینے کا ہے اک سکہ رواں

کچھ ہیں پابند مراسم کاہل و جاہل ہیں کچھ — خوار ہیں ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں پیر و جواں

عالموں میں جنگ ہے اور مفتیوں میں مکر و زور — اغنیا ہیں عیش و عشرت سے بلا شک و گماں

جو بھی نادہ ہیں پابند مراسم ہیں وہ سب — ہیں شعار ملت بیضا سے وہ کوسوں رواں

ہیں فرزین قوم کے جو نوجواں تعلیم سے — وہ مٹے تہذیب مغرب سے ہوئے ہیں سرگراں

الغرض مفتی ہو عالم ہو کہ مفلس یا غنی — سب کے سب مدہوش ہیں غفلت میں بے شک گماں

ہیں عقائد کے یہ کچے شرع سے وہ بے خبر — کفر و بد دینی کی ان پر چل رہی ہیں آندھیاں

کون ہے جو شائبہ شرک سے عاری نہیں — کون ہے جس پر نہیں ہے حرص کی بند گراں

آستانوں کی زیارت کے لئے وہ ستدہ و مد — مسجدیں خالی پڑی ہیں بے چراغ و بے اذاں

نام لیتے ہیں ارسطو کا نہایت ادب سے — بوعلی و رومی و طوسی کے ہیں واقف کہاں

ڈاروِن او ہکسلے کی کتب پر تو ہے عبور — پر کتاب پاک سے بے بہرہ ہیں یہ نکتہ داں

آج ہے ہر بات میں تقلید یورپ کا اثر — آج ہے ہر رنگ میں مغرب کی بس رنگت عیاں

ہے شریعت کو دیں تک باران اجلاس میں
کہ جہاں تک عقل مغرب مان لے با غرو شاں

ابو مُسلم خُراسانی

گذشتہ پیوستہ

(۳)

ابوالعباس سفاح۔ بنی عباس کا سب سے پہلا خلیفہ تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔ اس نے ابومسلم کی عزت و حرمت میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ اُسے نہایت بلند مرتبہ پر پہنچایا۔ سفاح اُسے اپنا زبردست معاون اور پُرخلوص مددگار سمجھتا تھا اس کے کارناموں اور احسانات کا ہمیشہ مسرت اور شکرگذاری کے ساتھ تذکرہ کیا کرتا تھا۔ قیامِ دولت کے متعلق اس کی جد و جہد اور گرانقدر خدمات کا کھلے دل سے معترف تھا۔ خود ابومسلم بھی اپنی اہمیت سے ناواقف نہ تھا۔ اس کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے۔ کہ محض اسی کی جان توڑ کوششیں اور پرخلوص کاوشیں اس غیرمعمولی اور عظیم الشان انقلاب کا سبب ہیں۔

سفاح کے بعد منصور اورنگ نشین خلافت ہوا۔ منصور پہلے دن سے ہی تمدتاً ابومسلم کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا۔ جس کی ایک ظاہری وجہ تو یہ تھی۔ کہ اس نے سفاح کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور منصور کی جانب جو وہیں موجود تھا ملتفت نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں غیرارادی طور پر منصور ابومسلم سے ایک قسم کی نفرت کا احساس کرتا تھا۔ اور اس کے اعمال و افعال میں خلوص و دیانت کا عنصر اسے مفقود نظر آتا تھا۔ چنانچہ منصور نے ایک دو مرتبہ سفاح کو مشورہ بھی دیا۔ کہ وہ ابومسلم کو ختم کردے۔ لیکن سفاح اس پر آمادہ نہیں ہوا۔ اور اس نے ہر موقع پر سختی سے اس ارتکاب قتل سے انکار ہی کیا۔

جب منصور خود خلیفہ ہوا۔ تو اس نے اپنے چچا عبداللہ ابن علی کے مقابلہ کے بہانے جنہوں نے شام میں بغاوت کی تھی۔ ابومسلم کو ادھر ٹال دیا۔ ابومسلم گیا۔ اور اس نے عبداللہ ابن علی کے ساتھ جنگ شروع کردی۔ بالآخر ابومسلم کامیاب ہوا۔ اور عبداللہ کے لشکر کا تمام مال و اسباب اس کے قبضہ میں آگیا۔ عبداللہ ابن علی شکست کھا کر بصرہ کی طرف پسپا ہوگئے۔ منصور کو جب اس کی اطلاع ہوئی۔ تو اس نے اپنا ایک خاص آدمی ابومسلم کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا۔ کہ تمام مالِ غنیمت جو اس معرکہ میں حاصل ہوا ہے۔ تا حکمِ ثانی محفوظ کر دیا جائے۔ ابومسلم کو یہ بات ناگوار گذری۔ اور اس نے کہا۔ کہ خوب! میں خون پر تو امین ہوا۔ مال پر خائن ہوں۔ اور اسی سلسلہ میں منصور کے متعلق کچھ سخت سست کہا۔ اور گالیاں دیں۔ منصور کو بھی یہ بہت گذرا۔ ابومسلم کہنے کو تو کہہ گیا۔ لیکن بعد میں جب اس نے غور کیا۔ تو اسے اپنی خیریت نظر نہیں آئی۔ آخر اس نے قصد کیا۔ کہ منصور کی خدمت میں حاضر نہ ہو۔ اور خراسان کی جانب چلا جائے۔ منصور کو جب اس ارادہ کی اطلاع ہوئی۔ تو اسے سخت تشویش ہوئی۔ اُسے اچھی طرح احساس تھا۔ کہ

اگر ابومسلم مخالفانہ خیالات کے ساتھ خراسان پہنچ گیا۔ تو معاملہ خطرناک اہمیت اختیار کر لے گا۔ اور تمام ملک میں فتنہ و فساد کے شعلے بھڑک اٹھیں گے"

چنانچہ منصور نے ابومسلم کو لکھا۔ کہ وہ جلد دارالخلافہ میں حاضر ہو جائے۔ ابومسلم نے جواب دیا۔ کہ میں فی الحال خراسان کی جانب جا رہا ہوں۔ اگر حضور میری جانب سے اپنی طبیعت کی کدورت اور بدگمانی کو دور فرماویں۔ تو بہر صورت مطیع اور سلطنت کا خیر خواہ ہوں۔ اور جو حکم ہوگا۔ اس کی تعمیل کرنے کے لئے بسر و چشم حاضر ہوں۔ بصورت دیگر اگر حالات ایسے ہی دگرگوں رہے۔ تو مجھے اپنے متعلق غور کرنے اور اپنی حفاظت کی تدبیر سوچنے کا حق حاصل ہے۔

منصور اس جواب سے اور بھی خوف زدہ ہوا۔ اور اس نے ابومسلم کو پھر ایک خط لکھا۔ جس میں اس کی بڑی دلجوئی کی تھی۔ اور اس نے بنی عباس پر جو احسانات کئے تھے۔ ان کا تذکرہ کرکے لکھا تھا۔ کہ میری جانب سے جو تمہیں بدسلوکی اور مضرت رسانی کے بے بنیاد اور فاسد خیالات پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ بالکل غیر معقول اور سراسر خلاف واقعہ ہیں۔ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ سلوک و احسان ہی کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اور تمہاری ملاقات کا نہایت اشتیاق ہے"

بنی ہاشم کے دوسرے معزز امراء سے بھی منصور نے ابومسلم کو خطوط لکھوائے۔ جن میں انہوں نے ابومسلم کو ملامت کی۔ کہ تم نے امیر المومنین کی جانب سے ایسے غیر معقول خیالات کیوں قائم کر لئے ؟ ہم سب تمہارے طرفدار اور احسان مند ہیں۔ تم کو فوراً بارگاہ خلافت میں حاضر ہو جانا چاہئیے"

یہ تمام خطوط ایک ہوشیار، محتاط، اور معتبر قاصد کے حوالہ کئے گئے۔ اور اسے زبانی بھی سمجھا دیا گیا۔ کہ ابومسلم سے بہت نرم اور مصالحانہ گفتگو کرے۔ اور جس طرح بھی ممکن ہو۔ اُسے بارگاہ خلافت میں حاضر ہونے کے لئے مجبور کرے۔ چنانچہ قاصد ان تمام ہدایات کو اچھی طرح سمجھ کر اور ذہن نشین کرکے ابومسلم کے پاس روانہ ہو گیا۔ اور وہاں پہنچ کر منصور کے خط دوسرے اصحاب کے خطوط کے ساتھ اُسے پہنچا دیئے۔ ابومسلم نے خطوط پڑھے۔ اور انہیں پڑھ کر اپنے نہایت معتمد دوست مالک ابن ہیثم سے اس کے متعلق مشورہ کیا۔ مالک نے کہا۔ کہ منصور کے پاس ہرگز نہ جانا ورنہ اگر تم وہاں گئے۔ تو یقیناً قتل کر دیگا۔ مناسب یہ ہے۔ کہ تم اسی طرح آگے بڑھتے رہو۔ اور رے میں پہنچ کر [illegible] حالات کا مطالعہ کرو۔ اور دیکھو کہ معاملہ کیا نوعیت اختیار کرتا ہے۔ اگر تمہارے خلاف [illegible] خراسان بہر صورت تمہاری پشت پناہی کرے گا۔

[illegible] اس رائے سے اتفاق کیا۔ اور مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ اسی رائے پر عمل کرے گا۔ چنانچہ اس نے ایلچی سے [illegible] امیر المومنین سے عرض کر دو۔ کہ میں فی الوقت دارالخلافہ میں حاضر ہونے سے معذور ہوں"

اور میرا جلد خراسان پہنچنا نہایت ضروری ہے ؛

ایلچی نے کہا۔ کہ ابومسلم! تو آل محمد کا امین ہے۔ اور سب تجھ پر کامل اعتماد کرتے ہیں۔ اب تو اس اختلاف و انتشار کا باعث بن کر خود بھی گنہ گار ہوتا ہے۔ اور دوسروں کو بھی معصیت میں مبتلا کرتا ہے۔ بہتر یہ ہے۔ کہ تو امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر جو غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ انہیں رفع کر دے۔ اور بالفرض اگر تجھ سے کوئی فروگذاشت ہو گئی ہے۔ تو اس کے متعلق معذرت ممکن ہے۔ مجھے پورا پورا یقین ہے۔ کہ امیرالمومنین تجھ سے نہایت مہربانی کا برتاؤ کریں گے ؛

ابومسلم نے جواب دیا۔ کہ اس کے متعلق زیادہ گفتگو عبث ہے۔ میں نے جو فیصلہ کر لیا ہے۔ وہ ناقابل تغیر ہے ؛

قاصد نے کہا۔ خوب! جب بنی عباس نے کہ ہم لوگوں کے پاس آیا تھا۔ تو تو نے ہم سے کہا تھا۔ کہ "اس کو مانو۔ جو اس کی مخالفت کرے گا۔ اس کی سزا صرف موت ہو سکتی ہے۔ تو نے ہمارے ساتھ مل کر آل عباس کی مدد کی۔ اور ان کے دشمنوں کی حکومت برباد کر کے ان کی سلطنت قائم کی۔ اب جبکہ ہم ان کے معاون و مددگار ہو گئے۔ تو ہمیں کیونکر چھوڑ سکتا۔ اور ان کی حکومت سے کس طرح انکار کر سکتا ہے ؛

ابومسلم نے جواب دیا۔ یہ سب بجا ہے۔ تاہم میں خراسان ہی جانا چاہتا ہوں۔ اور امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہونے سے مجبور ہوں ؛

قاصد نے پھر کہا۔ کہ اگر تو نے منصور کے حکم کی تعمیل نہ کی۔ تو وہ بہ نفس نفیس تیرے مقابلہ کے لئے فوجیں لے کر آ موجود ہو گا۔ اس کے برخلاف اگر تو نے حکم کی تعمیل میں تساہل نہ کیا۔ اور فوراً بارگاہ خلافت میں حاضر ہو گیا۔ تو میں امیرالمومنین کی جانب سے ضامن ہوں۔ کہ تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا ؛

مختصر یہ کہ بڑی بحث و تمحیص اور قیل و قال کے بعد ابومسلم کو اس پر آمادہ ہی کر لیا۔ کہ وہ اپنے فیصلہ پر مزید غور کرے۔ اور آخرالامر اسے مجبور ہو کر اپنا ارادہ فسخ کرنا پڑا۔ چنانچہ خلیفہ کے روبرو حاضر ہونے پر رضامند ہو گیا۔ ایلچی کو تو وہیں سے رخصت کر دیا۔ کہ وہ جا کر خلیفہ کو یہ خبر پہنچا دے۔ اور اس کے بعد اپنا لشکر چند معتمد اشخاص کے سپرد کیا۔ اور انہیں سمجھا دیا۔ کہ میرا جو خط آئے۔ اگر اس پر نصف مہر لگی ہو۔ تو اسے میری جانب سے باور کرنا۔ اور اگر پوری مہر ہو۔ تو سمجھنا کہ خط جعلی ہے۔ علاوہ ازیں اور ضروری ہدایات دے کر خود خلیفہ سے ملاقات کے لئے دارالسلطنت کی جانب روانہ ہو گیا۔

(باقی)

خط و کتابت کے لئے نمبر خریداری کا حوالہ دیا جانا ضروری ہے ؛

معصوم قیدی

(پیوستہ بگذشتہ)

چوتھا باب

بعد مدت کے ملا ہم کو وہ دھوکا دے کر
یاد جب اس ستم ایجاد کی صورت نہ رہی

جمشید کے ساتھیوں نے راشد کو بتایا۔ کہ وہ ایک قتل کے معاملہ میں اپنے تھیلہ سے خون آلودہ چاقو برآمد ہونے پر گرفتار کیا گیا تھا۔ اور کوڑوں کی سزا بھگتنے کے بعد جلاوطن کرکے اس جیلخانہ میں بھیجدیا گیا ہے۔ راشد نے یہ سُنکر جمشید کی طرف دیکھا۔ اور اپنے زانوؤں پر دونوں ہاتھ زور سے مار کر کہنے لگا۔ '' یہ تو بڑی حیرانی کی بات ہے! بڈھے بابا! تم اتنی جلدی اس قدر بوڑھے کیوں ہو گئے ہو؟ ''

جمشید اپنی زبان سے کچھ نہ بولا۔ لیکن دوسرے تمام قیدی حیران تھے۔ کہ یہ نووارد انسان باباجی کا کیسے واقف ہے۔ آخر ان میں سے ایک نے دریافت کیا۔

'' تم بڈھے بابا کو کب سے جانتے ہو؟ اور تم نے اس سے پہلے ان کو کہاں دیکھا تھا؟ '' اس سوال پر راشد خاموش ہو گیا۔ اور اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔

ادھر جمشید سرگردانی کی حالت میں بیٹھا سوچ رہا تھا۔ کہ یہ بوڑھا شخص اُس قاتل کو ضرور جانتا ہوگا۔ جس نے سوداگر کو سرائے میں قتل کیا ہے۔ آخرکار اس نے پوچھا:۔

راشد! تمہیں اس سوداگر کی بابت کچھ معلوم ہے جو رات کے وقت سرائے میں قتل کیا گیا تھا؟ ممکن ہے کہ تم نے اس سے پہلے بھی مجھے کہیں دیکھا ہو۔

'' ہاں! دیر ہوئی۔ کہ اس قسم کی ایک افواہ بہت گرم ہو رہی تھی '' راشد نے بات کو ٹالتے ہوئے جواب دیا۔ '' لیکن جو کچھ میں نے سُنا تھا۔ وہ اس وقت مجھے یاد نہیں ہے۔ اور میں حافظہ کی کمزوری کے باعث سب کچھ بھول گیا ہوں ''

'' تم جانتے تو ہوگے۔ کہ کس شخص نے اس سوداگر کو قتل کیا تھا؟ '' جمشید نے پھر پوچھا۔

'' یہ ضرور وہی شخص ہوگا۔ جس کے تھیلے سے خون آلودہ چاقو برآمد ہوا ہے '' راشد نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ '' بھلا اور کوئی تمہارے تھیلے میں کس طرح چاقو چھپا سکتا ہے۔ جبکہ وہ تمہارے سر کے نیچے دھرا ہوا تھا۔

بالفرض اگر کوئی ایسا کرے بھی۔ تو پھر کیا تمہاری نیند نہ اچٹ جائے گی؟"

راشد کے اس قدر انکشاف سے جمشید کا شبہ یقین کے درجہ کو پہنچ گیا۔ اس کے دل نے مان لیا۔ کہ یہی وہ ظالم ہے۔ جس نے اس غریب سوداگر کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ وہ غصہ کی حالت میں اٹھا۔ اور انہیں خیالات میں غوطے لگاتا ہوا اپنی کوٹھڑی کی جانب چلا گیا۔ اس رات اس کی روح بہت بےقرار رہی۔ اس کو مطلق نیند نہ آئی۔ اور وہ شب بھر لیٹا ہوا مختلف قسم کی قیاس آرائیاں کرتا رہا۔ اس نے عالم تصور میں اپنی بیوی کی تصویر کھینچی۔ اور اپنے ننھے ننھے عزیز بچوں کو اس کی آغوش میں لیٹے ہوئے پایا۔ پھر سوچنے لگا۔ کہ وہ کس دلی شوق کے ساتھ میلہ میں جانے کے لئے اپنے گھر سے روانہ ہوا تھا۔ اس نے اپنے بچپن کا پرکیف زمانہ یاد کیا۔ تو اس کی نمدیدہ آنکھوں سے یک بیک آنسو ڈبڈبا آئے۔ اور وہ اس گھنے درخت کی چھاؤں کا خیال کرکے زار و قطار رونے لگا۔ جس کے سایہ تلے وہ آرام سے بیٹھا ہوا اپنی ستار بجا رہا تھا۔ کہ اس کو نہ کہاں گرفتار کرکے اس مصیبت میں ڈال دیا گیا۔ ان گوناگوں مایوس کن خیالات نے جمشید کو اس قدر رنجیدہ خاطر بنایا۔ کہ وہ خودکشی کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

راشد کے خلاف اس کا غصہ اس قدر ترقی کر گیا تھا۔ کہ دن کے وقت اس کے ساتھ گفتگو کرنا تو درکنار۔ وہ اس کی طرف دیکھتا بھی نہیں کرتا تھا۔ کچھ دن اسی طرح فوت ہو گئے۔ لیکن جمشید کی بدستور وہی حالت رہی۔ اور وہ اب اسقدر مصیبت زدہ ہو گیا تھا۔ کہ اس کو ایک پل کے لئے بھی چین نہ نصیب ہوتی تھی۔

ایک رات وہ تاریکی کے اندر زندان کی چاردیواری کے اردگرد گھوم رہا تھا۔ کہ اسے ایک محراب میں سے کچھ گیلی مٹی باہر نکلتی ہوئی دکھائی دی۔ اس نے جھانک کر غور سے دیکھا۔ تو راشد ایک مہیب اور ڈراؤنی صورت بنائے رینگتا ہوا باہر نکل رہا تھا۔ جمشید نے سوچا۔ کہ وہ اس بدبخت سنگدل کی منحوس شکل دیکھے بغیر ہی پاس سے گذر جائے۔ لیکن راشد نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہنے لگا:۔

"میں زمین کے نیچے ایک بہت بڑا سوراخ کھود رہا ہوں۔ اس راستہ کے ذریعہ تم بھی اس مصیبت سے نجات حاصل کر سکو گے۔ دیکھو۔ اس پوشیدہ بات کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ ورنہ اگر یہ راز ظاہر ہو گیا۔ تو مجھے اسکا خمیازہ کھینچنے کیلئے اس قدر کوڑے کھانے پڑینگے۔ کہ میری کمزور پشت کبڑی ہو جائیگی۔ لیکن یاد رہے۔ کہ میں اپنی جان پر کھیلنے سے پہلے تمہارا کام بھی تمام کر جاؤنگا"۔

"میرا ہاتھ چھوڑ دو۔ مجھے بچکر نکلنے اور فرار ہونے کی کوئی خواہش نہیں ہے۔ اور نہ ہی تمہیں میرا کام تمام کرنے کی کوئی ضرورت ہے۔ تم نے تو عرصہ ہوا۔ کہ میری زندگی کو برباد کرکے مجھے نامراد بنا رکھا ہے۔" جمشید نے کہا۔ اب یہ راز مجھے کسی پر ظاہر کرنا چاہئے یا نہیں؟

(باقی آئندہ)

فیض محمد فیض لدھیانوی

بوقلمونئ خیالات

اٹلی کے سابق وزیر خارجہ کاؤنٹ اسفورزا امریکہ کے اخبار کرنٹ ہسٹری میں بیداری مشرق پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ "مشرق کے ذرہ ذرہ میں انقلابی بجلیاں کوند رہی ہیں۔ مشرق مغرب کو دھمکا رہا ہے۔ اور مغرب کو شدید خطرہ لاحق ہے یورپ کے لئے یہ خطرہ نہایت اہم ہے"

دارالعوام میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مسٹر بین وزیر ہند نے فرمایا۔ کہ "ہندوستان میں تحریک مقاطعہ مختلف مقامات پر مختلف پیمانے کی ہے جو ایک حالت پر قائم نہیں رہتی۔ صرف بمبئی میں اس تحریک کا اثر زیادہ ہے۔ لیکن بحیثیت مجموعی بہت کمزور ہے"

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے تجارتی محکمہ اشاعت نے جو تازہ رپورٹ شائع کی ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ ہندوستان کی پیداوار اور ذرائع آمدنی بہت زیادہ ہیں۔ اور پیداوار کی قوت اندازہ سے باہر ہے۔ ہندوستان کی آبادی نسل انسانی کا پانچواں حصہ ہے۔ اور اس کی آمدنی کنیڈا اور آسٹریلیا وغیرہ سے کہیں زیادہ ہے۔ ملک کی سالانہ پیداوار دس ارب ڈالر ہے"

مولانا محمد علی نے اپنی تقریر لندن میں ہندوستانی سیاست کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔ کہ ہمارے اور ہمارے احباب کی مساعی سے مسلمان موجودہ تحریک آزادی میں شریک نہیں ہوئے"

بیگم شاہنواز نے گول میز کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ اگر ہم نے مجلسی گتھیوں کو سلجھا لیا۔ تو ایک دن ہندوستانی مستورات کو بھی مغربی بہنوں کی طرح آزادی تقریر اور آزادئ فعل حاصل ہو جائے گی۔ ہندوستان میں عورتوں کو اپنے فرائض کا زیادہ احساس ہو گیا ہے۔ اور پردہ تیزی سے غائب ہو رہا ہے"

امریکہ کے اخبار شکاگو ٹریبیون کے نمائندہ مسٹر ولیم شیرا ئر نے جو آجکل بمبئی میں مقیم ہیں۔ ایک مضمون اپنے اخبار میں ہندوستان کی عورتوں کے متعلق لکھا ہے جسمیں ذکر کیا ہے کہ ہندوستانی عورتیں اب پردہ کو ترک کر رہی ہیں۔ انہوں نے مس میو کے الزامات کی مذمت بھی کی ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ ویدک زمانہ میں ہندوستانی عورتیں سیاسی و مجلسی زندگی میں نمایاں حصہ لیتی تھیں۔ اور اب پھر مہاتما گاندھی کی مہربانی سے ہندوستانی عورتوں میں کافی بیداری پیدا ہو گئی ہے بہت سی عورتیں اسوقت جیلوں میں جا چکی ہیں۔ اور اگر یہی حالت رہی تو ہندوستان کی عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے لگیں گی"

بزم قریش

(۱) مکرمی قاضی عبدالعزیز صاحب دصل باقی نویس گورداسپوری لکھتے ہیں۔ کہ آپ کا پہلا خط اور اس کے بعد پرسوں دوسرا والا نامہ مل گیا۔ آپ کی اس سعی کا بہت بہت شکریہ ہے۔ جو آپ نے ضلع گورداسپور کے قریشیوں کے لیئے زراعت پیشہ اقوام میں شامل کرنے کے لئے فرمائی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کی سعی کو بار آور کرے۔

یہ ۲۳ نومبر کا مکتوب ہے۔ اور ۲۴ نومبر کو ندوہ کے نمایندگان گورداسپور پہنچے۔ اور وہاں کے جلسہ میں شریک ہوئے۔ جس کی مختصر کارروائی کسی دوسری جگہ درج ہے۔

(۲) ندوہ کے صدر محترم مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی دہلی سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میں علالت طبع اور بعد ازاں گوناگوں مصروفیتوں کی وجہ سے آپ کو جواب نہ دے سکا۔ ابھی تک اطمینان نہیں ہوا ہے۔ یہاں بھی مصروف ہے۔ ندوہ کے حالات سے مطلع فرماتے رہا کریں۔ اللہ تعالےٰ آپ کے کام میں برکت دے۔ ہاں خوب یاد آیا۔ قاضی سید نظر حسین صاحب فاروقی کی خدمت میں تمغہ پیش کرنا ہے۔ اس کے لئے ذرا مجھے اطمینان ہو جائے۔ تو بنواؤں۔ آپ میرے جواب نہ دینے سے ملول خاطر نہ ہوا کریں۔

(۳) مخدومی قاضی نظر حسین صاحب فاروقی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ حقوق زراعت اور مردم شماری کے متعلق آپ کی کوششیں ہزار تحسین کے قابل ہیں۔ خدا کامیابی عطا کرے۔ آمین!

(۴) پیر محمد اسحاق صاحب ہاشمی بی۔ اے وکیل شیخوپورہ سے ۲۳ نومبر کو شرف ملاقات حاصل ہوا۔ آپ کا دل قومی درد سے لبریز ہے۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ قریش بھی ترقی پذیر فتہ اور مہذب ہوئی اقوام کے دوش بدوش چلے۔ دوران گفتگو میں آپ نے فرمایا۔ کہ کیا اچھا ہو۔ کہ کوئی صحیح نمایندہ جماعت یہ فرض اپنے ذمہ لے۔ اور بھائیوں کو متفق الخیال اور متحد العمل کردے۔ تاکہ قومی تنظیم اور دیگر اصلاحی امور میں کسی رکاوٹ کا خدشہ باقی نہ رہے۔ اثنائے گفتگو میں انجمن اور ندوہ، ضیا اور القریش کا بھی ذکر آیا۔ اور بے معنی بے وجہ اس کے نتائج اور فیصلہ ثالثی پر آپ نے اظہار افسوس کیا۔ اور بغایت برادرانہ "القریش" کی خریداری اور بحیثیت قومی ندوہ کی رکنیت قبول فرمائی۔ اور دعا کیا۔ کہ میں آپ کی مساعی کی داد دیتا ہوں۔ اور آپ کے ساتھ ہوں۔ خدا تعالےٰ آپ کے عزائم میں استقلال اور ارادوں میں برکت عطا کرے۔ آمین!

(۵) قریشی سلطان علی صاحب پنشنر انسپکٹر نے گورداسپور کے مقام پر دوران ملاقات میں اپنی قومی [illegible] کا اجمالی تذکرہ فرماتے ہوئے کہا۔ کہ قومی تنظیم و اصلاح کی شدید ترین ضرورت ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ قوم [illegible]

بے پرواہ ہے۔ انجمن قریشیاں لاچوال وسیع پیمانہ پر کام کر رہی تھی۔ اس کی شاخیں جالندھر اور گورداسپور میں کھولی گئیں مگر افسوس کہ نتائج حسب دلخواہ برآمد نہ ہوئے۔ لاچوال کی انجمن سرمایہ کی حیثیت سے تو ایک معقول انجمن ہے۔ مگر کارکنان کی حوصلہ افزائی نہ ہونے کی وجہ سے وہ ایک محدود دائرہ میں کام کر رہی ہے۔

بعض اضلاع میں قریشیوں کو حقوق زراعت حاصل نہیں۔ اور اس وجہ سے ان کی ترقیاں مسدود ہو رہی ہیں اور یہی وجہ ہے۔ کہ وہ مجبوراً دیگر اقوام میں مدغم ہو رہے ہیں۔ لہذا ندوہ کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ اس کے لئے انتہائی کوششیں عمل میں لائے۔ میری ہمدردیاں ندوہ کے ساتھ ہیں۔ پنشنر ہونے کی وجہ سے مجھے فرصت ہے۔ انشاءاللہ تو میں اراکین ندوہ کا امکان بھر ساتھ دوں گا۔ اور ممبر بنانے کی بھی کوشش کرونگا۔ آپ نے چند فارم ممبری لے لئے۔ اور وعدہ کیا۔ کہ بعد از خانہ پری ارسال کرونگا۔ اور دفتر میں آ کر لائحہ عمل تجویز کرنے کے لئے تبادلہ خیالات کروں گا"۔ آپ کی حمیت قومی قابل پرستائش ہے۔ قوم میں زندہ دل باحمیت افراد کی کمی نہیں۔ کوشش بیکار ہے۔ اگر اس قسم کی چند ہستیاں ندوہ کے ساتھ ہو جائیں۔ تو برسوں کا کام دنوں میں انجام پا سکتا ہے۔ انشاءاللہ تعالے؛

(۶) یہ خبر نہایت رنج و اندوہ سے سنی جائے گی۔ کہ ندوۃ القریش کے معزز رکن شیخ عبدالرحیم صاحب پنشنر دو ماہ کی علالت کے بعد ۶ دسمبر ۱۹۳۲ء کی صبح کو داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ آپ نہایت شریف الطبع اور منکسر المزاج تھے خدا مغفرت کرے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون؛

(۷) مکرمی مولوی غلام احمد صاحب چک ۱۰۴ ضلع لائل پور سے بکمال حزن و ملال اطلاع دیتے ہیں۔ کہ منشی فضل احمد صاحب ہیڈ کنسٹبل پولیس جو ایک شریف الطبع نوجوان تھے۔ چند روز مرض نمونیہ میں مبتلا رہ کر ۶ دسمبر ۱۹۳۲ء کو رحلت کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون؛

مرحوم ایک صائب الرائے اور دیانت دار نوجوان تھے۔ اصلاحی امور میں گہری دلچسپی رکھتے۔ اور رسم و رواج کے سخت دشمن تھے۔ افسوس موت نے مہلت نہ دی۔ اور دل کے خیالات دل ہی میں لے گئے۔ دعا ہے۔ کہ خدائے تبارک و تعالے مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پس ماندگاں کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین!

(۸) مسٹر فیض محمد صاحب فیض لدھیانوی تحریر فرماتے ہیں:۔ کہ جملہ احباب آئندہ مجھے فیض محمد فیض کی بجائے ابن الاسد فیض کے نام سے یاد کیا کریں۔ تاکہ میرے نام کے ساتھ والد مرحوم کا نام بھی زندہ رہے۔ امید ہے کہ احباب اس پر عمل کر کے فیض صاحب کو مشکور کرینگے؛

جن احباب کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ مہربانی کر کے اپنا اپنا زرچندہ بذریعہ منی آرڈر بھجوا کر مشکور کریں۔ ورنہ وصولی وی۔ پی کے لئے تیار رہیں؛

ندوۃ القریش

سرکلر نمبر ۳

منجانب چیف سکرٹری "ندوۃ القریش" امرتسر

برائے ملاحظہ فنانشل کمشنر صاحبان پنجاب، چیف سکرٹری گورنمنٹ، کمشنر صاحبان و جملہ ڈپٹی کمشنر و تحصیلدار صاحبان پنجاب

بجواب چٹھی نمبری ۲۶۱۳ - آر - مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۰ء التماس ہے کہ

نسبی حیثیت سے سادات و قریش میں کوئی فرق نہیں؛

حضور رسالتمآب سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی قوم میں سے تھے؛

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو سردار قریش اور آنحضرت ؐ کے بعد چوتھے **خلیفہ تھے** - کی وہ اولاد جو فخر انبیائے حضرت **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت بی بی فاطمہؓ کے بطن مبارک سے ہوئی۔ فضیلت و برتری کی وجہ سے سید یعنے سردار کے لقب سے ملقب ہو کر سید القوم ہوئی - پس سادات و قریش میں یہی ایک امتیازی فرق ہے۔ ورنہ نسباً یہ ایک ہی قوم ہے؛

بشمول دہلی صوبہ پنجاب میں سادات کی آبادی بروئے مردم شماری ۱۹۲۱ء دو لاکھ سینتالیس ہزار ستاسی (۲۴۷،۰۸۷) نفوس پر مشتمل ہے - اور یہ بلا کسی قسم کی تمیز کے ہر ضلع میں زراعت پیشہ قرار دئیے گئے ہیں - علیٰ ہذا قریش ایک لاکھ ساٹھ ہزار تین سو ستاسٹھ (۱۶۰،۳۶۷) کی تعداد میں آباد ہیں - اور وہ پنجاب کے ۲۹ اضلاع میں سے تئیس اضلاع میں زراعت پیشہ ہیں - اور باقی چھ اضلاع امرتسر، گورداسپور، فیروزپور، لدھیانہ، رہتک اور حصار میں حقوق زراعت سے محروم ہیں؛

قریش من حیث القوم ایک ممتاز، برگزیدہ اور مشہور و معروف قوم ہے - اور سادات کے ہم پلہ اور برابر کی مانی جاتی ہے - پنجاب کی دیگر ممتاز اقوام مغل، پٹھان اور راجپوت وغیرہ ہم کو بھی اس کی فضیلت و برتری کا اقرار ہے۔

زمیندارہ حیثیت سے یہ قوم بڑی بڑی جاگیروں اور اراضیات کی مالک ہے - اور کثیر مقدار میں معاملہ ادا کرتی ہے - اس میں نمبردار بھی ہیں - اور سفید پوش بھی - ذیلدار بھی ہیں اور ٹیکس گذار بھی - آنریری مجسٹریٹ، آنریری سول جج، آنریری کلکٹر اور کونسلوں کے ممبر بھی ہیں، سجادہ نشین بھی اور نواب بھی - والئے ریاست بھی اور ٹائٹل ہولڈر بھی -

ملازمت کی حیثیت سے بھی یہ قوم دیگر معزز اقوام کے ہمپایہ اور بہت بڑھی ہوئی ہے - سرکار کے محکمہ فوج میں رسالدار صوبیدار، لفٹنٹ اور کرنل **تک کے** عہدوں پر اور پولیس میں اے - ایس - پی - انسپکٹر اور سب انسپکٹر وغیرہ عہدوں پر متعین ہیں - محکمہ سول میں ای - اے - سی، تحصیلدار اور نائب تحصیلدار، جج، منصف اور اسی قسم کے دیگر ممتاز

عہدوں پر مامور ہیں۔ ان میں تاجر، ڈاکٹر، بیرسٹر اور وکیل بھی ہیں۔ اور مختلف وسائل و ذرائع سے سرکاری خدمات انجام دے رہے ہیں ؛

اضلاع پنجاب میں پٹھان اور مغل قومیں بہت قلیل تعداد میں آباد ہیں۔ لیکن انہیں اعلےٰ و معزز اقوام سمجھ کر ہر جگہ حقوق زراعت عطا کئے گئے ہیں۔

یہ یاد رکھنے کے لئے کہ تشخیص اقوام زراعت پیشہ کے وقت تشخیص کنندگان سے غلطی ہوئی۔ اور انہوں نے بوقت تشخیص قریش کی حیثیت کو ایک سرسری نگاہ سے دیکھا۔ محکمہ مال کا ریکارڈ ایک بیّن اور مسلم ثبوت کی صورت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔

سٹینڈنگ آرڈر نمبر ۱ کے اجراء کے وقت صرف چند خاص اضلاع میں جن کی تعداد دس بارہ سے زیادہ نہ ہوگی۔ قریش کو زراعت پیشہ قرار دیا گیا ؛

عثمانی، عباسی اور صدیقی الگ الگ قومیں قرار دی گئیں۔ بحالیکہ یہ قریش ہی کی شاخیں ہیں۔

فاروقی قریشیوں کا ایک گروہ بودلہ کے لقب سے ملقب ہے۔ لیکن ضلع فیروزپور وغیرہ میں یہ ایک الگ قوم قرار دیکر زراعت پیشہ تسلیم کی گئی ؛

اکثر اضلاع میں کے قریش نظر انداز کر دیے گئے۔ درآنحالیکہ وہاں آبادی، ملکیت، زراعت اور ادائیگی معاملہ کے لحاظ سے وہ نوٹیفائڈ ہونے کا افضل ترین حق رکھتے تھے۔

تشخیص اقوام کی اس غلطی کو بارہا تسلیم کرکے متعدد بار اس کی تصحیح کرنی پڑی۔ اور ان کے حقوق کو تسلیم کرنا پڑا۔ چنانچہ

(۱) ضلع ہوشیارپور میں ۴ر مارچ ۱۹۱۱ء

(۲) ضلع جالندھر میں ۲۰ر جولائی ۱۹۱۵ء

(۳) ضلع سیالکوٹ میں ۸ر اگست ۱۹۲۶ء

(۴) ضلع گوجرانوالہ میں ۲ر جولائی ۱۹۳۰ء

(۵) ضلع منٹگمری میں ۲ر جولائی ۱۹۳۰ء

کو قریشی زراعت پیشہ تسلیم کئے گئے ؛

چونکہ اقوام پنجاب میں قریش ایک ممتاز ترین قوم ہے۔ اور حکومت کا ریکارڈ اس بات کا بیّن ثبوت پیش کر سکتا ہے۔ یہ ایک جفاکش، جنگجو اور وفادار تاریخی قوم ہے۔ اس لئے حق رکھتی ہے۔ کہ اسے ان حقوق و مراعات سے مستفید جائے جو مدت دراز سے بعد پٹھان اور مغل اقوام کو بالتمیز حصول اراضی کے ضمن میں حاصل ہیں ؛

پس

قریشیان ہند کی نمائندہ جماعت "ندوۃ القریش"، حکومت پنجاب کی مراسلت نمبر ۲۶۱۳ - آر مورخہ ۲۴ر ستمبر ۱۹۳۲ء کے جواب میں :-

مستدعی ہے۔ کہ امور متذکرہ کا لحاظ کرتے ہوئے قریش ایسی معزز، وفادار، زراعت پیشہ، جنگجو اور تاریخی قوم کو پنجاب کے ہر ضلع میں حقوق زراعت عطا کرکے مشکور فرمایا جائے۔

امرتسر ۷ دسمبر ۱۹۳۰ء

بشیر احمد شبلی صدیقی۔ بی۔ اے
چیف سیکرٹری۔ ندوۃ القریش

کارروائی ۳۰ نومبر ۱۹۳۰ء

دفتر "القریش" میں اگزکٹو کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا۔ بحاضری جملہ ممبران کارروائی شروع ہوئی۔ سابقہ اجلاس کی کارروائی کنفرم ہونے کے بعد حکومت پنجاب کی چٹھی نمبری ۲۶۱۳۔ آر پڑھی گئی۔ سب سے پہلے صاحب ڈپٹی کمشنر امرتسر کا شکریہ ادا کیا گیا۔ کہ انہوں نے ندوۃ القریش کو اس بارہ میں مزید دلائل وثبوت پیش کرنے کا موقع دیا ہے۔ اس کے بعد حکیم شہاب الدین صاحب نے اس وفد کی رپورٹ جو مختلف اضلاع میں ندوہ کے مقاصد کی اشاعت کے لئے گیا تھا۔ پیش کی۔ اور معززین قریش ضلع گورداسپور کے اجلاس منعقدہ ۲۴ نومبر ۱۹۳۰ء کی کارروائی بیان کرتے ہوئے وہ رزولیوشن جو اجلاس مذکور میں باتفاق پاس ہوا۔ پڑھ کر سنایا۔ تجویز ہوا۔ کہ اس کا ترجمہ القریش میں شائع کر دیا جائے۔

بٹالہ، شیخوپورہ۔ لدہیانہ اور حصار وغیرہ مقامات کے متعلق بعد مشورہ قرار پایا۔ کہ ماسوائے بٹالہ دیگر مقامات پر ندوہ کے نمائندگان پھر جائیں۔

اس کے بعد سرکلر نمبر ۲ اور دیگر کاغذات متعلقہ پیش ہوئے۔ جن پر حاضرین نے اطمینان کا اظہار کیا۔ اور سکرٹری صاحب کی کوششوں کی تعریف کی۔ ازاں بعد کارروائی کا جدید پروگرام پیش ہوکر منظور ہوا۔ اور تجویز ہوا۔ کہ اس پر فوری عمل شروع کر دیا جائے۔ اور قبل از نتائج شائع نہ کیا جائے۔

نئی درخواست ہائے ممبری پیش ہوئیں۔ جن میں سے

(۱) شیخ رحیم بخش صاحب قریشی عرائض نویس۔
(۲) قریشی محمد چراغ الدین صاحب کلرک۔
(۳) شیخ چراغ الدین صاحب قریشی وکیل
(۴) قریشی ابوسعید صاحب ریڈر سشن کورٹ

کی درخواستیں منظور ہوئیں۔ اور باقی ابھی زیر تجویز رہیں۔ وران کے متعلق سکرٹری سپیشل کمیٹی کی رپورٹ طلب کی گئی۔

اس کے بعد شیخ چراغ الدین صاحب وکیل و قریشی سلطان علی صاحب پنشنر انسپکٹر اور قاضی عبد العزیز صاحب عرائض نویس کا خصوصاً اور دیگر قریشی برادران ضلع گورداسپور کا عموماً شکریہ ادا کیا گیا۔ کہ انہوں نے ندوۃ القریش کی کارروائیوں سے اتحاد عمل کرتے کارکنان ندوہ کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ جلسہ برخاست ہوا۔

کارروائی ۷ دسمبر ۱۹۳۰ء

بحاضری جملہ ممبران کارروائی اجلاس شروع ہوئی - سابقہ کارروائی کنفرم ہونے کے بعد سرکلر نمبر ۳ کا مسودہ پڑھا گیا - جو معمولی کمی بیشی کے بعد منظور ہوا - اور تجویز ہوا - کہ سکرٹری صاحب اسے فوراً طبع کرا کر شائع کر دیں ؛

اس کے بعد شیخ عبدالرحیم صاحب پنشنر کی وفات پر اظہار افسوس کیا گیا - فاتحہ پڑھی گئی - اور تجویز ہوا - کہ آپ کے فرزندان سے ندوہ کی طرف سے اظہار ہمدردی کیا جائے - مرحوم ندوہ کے سرگرم رکن اور خیر اندیش کارکن تھے - آپ کی بیوقت موت ندوہ کے لئے ایک ناقابل تلافی صدمہ ہے - خدا مغفرت کرے ؛

اس کے بعد فرمانروائے رام پور کی تقریب سالگرہ پر اظہار مسرت کیا گیا - اور تجویز ہوا - کہ آپ کو مبارکباد کا تار دیا جائے ؛

فرمانروائے بہاول پور نے چونکہ از رہ اسلامی ہمدردی صوبہ پنجاب کی سب سے بڑی اسلامی انجمن "انجمن حمایت اسلام لاہور" کی صدارت قبول کرنے میں شاہانہ فراخدلی سے کام لے کر مسلمانوں کے دلوں کو تسخیر کر لیا ہے - لہذا سکرٹری ندوۃ القریش کو ہدایت کی گئی - کہ وہ اعلیٰحضرت کے حضور میں ہدیہ تشکر بذریعہ تار پیش کر دیں ؛

سکرٹری صاحب سپیشل کمیٹی ندوہ کو ہدایت کی گئی کہ وہ کارروائی متعلقہ متدائرہ و دیگر درخواست ہائے ممبری بعد رپورٹ بہت جلد چیف سکرٹری کے حوالے کر دیں ؛

مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب و دیگر معززین قریشی کے مراسلات پڑھے گئے - اور مناسب جوابات کے لئے ہدایت کی گئی - ۳ بجے شام جلسہ بخیر و خوبی برخاست ہوا ؛

نیازمند محمد طفیل حلیم فاروقی

فار چیف سکرٹری "ندوۃ القریش" امرتسر

ایک عجیب ایجاد

امریکہ سے خبر آئی ہے - کہ شکاگو یونیورسٹی میں ایک ایسا آلہ ایجاد ہوا ہے - جس کے لگا دینے سے یہ فوراً کھل جائے گا - کہ انسان جھوٹ بول رہا ہے یا سچ - اس آلہ کذب کشا یا دروغ نما کا تجربہ دس ہزار انسانوں پر ہو چکا ہے - پولیس والے اس کے بڑے مداح و معترف ہیں - اور شکاگو یونیورسٹی میں اس وقت بڑے بڑے ماہرین فن کی نگرانی میں اسکا تجربہ ایکیزارینئے فنوں پر ہو رہا ہے - اخبارات یہ سب کچھ لکھتے ہیں - لیکن یہ کوئی نہیں لکھتا - کہ آیا اسکا تجربہ یورپ و امریکہ کے نامی گرامی سیاسی مدبرین پر بھی ہو چکا ہے ؟ آیا اس کا تجربہ امریکہ و برطانیہ، فرانس و اٹلی کے وزرائے سلطنت و اعیان مملکت کی تقریروں کے وقت کبھی کیا جا چکا ہے ؟ آیا ہندوستان کے وائسرائے اور برطانیہ کے وزیراعظم، وزیر ہند اور صوبہ کے گورنروں کی تقریروں کو کبھی کبھی اس پیمانہ سے ناپا گیا ہے ؟ (ربیع)

علوم العرب

(عہد جاہلیت)

جزیرۃ العرب ایک ریگستانی اور سنگلاخ ملک ہے۔ جس میں چاروں طرف پہاڑوں کا زنجیرہ ہے۔ اس وجہ سے جاہلیت میں بھی عرب فن زراعت میں ترقی نہ کر سکے۔ اور چونکہ یہ قانون قدرت ہے۔ کہ ملک کی طبعی حالت انسان کی عام معاشرت پر زبردست اثر ڈالتی ہے۔ اس لئے عرب مویشی پالنے پر مجبور رہوئے۔ اور مویشی میں بھی گھوڑا اور اونٹ ان کا خاص رفیق تھا۔ اور بکریاں خوراک میں کام آتی تھیں؛

جب ان حیوانات کی ترقی ہوئی۔ تو چراگاہوں میں ان کو اپنے اپنے مقام سے نکلنا پڑا۔ اور یہی بدوی زندگی اُن کا شعار ہوگئی۔ چونکہ موجودہ ذریعہ معاش (گلہ بانی) فارغ البالی کے لئے کافی نہ تھا۔ اس لئے لوٹ اور قتل وغارت کی ضرورت ہوئی۔ اور اس میں بھی اس قدر انہماک ہوا۔ کہ اقارب اور اغیار کا امتیاز اٹھ گیا۔ اور اس خانہ جنگی کی بدولت ان کو ایک جگہ جم کر رہنا دشوار تھا۔ قبائل کی اگرچہ یہ معمولی نقل و حرکت تھی۔ لیکن انہیں اسباب سے اُن میں علوم و فنون کی بنیاد پڑی۔ مثلاً گھوڑوں اور اونٹوں کی کثرت سے تربیت الخیل اور بیطاری کا فن ایجاد ہوا۔

اسی طرح روزمرہ کے کوچ و مقام اور طبعی حوادث نے علم الانوا (نجھتر) اور علم ہبوب الریاح (موسمی ہواؤں کا چلنا) کا راستہ دکھایا۔ کیونکہ منزلوں کے طے کرنے میں اس وقت عربوں کے راہ نما صرف ستارے تھے۔ اور عرب کا مطلع بھی دیگر ممالک کے مقابلہ میں بہت زیادہ صاف تھا۔ لہذا روز بروز جدید انکشاف ہونے لگے۔ اور فلکیات کا علم ترقی کر گیا۔ اور اسی قسم کے قدرتی اور طبعی اسباب نے طبعیات (طب وغیرہ) کی بنیاد ڈالی۔ بحر قلزم بحر ہند اور خلیج فارس کے قرب اور وسائل تجارت نے علم الملاحۃ (کشتی رانی) میں استاد بنا دیا۔ جنگ و جدال میں قبائل ایک دوسرے کی اعانت کے محتاج تھے۔ اور ان میں عصبیت ارتباط اور اتحاد کی سخت ضرورت تھی۔ لہذا اس مقصد نے علم الانساب کو رواج دیا۔ اور چونکہ قتل و غارت کے بعد ہر ایک قبیلہ اپنے دشمن کے تعاقب میں جاتا تھا۔ اس ضرورت سے علم الاہتداء (جنگل اور ریگستان میں صحیح راستہ پر چلنا) اور علم القیافہ (علم نقش قدم) ایجاد ہوا۔

عرب میں کوئی دریا نہیں ہے۔ اور ریگستان میں پانی نایاب ہوتا ہے۔ اور پھر لطف یہ ہے۔ کہ آئے دن قحط کا سامنا رہتا ہے۔ اس ضرورت سے علم الریافہ (زمین سونگھ کر دریافت کر لینا کہ پانی کس قدر گہرائی میں ہے) کی بنیاد پڑی۔ اور جنگ و جدل سے علم الرمی بالسہام (نیزہ بازی) پیدا ہوا۔

خلاصہ یہ ہے۔ کہ ضرورت نے بہت سے مفید علوم پیدا کر دیئے۔ باقی رہے معارف علمیہ یہ اس ملک کا حصہ ہے

جہاں ایک مہذب گورنمنٹ کی حکومت ہو۔ اور رعایا فکر معاش سے مطمئن اور ہر فرد و بشر کا جان و مال محفوظ ہو۔ اس اعتبار سے عہد جاہلیت میں جس قدر علوم ایجاد ہوئے۔ وہ عربوں کی ذہانت اور فراست کی ایک بیّن دلیل ہیں۔ کیونکہ انہوں نے یہ علوم کسی مدرسہ میں حاصل نہیں کئے۔ اور کیونکر حاصل کرتے۔ جبکہ اکتساب کے وسائل ہی مفقود تھے۔ البتہ اس کی تفصیل یہاں کرنا مشکل ہے۔ کہ عرب البائدہ[1] میں کس قسم کے علم و فن موجود تھے۔ کیونکہ ان قبائل کا زمانہ عہد تاریخ سے بہت پہلے تھا۔ باقی رہے عرب العاربہ (بنو قحطان) یہ علوم و فنون، صنائع اور تمدن میں سینکڑوں برس پہلے ترقی کر چکے تھے۔

عربوں کا تیسرا طبقہ عرب المستعربہ (بنی اسمٰعیل و عدنان) انتہائی ضلالت اور جہالت میں مبتلا تھا۔ اور اسی بنا پر یہ طبقہ اُمت الامیہ (ان پڑھ قوم) کہلاتا تھا۔ اور قرآن کریم نے بھی ان کو اسی لقب سے یاد کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ط ترجمہ:۔

وہی ہے کہ جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ جو ان کو اس کی آیتیں پڑھکر سناتا ہے۔ اور ان کو پاک کرتا اور ان کو علم کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ اور بے شک اس سے پہلے تو وہ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے

مفسّرین نے لکھا ہے۔ کہ اُمیین سے یہی جاہل عرب مراد ہیں۔ اور ان کی انتہائی جہل کی تصدیق لفظ مبین سے ہوتی ہے۔ اور اسی بنا پر ان کی ہدایت کے لئے ایک خاص رسول بھیجا گیا۔ جس نے ان کی کایا پلٹ دی۔ اور وہ علوم و فنون ایجاد کئے۔ جن کا تذکرہ عہد اسلام میں آئیگا۔ اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ عربوں کا دور جاہلیت یونان کے عہد ظلمت سے مشابہ تھا۔ اور دونوں کی تمدنی ترقی کی ایک ہی شان تھی۔ بلکہ ایک معنی کر کے عربوں کو فوقیت ہے۔ کیونکہ یونان کے مصلح (لیڈر) بڑے بڑے حکماء تھے۔ اور عربوں کا راہ نما ایک رسول اُمّی تھا۔

قحطانیوں کے مقابلہ میں بنی اسمٰعیل کیوں جاہل اور غیر مہذب تھے۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے۔ کہ یہ قبائل جنوبی عرب میں آباد تھے۔ جو جزیرۃ العرب کا ایک خشک اور غیر آباد حصّہ ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ ایسے بلاد و ممالک تمدنی ترقیوں سے ایک زمانۂ دراز تک محروم رہتے ہیں۔ اگر ملکی فضا اچھی ہوتی۔ تو اس خطّہ کے عرب بھی اپنے کلدانی اور بابلی بھائیوں کی طرح معارف کے عالم ہوتے۔

---

[1] عرب البائدہ سے وہ قومیں مراد ہیں۔ جو فنا ہو چکی ہیں۔ مثلاً قوم عاد (سنہ ۲۲۰۰ ق م تا سنہ ۱۷۵۰ ق م) و ثمود (سنہ ۱۸۰۰ ق م تا سنہ ۱۶۰۰ ق م) اور جن کا تذکرہ قرآن کریم میں موجود ہے۔

القریش کی خدمات کا عملی اعتراف

زرِ نقد کی تھیلی

صوبہ دہلی، یو۔پی اور پنجاب کے قریشی نمائندگی کی حاضری میں ۲۹۔ جون ۱۹۳۰ء کو "ندوۃ القریش" کے افتتاحی اجلاس میں ذیل کا رزولیوشن متفقہ طور پر منظور ہوا۔ اور القریش کی خدمات کے صلہ میں قوم کی طرف سے زرِ نقد کی تھیلی پیش کی گئی

رزولیوشن یہ

ندوۃ القریش کا یہ اجلاس مولنا محمد علی صاحب رونق مالک و مدیر القریش کی سولہ سالہ مساعی کو عموماً اور گذشتہ اڑھائی سالہ خدمات جلیلہ کو جو انہوں نے مراسیت کے ادعائے قریشیت کی بطلان و تکذیب سے متعلقہ تاریخی مواد کی اشاعت میں بوجہ احسن انجام دی ہیں خصوصاً قدر و منزلت اور عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوا تجویز کرتا ہے۔ کہ اظہارِ تشکر کے طور پر آپ کی خدمت میں قوم کی طرف سے کم از کم

ایک سو ایک اور زیادہ سے پانسو روپیہ کی تھیلی پیش کی جائے

نیز یہ اجلاس برادرانِ قریش سے اپیل کرتا ہے۔ کہ وہ "القریش" ایسے مفید ترین قومی آرگن کی امداد و اعانت کے علاوہ اس کی توسیع اشاعت میں پوری سعی و کوشش سے حصہ لیں

وزیر ہند پریس امرتسر میں قریشی محمد علی رونق پرنٹر و پبلشر و ایڈیٹر نے اپنے اہتمام سے چھاپا۔ اور دفتر القریش شریف گنج [illegible]